لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

کتاب

الہارون

یعنی سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ وو

مرتبہ ... مؤلفہ

ڈیڈیکیشن

یہ ناچیز کتاب الہارون یعنی خلیفہ ہارون رشید
شاہنشاہ اسلام کی سوانح عمری بکمال ادب

جناب مستطاب معلی القاب
[illegible] شمس الدین خان محمد حیات اقبال [illegible]
[illegible]

فہرست مطالب کتاب الہارون

تمت

شہر بغداد کا دلچسپ اور پُرفضا منظر



خوشا نواحیِ بغداد جائے فضل و ہنر | کہ کس نشاں نہ دہد در جہاں چناں کشور
ہزار زورقِ خورشید شکل بر سرِ آب | بران صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

شہر بغداد کا دلچسپ اور پُر فضا منظر



خوشا نواحیٔ بغداد جائے فضل و ہنر | کہ کس نشاں نہ دہد در جہاں چناں کشور
ہزار زورقِ خورشید شکل برسرِ آب | براں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الہارون کی تکمیل کے بعد مجکو خیال ہوا کہ جس طرح یہ کتاب زمانۂ ماضیہ کے ایک بڑے اولوالعزم شاہنشاہِ اسلام کی سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ اُسی طرح عہدِ حال کے کسی بڑے نامور رئیس اعظم۔ صاحبِ اقبال فخرِ اسلام کے نامِ نامی پر اسکو معنون اور منسوب کرنا چاہئے۔

رونقِ فصلِ بہاراں باگلِ رعنا خوش است   نسبتِ تاجِ شہی باگوہر یکتا خوش است

چاردانگ ہندوستان میں خیال کرنے سے میری نظر ریاست حیدرآباد دکن پر قائم ہوئی کیونکہ فی زماننا اِس ریاست میں جسقدر علوم و فنون کو ترویج و ترقی ہے اُس کا عشرِ عشیر بھی دوسری ریاستوں میں نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ بندگانِ حضور فیض گنجور۔ داراشوکت۔ سکندر صولت۔ فلک بارگاہ۔ سپہ سالار مظفر الممالک۔ فتح جنگ ہز ہائینس نواب **میر محبوب علیخان بہادر**

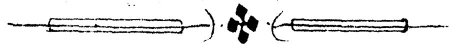
آلہارون کا سلسلۂ آصفیہ میں داخل ہونا

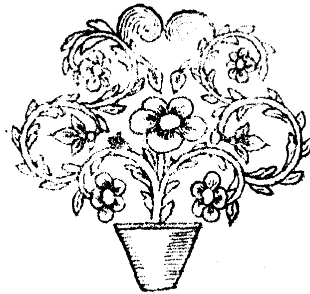
نظام الملک آصفجاہ فرماں روائے دکن خلّد اللہ ملکہ کے سایۂ عاطفت پایہ میں بہ توجہ سرکار عالی جناب مستطاب معلی الالقاب خداوند نعمت نواب **محمد فضل الدین خان** سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک ۔ سر وقار الامرا بہادر ۔ کے ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ مدار المہام ۔ وزیر اعظم دولتِ آصفیہ حیدر آباد دکن ۔ ایک مستقل سلسلۂ علمی تراجم و تصنیفات کا موسوم بہ **سلسلۂ آصفیہ** قائم ہے ۔ شائقین فنون و مصنفین علوم کے لیے اِس سے بڑھ کر کوئی مرجع اور ملجاء نہیں ہے ۔ اور جناب نواب مدار المہام سرکار عالی کو ابتدا سے خزائنِ علوم کی طرف کامل التفات و توجہ ہے بنائر علیہ راقم الحروف نے اپنی اِس تالیف کو بنامِ نامی و اسمِ گرامی نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی کے ساتھ منسوب و معنون کرنیکی نیت کی ۔ اور بتوسّل اپنے محترم و معتز محسن نواب **علی یار خان** بہادر مؤتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک مولانا **سید حسین** صاحب بلگرامی ناظم سررشتۂ تعلیمات ریاست ممدوحہ ۔ جو اپنے فضائل ذاتی و صفاتی و سرپرستی علوم و فنون کے لیے تمام ہندوستان میں مشہور ہیں اِس بارے میں نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی کی خدمت میں درخواست ابلاغ کی ۔ اُس کے جواب میں خاکسار کے نام محکمۂ وزارت کا یہ حکم پہنچا کہ اصل مسودۂ کتاب الہارون پہلے ملاحظہ کے لیے بھیجدو ۔ راقم الحروف نے بہ تعمیل ارشاد اصل مسودۂ کتاب کو بنابر ملاحظۂ وزارت پناہ نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی روانہ کر دیا ۔ الحمد للہ کہ خاکسار کی محنت نے خلعت قبول حاصل کیا ۔ حضور نواب مدار المہام بہادر وزیر دکن نے بعد ملاحظہ و پسند کے نہ صرف اِس حقیر نذر کو قبول کر کے الہارون کو اپنے نام نامی پر معنون و منسوب کرنے کی اجازت دی بلکہ بکمال علو ہمتی و قدردانی تحریری حکم کے ذریعہ سے اِس ناچیز تالیف کو اسی مبارک سلسلۂ آصفیہ میں داخل کر کے خاکسار کی عزت افزائی فرمائی ۔

ڈیڈیکیشن کی اجازت

کتاب تمدنِ عرب نتیجۂ فکر شمس العلماء مولانا سید علی صاحب بلگرامی بجمیع القابہ ۔ اور کتاب

الفاروق مصنفۂ مولوی شبلی نعمانی جنکے مطالعہ سے ایک عالم استفاضہ حاصل کر رہا ہے اسی سلسلۂ آصفیہ میں داخل اور منسلک ہیں۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

لم ینا سب حمدنا سلطانہٗ | فاکتفینا باسمہ سبحانہٗ

رسول مقبول کا تمام مسلمانوں کو علم و ہنر سیکھنے کیلیے ارشاد فرمانا

پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عام اُمت مسلمانانِ عرب کو علم سیکھنے کے واسطے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اُطلبوا العلم ولو کان بالصین۔

اِس نصیحت پر عمل کرکے تمام مسلمانوں نے عموماً اور اسلام کے بادشاہوں نے خصوصاً علوم اور فنون کے سیکھنے اور اُسکی اشاعت اور پھیلانے میں ایک زمانۂ دراز تک جو کوشش اور جانفشانی کی اور علم وفن کی ہرایک شاخ کو اعلیٰ درجے کی ترقی پر پہنچایا اِس بات کو تمام دنیا جانتی ہے یورپ جو آجکل تمام دنیا میں علوم اور فنون اور تہذیب کا مخزن اور مرکز سمجھا جاتا ہے اور فی زماننا جسقدر عظمت اور قوت اُسکو حاصل ہے یہ سب باتیں مسلمانوں کے طفیل سے اُس کو حاصل ہوئی ہیں۔ یورپ والے اگر مسلمانوں سے علم اور تہذیب نہ سیکھتے تو آج اُن کو یہ رتبہ

اور درجہ حاصل نہ ہوتا۔ خود یورپ کے مستند فاضلوں اور مورخوں نے اِس امر کا اعتراف
کیا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور علوم و فنون کی ترقی کے موجب مسلمان ہیں۔

متذکرہ بالا بیان کی تصدیق میں بطور مشتے نمونہ از خروارے یورپ کے جلیل القدر فاضلوں
کی رائیں مندرج کیجاتی ہیں اور بخوف طوالت صرف چند رایوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عربوں کے علم و ہنر میں ترقی۔

اڈگر سینڈرسن صاحب اپنی تاریخ دنیا میں تحریر کرتے ہیں کہ "عرب فاتحوں نے حصول علوم
و فنون میں بہت جلد اُسی قدر ترقی کر لی جتنی کہ اُنکی فوجی قوت میں ترقی ہو گئی تھی۔ عربوں نے
تہذیب کو خود حاصل کرکے بڑی سرگرمی کے ساتھ اُسکو ہر کہیں پھیلایا۔ بڑے بڑے شہر اُنکی
حکومت میں تعمیر ہونے لگے۔ تجارت اور کارخانوں نے بڑی ترقی حاصل کی۔ مدارس اور
کالج تمام اسلامی دنیا میں بن گئے۔ اور اُن میں علوم و فنون پڑھائے اور سکھائے جانے
لگے عربوں میں علم و فضل اور شاعری۔ اور تمام علوم و فنون کا رواج اُس وقت بھی بڑے
عروج پر تھا جبکہ یورپ میں تہذیب اور علم و ہنر نہیں پھیلا تھا اور جو زمانہ کہ یورپ کی تاریخ میں
بہت تاریک زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی سلطنت اُس زمانے میں نہایت وسیع ترین سلطنت
دنیا میں تھی اور اپنی تمام مملکت میں عربوں نے علم پھیلا دیا تھا۔

یورپ میں علم و ہنر مسلمانوں کی وجہ سے پھیلا۔

بارھویں صدی کے آغاز میں اُقلیدس۔ علم ہندسہ۔ ہیئت اور علوم طبعی یورپ میں عربوں کی
وجہ سے پونہچے۔ یعنی یہ سب علوم عربی زبان میں موجود تھے جو یورپ میں لائے گئے۔ اندلس
کے مسلمانوں میں تو علوم و فنون صنعت و حرفت کا چرچا دسویں صدی کے آغاز ہی میں درجۂ
کمال پر ہو گیا تھا وہاں مسلمانوں کے مدرسے۔ کتب خانے اور یونیورسٹیاں (بیت العلوم)
موجود تھے۔ علما اور فضلا۔ علم ادب۔ منطق۔ فصاحت۔ بلاغت۔ نجوم۔ حساب۔ علم ریاضی کے
سبق طالبعلموں کو پڑھایا کرتے تھے۔ یونانیوں کی فلسفہ کی کتابیں سب سے پہلے عربوں نے

اپنی زبان میں ترجمہ کرلیں تھیں یورپ والوں نے عربی ترجمہ کو لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس طرح سے علم فلسفہ بذریعۂ عربوں کے یورپ میں پہنچا کیونکہ اُس زمانے کے یوروپین فضلا میں سے معدودے چند ہی قدیم یونانی زبان سمجھ سکتے تھے۔ علم حیوانات۔ علم نباتات۔ علم کیمیا اور خاص کر علم طب اور حکمت کا مسلمانوں کو بہت شوق تھا۔ اسپین کے مسلمانوں کے ہم سب یورپ والے اِس بات کے ممنون ہیں کہ علم حساب اور عددوں کا لکھنا یورپ والوں کو مسلمانوں کی وجہ سے آیا ہے اور اسی وجہ سے یہ علم یورپ میں عربی ہندسہ حساب کے نام سے مشہور ہے۔ عربوں نے علم ریاضی یونانیوں یا ہندیوں سے سیکھا ہے۔ خلفائے عباسیہ وغیرہ نے اقلیدس اور دیگر یونانی علم ہندسہ اور ہیئت کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرا لیا تھا۔ ہندوستان سے علم حساب کی کتابیں منگوا کر خلفائے مذکور نے اُن کا ترجمہ عربی میں کرایا۔ ایک عرب فاضل نے جن کا نام بن موسیٰ تھا علم جبر و مقابلہ پر نویں صدی میں ایک کتاب تصنیف کی تھی اور مساوات کے حل تک اُس میں قاعدے وغیرہ لکھے تھے۔

یوروپ میں رُوم (اٹلی) اور قسطنطنیہ کے عالم اور اہل کمال جسوقت کہ زمین کو پھیلا ہوا جانتے تھے اور ظاہر کرتے تھے۔ اسپین میں مسلمان علی العموم اپنے مدرسوں میں جغرافیہ کرۂ زمین کا پڑھایا کرتے تھے۔ گویا مسلمانوں نے سب سے اول یہ دریافت کر لیا تھا کہ زمین گول ہے یورپ میں علم نجوم کی اور ہیئت کی تحقیقات کے لیے جنھوں نے کہ اول ہی اول رصدگاہیں بنائیں وہ عرب ہی تھے۔ رصدگاہ کے لیے عربوں نے شہر سَوِیلی (اشبیلیہ) میں جو برج بنایا تھا مسلمانوں کے بعد جب اسپین پر عیسائی قابض ہوئے تو بسبب جاہل اور بے علم ہونے کے اُنکی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس برج سے کیا کام ہوتا ہے اس لیے انھوں نے اِس برج کو گھنٹہ گھر بنا لیا۔ یہ بات امر واقعہ ہے کہ باوجود اسکے کہ یورپ جہالت اور وحشت کی تاریکی سے مدتے

نکل آیا ہے لیکن مسلمانوں نے جو اُسپر احسان عظیم کیا ہے اُس احسان کا یورپ نے آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہیں کیا"۔

قرآن مجید کی برکت۔

مسٹر ریورینڈ راڈویل نے مسلمانوں کے بہت سے محاسن اور خوبیوں کا اعتراف کیا ہے چنانچہ اپنے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "عرب کے سیدھے سادے بھیڑیں چرانے والے خانہ بدوش لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلقین سے ایسے بدل گئے کہ جیسے کسی نے سحر یا جادو اُن پر کر دیا ہو وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانے والے اور کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہوگئے۔ قسطاط۔ بغداد۔ قرطبہ اور سویلی (اشبیلیہ) کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت اور شوکت سے کپکپا اور تھرا دیا اور اُس میں تزلزل ڈالدیا۔ بت پرستی کے مٹانے اور ماد یّات کے شرک کے عوض صرف ایک واحد اللہ تعالیٰ کی عبادت قائم کرنے۔ دختر کُشی کی رسم کو نیست نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور کثرت ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اُسکی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک باعث برکت و فلاح ہوا ہے۔ ہر ایک عیسائی کو بالضرور افسوس ہوگا کہ مسلمان فتحمندوں نے بہت سے پھلے پھولے مشرقی کلیسے مسمار اور خراب کر ڈالے۔* مگر ساتھ ہی اِس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ یورپ نے منطق اور فلاسفہ اور علم طب اور فن عمارت عربوں سے حاصل کیا ہے۔ مسلمانوں نے عیش و عشرت کے بہت سے سامان اور مفید چیزوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجانے سے مشرق و مغرب کا سلسلہ ملا دیا"۔

---

* شاید اسکندریہ کے کتب خانے کی طرف یہ اشارہ ہے مگر مسٹر راڈویل کو یہ یاد نہیں رہا کہ گبن صاحب اپنی تاریخ رومۃ الکبریٰ جلد ۶ صفحہ ۳۳۳ میں اور جلد ۲ کتاب کازموس صفحہ ۲۸۲ میں اور گاڈفری ہگنز نے کتاب حمایت الاسلام وغیرہ میں ان سب لوگوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے والے کوئی عیسائی بشپ (پادری اعظم) اور اُن کے پیرو تھے۔ مسلمانوں کی نسبت یہ الزام بالکل بے بنیاد اور غلط ہے ۱۲ مصباح۔ مترجم۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جنکی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے اُنھوں نے حسب الحکم صاحبان کورٹ آف ڈائرکٹرس* کتاب الاصحابہ فی تمیز الاصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا زبانِ انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اُسکے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے۔ نہ تو کوئی آجتک ایسی قوم گزری۔ اور نہ اب ہے جسنے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصے میں ہر ایک اہلِ علم کے حالات زندگی قلمبند کیے ہوں اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جاویں تو غالبًا ہم کو پانچ لاکھ علمائے مشاہیر کا تذکرہ ملجاوے۔ انکی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہو"۔

مسٹر لیتھہ برج صاحب نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ "اسلام کے پہلے تاریخ کی حالت تاریکی میں تھی جب اسلام کا سرچشمہ نمودار ہوا تو اُس وقت سے تاریخ کے حالات صحیح معلوم ہونے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ تاریخ کی ترقی دینے والے مسلمان ہی ہیں"۔

خاندان عباسیہ

مسلمانوں کی سلطنت میں بزمانۂ خلفاے عباسیہ علوم و فنون کی بڑی ترقی ہوئی۔ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار تھے یہی اِس خاندان کے مورث ہیں حضرت عباس جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تھے۔ آنحضرت نے قبل جنگ صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ عباسؓ کو کوئی قتل نکرنا زندہ گرفتار کرلینا چنانچہ اَبُوالیسر انصاری نے آپ کو زندہ ہی گرفتار کیا بعدازاں آپ ایمان لے آئے آنحضرت نے حضرت عباس کو دعا دی تھی کہ اجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ یعنی عباسؓ کی اولاد میں خلافت باقی رہے۔ چنانچہ یہ رسول مقبول ہی کی دعا کا اثر تھا کہ اُن کے

* غدر ۱۸۵۷ء تک ہندوستان پر انگریزی سوداگروں کی ایک کمپنی حکمراں تھی ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کا ماتحت نہ تھا غدر کے بعد پارلیمنٹ انگلستان نے کمپنی مذکور کو بے دخل کرکے براہ راست ہندوستان کو ماتحت اپنے کرکے سلطنت انگلینڈ کا ایک جزو قرار دیا۔ اُس کمپنی میں چند سوداگر ڈائرکٹر منتخب ہوا کرتے تھے۔ یہی لوگ صاحبان کورٹ آف ڈائرکٹرس کہلاتے تھے ۱۲

مصباح۔ مترجم۔

خاندان میں خلافت اور شہنشاہی آٹھ سو برس تک رہی اور خاندانِ عباسیہ نے بڑے کر و فر سے
بادشاہت کی۔ حضرت عباس کا نام جمعہ کے خطبہ میں ہر مسلمان جامع مسجد میں سنتا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید

سلطنت اسلام میں سب سے بڑا شہنشاہ خلیفہ ہارون الرشید اسی عباسیہ خاندان میں سے
ہوا ہے اور اسی کی سوانح عمری کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ کسی کتاب کے ترجمے میں کمی وبیشی کرنا منصب
ترجمہ نگاری کے بالکل خلاف ہے اسی واسطے ہمنے مسٹر۔ ای۔ ایچ۔ پامر۔ ایم۔ اے۔ سابق پروفیسر
عربی یونیورسٹی آف کیمبرج (انگلستان) کی مصنفہ کتاب "ہارون الرشید" کے ترجمے کا حق
پورا پورا ادا کیا ہے۔ لیکن یہ بات بافسوس کہنی پڑتی ہے کہ بعض یوروپین مصنفوں کی تالیفات
میں ایک عام قاعدہ رواج پاگیا ہے کہ وہ تاریخی حالات لکھتے ہوئے بعض مواقع پر اپنی تصانیف
میں مشاہیر اور حکمرانان اسلام پر ضعیف خبروں پر اعتماد کرکے ایسے لفظی حملے کر جاتے ہیں جو صریح
کذب اور غلطی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں بعض موقعوں پر ہمنے ایسے غلط حملوں
کی تردید بروے تحقیق کتب معتبرہ اور مستندہ سے حتی الامکان اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعے
سے کردی ہے۔ جس سے اصلی حالات کا صحیح اندازہ ظاہر ہوجاتا ہے تاہم بڑی ناشکر گزاری
ہوگی اگر مسٹر پامر جیسے فاضل کی محنت شاقہ کی ہم داد نہ دیں۔ فاضل موصوف نے ہارون الرشید
کے رطب ویابس کل پراگندہ واقعات کو عربی مورخوں اور مصنفوں کی متفرق کتابوں اور تالیفوں
سے انتخاب کرکے ایک جگہ ترتیب دیا جس سے پامر صاحب کی لیاقت اور محنت کا پورا ثبوت ملتا
ہے۔ کسی غیر قوم کے تاریخی حالات کو فراہم کرکے اپنی ملکی زبان میں ترتیب دینا بیشک قابلِ قدر
اور مفید کام ہے۔ انگریزی داں اصحاب کے لیے مسٹر پامر کی یہ محنت لایقِ منت وسپاس گزاری
ہے۔ اور اسی ذخیرہ سے ہمنے اردو زبان میں اپنے ملکی ہم وطنوں کے لیے یہ مفید ترجمہ مرتب
کیا۔ اور جہاں ضرورت سمجھی حتی الامکان اجمال کی تفصیل میں کوتاہی نہیں کی۔ تحقیق کی دشوار گزار

گھاٹیوں میں جن لوگوں نے قدم فرسائی کی ہے یا ان سنگلاخ زمینوں کو قلم اور دماغ کی رہبری سے
پکھ سطے کیا ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس راستے کے چلنے والے کو ایک ایک قدم پر کیسی کیسی
لغزشیں اور ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں تاہم منزل مقصود پر مشکل سے رسائی حاصل ہوتی ہے۔
اِس شہنشاہ کے زمانے میں علوم وفنون کی ہر شاخ میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ اِسنے یونانیوں۔
مجوسیوں۔ ہندوستان کے پنڈتوں اور عیسائی فاضلوں کو بڑے بڑے مشاہروں پر ملازم رکھ
چھوڑا تھا وہ اپنی اپنی زبان کی علمی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے
بارے میں تمام یورپین مستند اور معتبر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفار
سے بڑھکر جامع جمیع صفات۔ بڑا عالم وفاضل۔ فصیح و بلیغ۔ بہت ہی فیاض وسخی۔ اپنے مذہبی عقائد
کا پابند۔ معتقد پکا۔ اور پاکباز مسلمان۔ رحم دل اور عادل بادشاہ تھا۔ ایک سال حج کرتا تو دوسرے
سال جہاد کرتا۔ اپنے روزمرہ کے مذہبی احکام کا نہایت پابند تھا۔ بغداد سے مکّہ شریف تک قریب
ایکہزار انگریزی میل کے فاصلہ ہے مگر وہ حج کے لیے ملک عرب جیسے تیز دھوپ اور تپش اور جلتے
ہوئے ریگستان میں پا پیادہ جایا کرتا تھا علاوہ پنجگانہ نماز کے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ پڑھا
کرتا تھا۔ ہارون الرشید کے مزاج میں تعصب نام کو بھی نہ تھا۔ رعایا کی فلاح وبہبودی کا اِس قدر
خیال تھا کہ ہمیشہ راتوں کو اپنی میٹھی نیند کھوکر بھیس بدلکر رعایا کی خبر گیری اور اُن کا حال معلوم
کرنے نکلا کرتا تھا۔ اقبال اور شوکت کا اُسکی یہ حال تھا کہ جس طرف اُسنے رُخ کیا فتح ونصرت گویا
اُسکے ہمراہ ہوتی تھی۔ قسطنطنیہ کے شاہانِ روم (یونانی) اُسکے باجگذار تھے اور شاید یہ بات
ہارون الرشید ہی کے ساتھ مختص تھی کہ اُسنے یونانی شہنشاہوں سے ششماہی خراج وجزیہ لیا
ششماہی خراج وجزیہ لینے کی مثالیں شاذونادر تو درکنار بالکل معدوم ہیں۔ اِسکے عہد کا ایک واقعہ
عبّاسہ اور جعفر کی شادی اور پھر عبّاسہ اور اُسکی اولاد کا قتل ہونا بالکل بے بنیاد اور غلط مشہور

ہوگیا تھا چنانچہ علامہ ابن خلدون وغیرہ مستند و معتبر مورخین نے کمال تحقیق و تلاش سے اِس واقعہ کو روایت اور درایت دونوں سے بے بنیاد اور غلط ثابت کیا ہے۔

خاندانِ برکی

خاندان برکی کو جو سخاوت اور فیاضی میں ایسا بے نظیر خاندان مسلمانوں میں گذرا ہے کہ آجتک زمانے میں پھر کوئی سخی اور فیاض اُنکی مانند نہیں ہوا۔ اِسی خلیفہ کے زمانے میں عروج ہوا۔ اور افسوس ہے کہ اسی خلیفہ کے زمانے میں اُن پر زوال بھی آگیا۔

خلیفہ ہارون الرشید بڑا قدردان شہنشاہ تھا یحییٰ برکی وزیر نے جو کچھ عمدہ کام کیے وہ اپنی نمک حلالی کیوجہ سے کیے کیونکہ وہ نوکر تھا لیکن ہارون الرشید نے اُسکی حد سے بڑھکر قدردانی کی اور سلطنت کے تمام سیاہ اور سپید کا مالک کر دیا۔ یحییٰ نے کمال ہوشیاری اور نمک حلالی سے کار وزارت انجام دیا۔ جب یحییٰ ضعیف ہوگیا ہارون الرشید نے اُسکے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر کو یکے بعد دیگرے اپنا وزیر بنایا۔ اور جعفر پر بے نہایت عنایت مبذول کی اور مہمات سلطنت پر کلّی و جزوی اختیار اور اقتدار اسکو عطا کیا۔ لیکن تقدیری یا اتفاقی طور سے جعفر سے چند ایسی پولیٹکل غلطیاں سرزد ہوئیں اور خلیفہ کی نسبت جعفر نے ایسے ناگوار کلمات کہنا شروع کیے کہ مجبوراً ہارون الرشید نے بدظن ہوکر اُسکو قتل کرا دیا۔ بعض لوگ قتل جعفر کے لیے اِس خلیفہ کی کارروائی پر ایک بدنما دھبّہ ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن پولیٹکل رمزشناس غور کر سکتے ہیں کہ جعفر قتل کیوں کیا گیا۔ اگر یہ نہ کیا جاتا تو استحکام سلطنت کے لیے اور کونسی تدبیر تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ مامون الرشید نے بھی اپنے وزیر ذوالریاستین یعنے فضل بن سہل کو جسنے کہ مامون کے خلیفہ ہونے اور بقاء سلطنت میں بڑی کوشش کی تھی قتل کرا دیا تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وزراء قوت پاکر کبھی ایسے امور کر گزرتے تھے یا کرنے والے ہوتے تھے کہ جس میں بادشاہِ وقت کو اپنی سلطنت اور نیز اپنی جان عزیز کا اسقدر خوف ہوجاتا تھا کہ وہ سوائے اسکے کہ وزیر کو قتل کرا دیں اور کوئی چارہ اپنی سلطنت

یا اپنی جان کے بچاؤ کا نہیں دیکھتے تھے چنانچہ اسکی تصدیق خود خلیفہ مامون الرشید کی پولیٹیکل تقریر سے ہوتی ہے جو ذیل میں درج ہے۔

خلیفہ مامون کی پولیٹیکل تقریر۔

"بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکانِ دولت کے ساتھ جو باتیں کرگزرتا ہے عوام ہرگز اُس کا انصاف نہیں کرسکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریاں کیں ہیں اُنکے بار سے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہوسکتی وہ بے تکلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا لیکن اُنکو کیا معلوم ہے کہ اُسکے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہیں اَب بادشاہ دو مجبوریوں میں گھر جاتا ہے نہ اِس راز کو عوام پر ظاہر کرسکتا ہے اور نہ اُس وزیر سے درگزر کرسکتا ہے۔ مجبورانہ وہ کرگزرتا ہے جو ظاہر میں نہ کرنا چاہیئے۔ وہ جانتا ہے عوام تو کیا خواص بھی اُسکو معذور نہ رکھیں گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہیں کرسکتی"

قتل سادات اور علویین کا اگرچہ اُس پر الزام ہے لیکن صاحب مصنف المامون و دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ یہ تمام معاملات پولیٹیکل تھے اور ایسی مجبوری تھی کہ جس سے کسی خلیفہ کو مفر نہیں ہوسکتا تھا تاہم ہارون الرشید نے سادات پر ایسا ظلم نہیں کیا جیسا کہ خود سادات نے اپنی چند روزہ حکومت میں عباسیوں پر کیا تھا۔ شعر

که شهاں از پئے آں خون برادر ریزند		شربت سلطنت و جاه چناں شیرین ست

ہارون الرشید نے اپنی سلطنت اپنے دو بیٹوں پر منقسم کردی تھی مگر جس خوف سے تقسیم کی تھی وہی پیش آیا یعنے اُسکی وفات کے بعد سلطنت کے لئے دونوں بیٹوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ لیکن چونکہ ہارون الرشید کی زندگی میں اُن میں کوئی فساد نہیں ہوا اس لیے یہاں کچھ بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

گو مسٹر پامر نے تو سلطنت کی آمدنی یا فوج کی تعداد وغیرہ نہیں لکھی مگر تاریخ میں یہ باتیں بھی درج ہونا

ضروری ہیں۔ اسلیے ہم نے بہ کمال تلاش و تجسّس ضمیمجات میں یہ سب باتیں تحریر کر دی ہیں اور آخر ضمیمہ میں ایک فہرست تمام خلفاے راشدین و خلفاے بنی اُمیہ و خلفاے عباسیہ و خلفاے عثمانیہ کی لکھی گئی ہے۔

التماس مترجم

ایہا الناظرین! آخر دیباچہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کو جسقدر عروج ہوا تھا یہ سب علم و ہنر کیوجہ سے تھا دیکھو! یورپ والوں نے مسلمانوں کے علوم کے ذلہ ربا ہوکر انہیں جو ترقی کی تو آج اوجِ اقبال اور عروج کے آسمان پر چڑھے ہوئے ہیں اور تاریخ سے ثابت ہے کہ جس قوم نے علم سے شوق اُٹھالیا وہ حضیض ادبار میں پنہاں ہوکر معدوم ہوجاتی ہے گو ہندوستان کے مسلمانوں نے زیر سایۂ گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ علوم و فنون کی طرف بہت کچھ میل کیا ہے مگر ابھی تک اِس بات کی ضرورت اشد ہے کہ وہ تحصیلِ علوم فنون کی طرف اپنے اسلاف کی مانند زیادہ تر کوشش کریں کیونکہ دینی اور دنیوی ترقی اور بہبودی کا باعث و ذریعہ یہی علم و ہنر ہے۔

یکم نومبر ۱۸۹۹ع
مطابق
۲۶ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ قدسی

خاکسار محمد مصباح الدین احمد مترجم "محاربۂ فرانس و پرشیا" و مؤلف "الہارون"
خلف حافظ محمد یوسف صاحب مالک موضع بھینسوال تحصیل پانی پت ضلع کرنال متوطن قلعہ رہتک
ضلع رہتک

تمہید

خلافت کی ابتدا اور اُس کا عروج

انحضرت صلعم کی پشین گوئی۔

محمد صاحب (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) نے بعد بعثت نبوت اپنی پیغمبرانہ وحی یا سچی پولیٹکل (تدبیر ملکی) تمیز و عقل سے ایک روز قوم عرب کو مجتمع کر کے بطور پشین گوئی[1] یہ بات ارشاد فرمائی۔ کہ قدیم سلطنت فارس اب زوال پذیر ہے اور چند روز میں بالکل معدوم ہو جاویگی۔ اسیطرح سلطنت رومۃ الکبریٰ جو شام اور عرب تک پھیلی ہوئی ہے اُسکے اختتام کا زمانہ بھی قریب آپہنچا ہے اَب اِن دونوں سلطنتوں کی شان و شوکت دولت و ثروت تمھارے ورثہ میں آویگی جیسا کہ وہ معبود برحق وسیے ہمتا اپنی کتاب مقدس میں فرماتا ہے کہ ان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسکو چاہے اُسکا وارث کر دیتا ہے اور قرآن شریف کی ۶ سورت میں فرماتا ہے کہ[2] سمجھنے

---

[1] جناب رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور عرصہ قلیل میں عرب ان سب ملکوں کا قابض ہو گئے۔ ۱۲ مترجم عفی عنہ

[2] یہ آیت شریف سورہ انعام میں ہے۔ الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکناھم فی الارض مالم نمکن لکم و ارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکناھم بذنوبھم وانشأنا من بعدھم قرنا آخرین ٥

روئے زمین پر بہت سی قومیں آباد کیں آسمان سے اُنکے لیے بارش برسائی اور زمین سے نہریں نکالیں۔ اور جب اُنھوں نے گناہ کیے تو ہمنے اُنکو برباد کر ڈالا اور دوسری قومیں پیدا کیں" حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ اگر بعد ہمارے قابض ہونے کے تم سے بھی وہی خطائیں ظہور میں آئیں جو ان ہر دو سلطنت کے زوال کا باعث ہوئیں تو تمکو بھی یہی روز دیکھنا ہوگا۔

خلیفہ ہارون رشید کی سوانح عمری

ناظرین کو اس کتاب کے ذریعہ سے اسلامی سلطنت کی اعلیٰ شان و شوکت اور بادشاہان اسلام کا دبدبہ و عظمت اُس زمانے کی دکھانا مقصود ہے کہ جس زمانے میں اسلامی سلطنت کمال عروج پر تھی اس لیے اُن شہنشاہوں میں سے ایک سب سے زیادہ مشہور و معروف شہنشاہ یعنی خلیفہ ہارون الرشید کے عہدِ سلطنت اور دورانِ حکومت کے واقعات اس کتاب میں ظاہر کیے جاوینگے جسکے نام سے یورپ کے ذی علم اصحاب خوب واقف ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر یہ بات ضروری ہے کہ جہانتک ممکن ہوسکے مختصراً اس بات سے بھی واقفیت حاصل کرلینا چاہیے کہ مسلمانوں کی حکومت کی ابتدا کسطور سے ہوئی اور کس ذریعے سے اُسکو عروج ہوا۔

عربوں کے مختصر حالات بزمانۂ جاہلیت

عربکا زمانۂ جاہلیت

قوم عرب حضرت محمد صاحب (صلعم) کے زمانے سے پیشتر سے ایک بہادر و مضبوط قوم تھی اُسکی عادت اور طرز معاشرت یکساں رہی کبھی نہیں بدلی۔ اُن میں گھر کا بڑا بوڑھا اپنے سب گھرانے کا سردار ہوا کرتا تھا۔ عرب ریگستان کی خالص اور قوت دینے والی آب و ہوا میں رہنے کے باعث سے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑے بڑے شہروں میں اکٹھے رہنے اور آبادی میں سکونت پذیر ہونیکی اُنکی عادت نہ تھی اور نیز دنیا کی نعمتوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ دنیا کی نعمتوں سے صرف اُونٹ۔ بھیڑ۔ اور خیمہ اپنی قوت بسری اور آسایش کے لیے کافی سمجھتے تھے اس لیے عرب ہمیشہ

آزاد اور سادہ مزاج اور طاقتور رہے۔ دوسری اقوام کی مانند جو قدرتی اشیا پر دلدادہ ہیں

عرب کی شاعری

عرب بھی فن شاعری کے بڑے شائق تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اُن میں شاعری کا فطرتی مادہ تھا۔ شعر و شاعری کے ذریعے سے عرب اپنے تمام خیالات کا اظہار اور واقعاتِ ملک کا بیان کیا کرتے تھے۔ درحقیقت اُن کا علم و ادب یہی تھا گو یہ ضبط تحریر میں نہیں آتا تھا لیکن عوام کو اسکے سننے سے اسقدر فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ دوسری وحشی اور جاہل اقوام کی طرح عربوں سے اکثر جاہلانہ خطائیں اور وحشیانہ باتیں سرزد نہیں ہوتی تھیں۔ عربوں کا مقولہ ہے کہ ہماری کتابیں تو ہمارے شاعروں کی شعریں اور نظمیں ہیں۔ اُنکا یہ قول درست تھا اِس لیے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد جبکہ اُنکے شاعروں کے بہت سے نظم اور کلام ضبطِ تحریر میں لائے گئے تو اُن سے اُنکے ملک کی تواریخ اور رسم و رواج۔ اطوار۔ عادات کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے عربوں کی شعریں اُنکے طرز معاشرت کے مضامین سے پُر ہوتی تھیں اور جس بحر میں وہ شعر کہتے تھے یا جس قافیہ کو وہ باندھتے تھے وہ سب ریگستانی لَے کے موافق ہوتے تھے یا یوں سمجھنا چاہیے کہ سُنسان ریگستان کے ویرانے میں سفر کرتے ہوئے عرب اپنے خیالات زور زور سے کہتے چلتے تھے اور جبکہ یہ خیالات بصورت الفاظ زبان پر آجاتے تھے تو اُنکو اپنے اُونٹ کے قدم اُٹھانے یا رکھنے کے وقت یا خود اپنے قدموں کے اُٹھانے اور رکھنے کے درمیانی وقفہ کے لحاظ سے بحریں بنا کر اپنے شعروں کو موزوں کر لیتے تھے۔

عرب آزادی کے بڑے شایق ہیں

عرب آزادی کے اسقدر شایق ہیں کہ وہ کسی گورنمنٹ یا حکومت کے قوانین یا قواعد کی پابندی نہیں کرتے اور بعض اوقات باہمی طرز معاشرت کے قاعدہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ خصوصاً بدوی فرقہ تو سوائے اپنے ولکی تابعداری کے اور کسی حکومت کی اطاعت نہیں کرتا۔ اگر کوئی قوم کسی شیخ یا بزرگ کو اپنا سرگروہ مقرر کرتی ہے تو اُسکی اطاعت مثل رئیس یا حکمران کے

نہیں کرتے۔ شیخ کو قوم صرف یہ اختیار عطا کرتی ہے کہ وہ اُن کا قائم مقام ہو کر بشرطیکہ کوئی موقعہ پیش آجاوے دوسری قوم سے تجارت وغیرہ کے متعلق یا دیگر اُمور میں گفتگو کرلے یا یہ کہ جہاں کہیں قافلہ قیام کرے تو شیخ کا خیمہ اچھی جگہ پر قائم کیا جاوے۔ اور اگر کوئی مہمان آوے تو شیخ اُسکی ضیافت اپنے ہی صرف سے کرے۔

عکاظ

جبکہ محمدؐ صاحب پیدا ہوئے تو اُس زمانے میں ملک عرب کا یہ حال تھا کہ ہر قوم کا قبیلہ قبیلہ علیحدہ علیحدہ ہو رہا تھا۔ لوٹ مار کا بہت شوق تھا۔ جسکی وجہ سے قوموں میں ہمیشہ خانہ جنگیاں اور مستقل طور سے لڑائیاں رہا کرتی تھیں۔ بت پرستی کا تمام ملک میں رواج عام ہو گیا تھا۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ بُت تھا اور علیحدہ علیحدہ صفتیں اُس سے منسوب کیجاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ تجارت کی ضروریات اور باہمی خرید و فروخت کی احتیاج کی وجہ سے اب اِس بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ تمام قومیں ایک جگہ جمع ہوا کریں اور سب قوموں میں آپس میں یہ قرار پاگیا کہ شہر مکہ (شریف) کے علاقہ میں چونکہ اس شہر میں نہایت مقدس ترین زیارت گاہ کل اقوام عرب کی واقع ہے ایک مشترک مجمع تمام قوموں کا ہوا کرے چنانچہ ایک میلہ مقام عُکاد* میں سال بھر میں ایک بار بھرنے لگا۔ کہ

---

* مسٹر پامر نے عکاد لکھا ہے مگر صحیح لفظ عکاظ ہے عرب میں زمانہ جاہلیت میں یہ ایک بازار سالانہ لگا کرتا تھا۔ گو مسٹر پامر نے ایک ہی بازار عکاظ کا حال لکھا ہے لیکن عرب میں اِس قسم کے سالانہ چار میلے یا بازار لگا کرتے تھے۔ بقول پامر صاحب عکاظ کوئی مقام یا قصبہ نہیں ہے صرف بازار کا نام ہے یہ بازار اُس صحرا میں بھرتا تھا جو درمیان شہر نخلہ اور طائف کے شہر فتق کی طرف واقع ہے اور طائف سے دس کوس کے فاصلہ پر تھا علاوہ اسکے تین بازار زمانہ جاہلیت میں لگا کرتے تھے۔ ذوالمجاز۔ مجنہ۔ حباشہ۔ یہ سب بازار ایام مقررہ پر سال بھر میں ایک بار لگا کرتے تھے انہیں سے دو کا ذکر بخاری شریف کی اس حدیث میں بھی ہے قال ابن عباس رضہ کان ذوالمجاز والعکاظ متجر الناس فی الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام کانہم کرہوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج ترجمہ فرمایا ابن عباسؓ نے کہ تھا ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہ جاہلیت میں۔ پھر جب اسلام آیا صحابہ کرام نے مکروہ جانا اسکو یعنی اُس میں سودا سلف کرنیکو یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت شریفہ کہ نہیں تم پر گناہ یہ کہ لو اپنے رب کے فضل کو ایام حج میں انتہیٰ۔ عکاظ کا بھرنا غرۂ ماہ ذیقعدہ سے شروع ہوتا تھا اور بیس روز تک رہتا تھا اس میں قبائل عرب کے نزدیک و دور کے مجتمع ہوتے اور خرید و فروخت اور جلسہ کرکے اشعار فخریہ اپنی قوم کے فضائل میں پڑھتے اور اپنے باپ دادا کی ثنائیاں بیان کرکے ایک دوسرے پر تفاخر ظاہر کرتے یہانتک کہ ایسی جہالت کی باتوں پر کٹ مرتے تھے اور ان لڑائیوں کو فجار کہتے ہیں۔ اور ایسی چار لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ ادیم عکاظی بھی اسی میلہ کی وجہ سے مشہور ہوئی۔ مصلح۔

جس میں کل قومیں آکر شریک ہوتی تھیں اور نیز ایسے مقام میں شعرا، فصحا اور بلغاءِ عرب آپس میں جلسہ کرکے شعر و شاعری و طبع آزمائیوں پر بحثیں کیا کرتے اور دادِ سخن دیا کرتے تھے۔ عربوں کے یہ علمی مباحثے زمانۂ قدیم کے یونانیوں کے اولمپک* کھیلوں کی مانند متفرق قوموں کے درمیان قومی اتفاق و اتحاد اور خیال یگانگت کو ہر سال تازہ اور مضبوط کردیا کرتے تھے۔

عربوں کی سوشل حالت پر عکاظ کا اثر

اس قسم کے جلسوں کے انعقاد سے دو نتیجے پیدا ہوئے کہ جن کی وجہ سے بھی محمد صلعم صاحب کو اشاعتِ اسلام اور ترویج مذہب میں کامیابی ہوئی۔ اول تو یہ کہ قوم قریش جس سے محمد صاحب علاقہ رکھتے ہیں کعبۂ شریف کے ہر چہار جانب ارد گرد آباد تھی اور کعبہ تمام عربوں کی مقدس قومی عبادتگاہ ہمیشہ سے ہے جس کا کچھ تذکرہ اوپر کے فقرے میں کردیا گیا ہے۔ اس سبب قوم قریش اس عمارت اقدس کی قدرتی طور سے محافظ اور متولی مقرر تھی اور اسی متولیت کی وجہ سے زمانۂ قدیم سے قوم قریش کو کل دیگر اقوام عرب پر عظمت اور بزرگی حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ تمام اقوام عرب قوم قریش کے علاقہ میں مجتمع ہوکر فصاحت اور بلاغت اور شعر و شاعری میں اپنے اپنے ہنر اور ہوشیاری کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس لیے قوم قریش کی زبان اصلی زبان عربی ٹھیری کہ جس کی محاورے کے شعروں اور نظموں وغیرہ میں سند دیجانے لگی۔ اور عرب کے دیگر اقوام کے جو محاورات تھے وہ بھی قوم قریش ہی کے محاورے سمجھے جانے لگے۔ اس سے معلوم ہوا

---

* یونان میں بزمانۂ قدیم کوہ المپیا کے دامن میں ایک میلہ ہر پانچویں سال بھرا کرتا تھا تمام شہروں سے یونانی اس میں آکر شریک ہوا کرتے تھے آپس میں ہر قسم کے کھیل اور کود مثلاً دوڑنا۔ گاڑیاں دوڑانا۔ بھاری وزن کے لوہے کا حلقہ ایک ہاتھ سے دور اٹھاکر پھینکنا اور کشتی وغیرہ وغیرہ کھیل ہوا کرتے تھے۔ فصیح اشخاص اپنی تقریریں سنایا کرتے تھے۔ صرف پانچ دن تک یہ میلہ رہا کرتا تھا۔ یونانیوں نے اپنا سنہ و تاریخ بھی اسی میلہ کے شمار پر مقرر کرلیا تھا۔ مثلاً کسی واقعے کو یوں تحریر کرتے کہ یہ واقعہ فلانے اولمپک کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے سال میں واقع ہوا۔ یہ میلہ ۷۷۶ برس قبل حضرت عیسیٰ اور دوسرا ۷۷۲ برس قبل مسیح منعقد ہوا ۳۹۴ برس قبل مسیح یہ میلہ بھرنا موقوف ہوگیا۔ ۱۲

مصباح احمد۔ مترجم

کہ مقامی تعلقات اور قومی حالات اور معاشرتی معاملات ایسے آپڑے تھے کہ قوم قریش سے اگر کسی بڑے کام یا اظہار رائے وغیرہ کی تحریک ہوتی تو یہ سب امور اسکی کامیابی کے مؤید موجود تھے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے اطوار و وحشیانہ رسمیں۔

یہانتک تو عربوں کے حالات کی تصویر بڑی خوبصورت و روشن ہے لیکن اس تصویر میں ایک تاریک پہلو بھی ہے۔ اخلاق کی شائستگی اور تہذیب کی روشنی اُن میں ہنوز نہیں پھیلی تھی۔ اور گو انکی حالت دیگر غیر مہذب اور وحشی اقوام سے بدرجہا بہتر تھی تاہم اُن میں اصنام پرستی اس قسم کی تھی کہ سینکڑوں بتوں کو اپنا معبود اور خالق بنا رکھا تھا علاوہ ازیں شراب خواری۔ اور قماربازی تیروں کے ذریعے سے فال اور شگون لینا۔ کثرت ازدواج۔ قتل انسان اور دیگر بہت سی خراب عادتیں اُن میں بہت مروج تھیں۔

وئید البنات دفن دختران زندہ

منجملہ عربوں کے وحشیانہ رسم و رواج کے غالباً سب سے بدتر یہ دستور تھا کہ وہ اپنی دختروں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ زمانہ حال میں بھی بدوی فرقے کے عرب دختروں کے پیدا ہونے کو بجائے برکت کے اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کے شمار میں اپنی دختر کو ہرگز نہیں گنتے۔ حضرت محمدؐ صاحب کے زمانے سے پیشتر دختروں کو زندہ دفن کرنیکی رسم بہت ہی مروج تھی اور اس دستور کو عرب وَئِیدُ البَنَات کہا کرتے تھے۔ ابتک بھی بعض قوموں میں دختریں نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ عربوں کی ایک ضرب المثل تھی کہ بہترین داماد قبر ہے اور باپ ہی اپنی دختر کو اپنے ہاتھ سے اکثر قتل کیا کرتا تھا۔

ایک عرب سردار مسمی عثمان کی رقت

عثمان ایک عرب سردار کا ذکر ہے کہ سوائے ایک موقعہ کے اسکی آنکھوں سے کبھی آنسو نہیں نکلے اور وہ موقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی چھوٹی سی دختر کو زندہ دفن کر رہا تھا دفن کے وقت کچھ قبر کی مٹی اسکی ڈاڑھی پر لگ گئی۔ صغیر سن دختر نے جوش محبت پدری کیوجہ سے اپنے باپ کی ڈاڑھی پر سے مٹی اپنے ہاتھ سے ہٹا دی۔ اس خورد سال بچے کا جوش محبت دیکھکر یہ سنگدل باپ

اُس وقت بہت رویا اور اُسکو بڑی رقت ہوئی۔

آنحضرت کا عربوں کی وحشیانہ رسموں کا ترک کرانا۔

محمد صاحب نے اِس وحشیانہ رسم اور مذموم رواج کے ترک کردینے کے لیے بڑے فصاحت و بلاغت آمیز حکم میں اپنے غصہ کا اظہار فرمایا اور قوم عرب کو وہ تمام عذاب بتلائے جو حشر کے دن نازل ہونگے اور فرمایا کہ اُس دن کیا جواب دوگے جبکہ دختروں کی بابت جنکو زندہ دفن کردیتے ہو اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا اور استفسار ہوگا کہ کس جرم کی سزا میں تم نے اُنکو مار ڈالا تھا[۵] بالآخر حضرت محمد صاحب کی ہدایت اور نصیحت سے عربوں نے یہ مذموم رسم ترک کردی۔

حجر اسود اور کعبہ کے ۳۵۰ بتوں کا ذکر

بت پرستی کا یہ حال تھا کہ خاص کعبہ میں جو عربوں کی مقدس ترین جگہ ہے تین سو پچاس بت رکھے ہوئے تھے اور منجملہ انکے وہ مشہور پتھر حجر اسود بھی تھا جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔ حجر اسود اصل میں سفید تھا لیکن مشہور ہے کہ گناہگار زایرین کی بوسہ دہی سے اب حجر اسود سیاہ ہوگیا ہے۔

کعبہ شریف کی تولیت۔

کعبہ کی متولیت اور قوم قریش کی سرداری جس زمانے میں کہ ایک سردار قریش عبد مناف کو متعلق تھی اُس زمانے میں اہل حبش نے ملکِ عرب پر حملہ کیا عبد مناف کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عبد شمس اور چھوٹے کا ہاشم تھا۔ قدیم زمانے سے جو یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جب متولی کعبہ و سردار قومِ قریش مرجاتا تو اُسکا بڑا بیٹا اُس کا جانشین ہوا کرتا تھا عبد مناف کے مرنیکے بعد قدیمی دستور اور معمولی طور سے متولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش اُسکے پسر کلاں عبد شمس کو پہنچتی لیکن عبد مناف نے اپنے پسر کلاں کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے ہاشم کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب فوج حبش نے ملک قریش پر حملہ کیا تو اُنکے دفعیہ کے لیے عبد مناف نے اپنے پسر ثانی ہاشم کو ایک لشکر کا افسر مقرر کرکے روانہ کیا ہاشم نے فوج حبش کو شکست دیکر اُس کو پسپا کیا اور

[۵] واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت ۱۲ مصباح مترجم

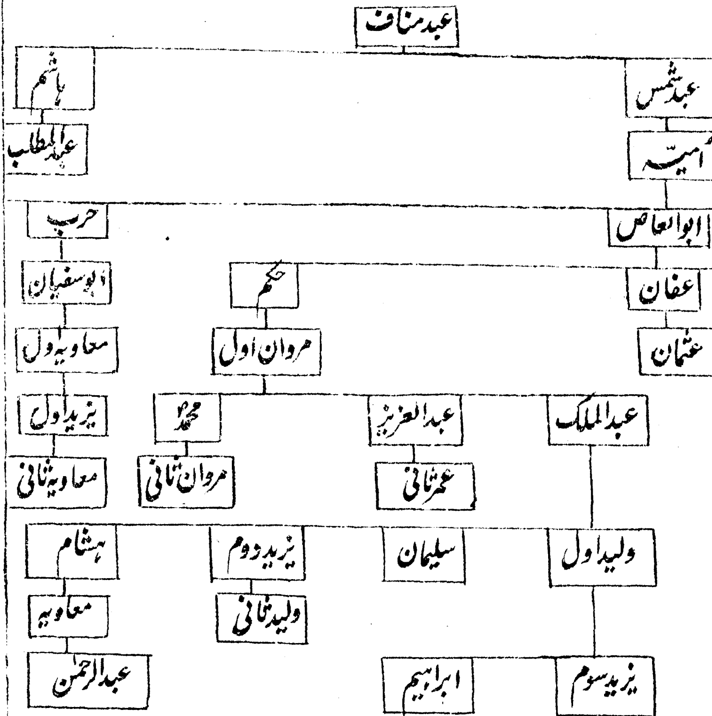
مظفر و منصور ہو کے عبد مناف کی خدمت میں حاضر ہو۔ عبد مناف نے اِس فتح اور بہادری کے صلہ میں ہاشم کو متولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش کی عطا کی اور عبد شمس اپنے پسر کلاں کا حق نظرانداز کر دیا اسی وجہ سے ہاشم اور عبد شمس کے خاندان میں بڑی دشمنی پڑ گئی۔ عبد شمس کا بیٹا اُمیّہ تھا۔ اُسکی اولاد نے دمشق میں حکومت کی اور خلفاء اُمیّہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اور ہاشم کے پسر یعنے عبدالمطلب کے تین* بیٹے ہوئے اول عبداللہ جو پیغمبر صاحب کے والد ہیں۔ دوسرے عباس جو خلفائے عباسیہ بغداد کے مورث ہیں۔ تیسرے ابو طالب پدر علی۔ اور علی کی شادی پیغمبر صاحب کی دختر فاطمہ رض سے ہوئی تھی۔ اُنکی اولاد نے مصر اور افریقہ میں حکومت کی اور خلفائے علوی اور فاطمی مشہور ہوئے۔

ناظرین کی آگاہی کے لیے خلفائے اُمیّہ و خلفائے عباسیہ اور خلفائے علوی اور فاطمی کا علیحدہ علیحدہ شجرۂ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

* کتاب درج الدرر میں مرقوم ہے کہ عبدالمطلب کے تین زوجہ تھیں اُن سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں عبدالمطلب کے ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ[1]۔ ابو طالب[2]۔ زبیر[3]۔ عبدالکعبہ[4]۔ حمزہ[5] سیدالشہدا۔ مقوم[6]۔ حجل[7] (عرف عبدوس) عباس[8]۔ ضرار[9]۔ قثم[10]۔ حارث[11]۔ ابولہب[12] اور دختروں کے نام یہ ہیں۔ بیضا[1]۔ امیمہ[2]۔ برہ[3]۔ عاتکہ[4]۔ صفیہ[5]۔ اروی[6]۔ کذا فی المواہب۔ مسٹر پامر نے بارہ بیٹوں کے بجائے تین ہی لکھے ہیں۔ یہ غلط ہے ۱۲ مصباح۔ مترجم۔

شجرۂ نسب خاندان بنی امیہ

شجرۂ نسب خاندان بنی امیہ



یہ اندلس یا ہسپانیہ میں خلیفہ ہوئے

شجرۂ نسب خاندانِ عباسیہ

شجرۂ خاندان خلفائے بنی عباسیہ حسب ذیل ہے

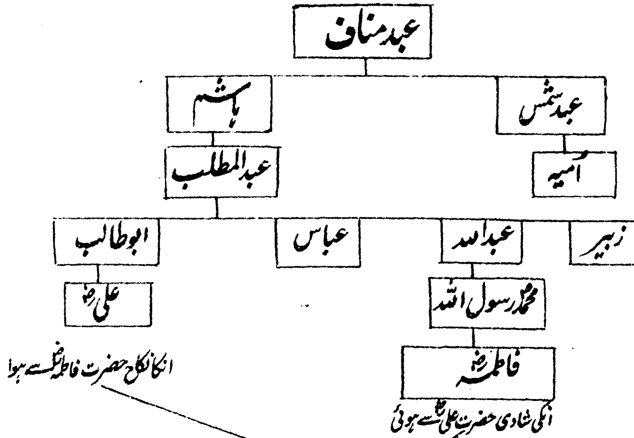
(خاندان عباسیہ)

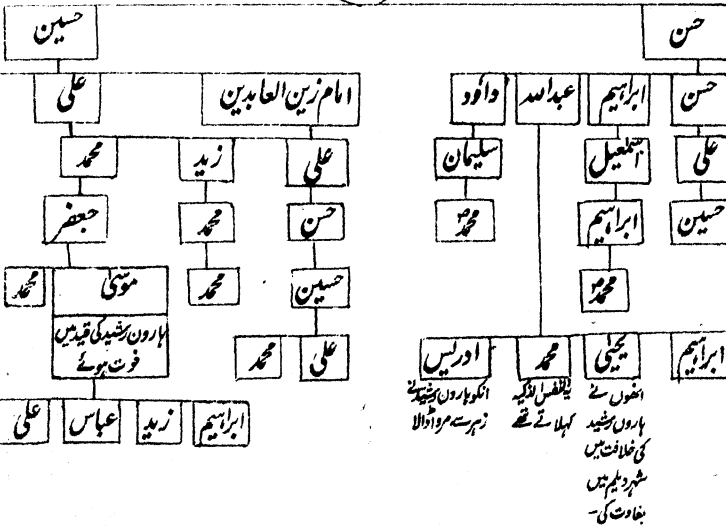
- عبدمناف
  - عبدشمس
    - امیہ
  - ہاشم
    - عبدالمطلب
      - زبیر
        - عبداللہ
      - عبداللہ
        - محمد صلی اللہ علیہ وسلم
          - فاطمہ رضؓ — انکی شادی حضرت علی رضؓ سے ہوئی
      - عباس
        - عبداللہ ابن عباس رضؓ
          - علی رضؓ
            - صالح عبدالملک
            - محمد
              - السفاح (ابوالعباس عبداللہ) — پہلا خلیفہ
              - موسیٰ
                - عیسیٰ — ہارون الرشید نے انکو مروا ڈالا
              - منصور (ابوجعفر عبداللہ) — خلیفہ دوم
                - مہدی (ابوعبداللہ) — خلیفہ سوم
                  - ہادی (ابوموسیٰ) — خلیفہ چہارم
                  - ہارون الرشید (ابوجعفر) — خلیفہ پنجم
            - سلیمان
              - محمد — ہارون الرشید نے بعد انکی وفات کے انکی جائداد ضبط کرلی
      - ابوطالب
        - علی رضؓ — انکا نکاح فاطمہ رضؓ سے ہوا

شجرۂ نسب خاندان علوی اور فاطمی کا حسب ذیل ہے

(خاندان علوی و فاطمی)

شجرۂ نسب خاندان علوی و فاطمی۔





حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر عرب کی کُل قومیں اپنی سابقہ حالت اختیار کرلیتیں یعنی وہاں طوائف الملوکی ہوجاتی۔ اگر وہاں عمرؓ جیسا ایک بہادر شجاع۔ جری۔ مضبوط۔ اور مستقل حامی مذہب اسلام کا نہوتا۔ عمرؓ پیغمبر صاحب کے خسر بھی تھے۔ انکی بہادری اور صولت اور دبدبہ سے سب قومیں متفق و متحد رہیں اور مذہب اسلام میں کسی قسم کا فتور نہیں آنے پایا۔

حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر چار شخص خلافت کے دعویدار تھے[۱] اوّل تو علیؓ جو پیغمبر صاحب کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے۔ پیغمبر صاحب کی چھوٹی دختر فاطمہؓ سے اُن کا نکاح ہوا تھا۔ دوسرے ابوبکرؓ جو حضرت محمد صاحب (صلعم) کے خسر تھے اور بی بی عائشہ کے باپ تھے۔ تیسرے حضرت عمرؓ جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے یہ بھی پیغمبر صاحب کے خسر تھے اور حفصہؓ کے باپ تھے۔ چوتھے عثمانؓ جو بنی امیہ میں سے تھے یہ بھی محمد صاحب (صلعم) کے داماد تھے۔ بعد اسلام لانے کے حضرت محمد صاحب کی دو دختروں سے یکے بعد دیگرے اُن کا نکاح ہوا تھا۔ حضرت محمد صاحب کی جانشینی کے جائز[۲] وارث اور مستحق درحقیقت حضرت

---

[۱] مسٹر پامر کا بیان غلط ہے کہ یہ چار شخص دعویدار خلافت تھے۔ ان میں سے ایک نے بھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد جمہور مسلمانوں کی رائے سے خلیفہ اول جس طرح منتخب ہوئے وہ حال خلیفہ اول کے حال کے نوٹ میں مفصل مذکور ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

[۲] مسٹر پامر کی یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کہ رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز وارث حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے نہ کوئی ارث ہے نہ وارث۔ اور منشا اس حدیث کا نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث ما ترکنا صدقۃ صاف یہی ہدایت کرتا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث پر عمل فرما کر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دلایا۔ حالانکہ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہوکر اس باغ کا دعویٰ کیا تھا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی تھی اور شائبہ دنیاوی ورثہ ترکہ کی لاگ لپیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل پاک اور صاف تھے۔ ۱۲ مصباح مترجم

علیؓ تھے۔ لیکن حضرت عائشہ کی نسبت جو بہتان[۵] اور تہمت لوگوں نے لگائی تھی اُس میں حضرت علیؓ

حدیث افک

[۵] عرب میں یہ بہتان بنام حدیث افک مشہور ہے۔ یہ واقعہ افک سال پنجم ہجری میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب ارادہ سفر کا کرتے اپنی ازواج مطہرات کے نام کا قرعہ ڈال لیا کرتے جس کا نام نکلتا اُسکو سفر میں ساتھ لیجاتے۔ پس آنحضرت اس سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو اپنے ساتھ لیگئے اور چونکہ یہ غزوہ بعد نزول آیت حجاب کے تھا اس لیے حضرت عائشہ کے لیے ایک پردہ دار ہودہ سا بنایا گیا۔ عائشہ رضؓ اُس میں سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب آنحضرت صلعم بعد فتح اِس غزوہ سے واپس لوٹے اور قریب مدینے کے پہنچے ایک رات حسب معمول کوچ کے لیے آواز دی گئی۔ سب اُٹھے اور روانگی کے لیے تیاری کرنے لگے حضرت عائشہ رضؓ اُٹھ کر استنجے کو تنہا گئیں جب وہاں سے فارغ ہو کر آئیں تو اپنے گلے میں اپنا ہار نپایا اور وہ ہار اظفار کے دانوں کا تھا۔ اظفار ایک قسم کا سیاہ اور سپید عقیق کا پتھر مثل سنگ سلیمانی کے ہوتا ہے۔ فارسی میں اُسکو باباغوری کہتے ہیں عائشہ پھر لوٹ کر اُسکو ڈھونڈنے جہاں استنجے کو گئیں تھیں وہیں گئیں اِس سے اُنکو کچھ دیر لگی جب ہار ملگیا تو واپس آئیں لشکر کوچ کر گیا تھا اور جو لوگ ہودج کو اُٹھایا کرتے تھے اُنھوں نے ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر لاد لیا اس گمان سے کہ عائشہ رضؓ اُس میں ہونگی۔ حضرت عائشہ کم خوراک اور نہایت دبلی تھیں اس سبب سے کجاوہ رکھنے والوں کو اُنکے ہونے یا نہونے کی خبر کچھ نہیں ہوئی حضرت عائشہ نے جب لشکر میں کسیکو نپایا خیال کیا کہ جب آں حضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو نپاوینگے تو تلاش کے لیے آدمیوں کو ضرور بھیجیں گے اسلیے یہ اپنے مقام پر جا کر سو رہیں ایک صحابی صفوان بن معطل سلمی ذکوانی تھے وہ لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے آنحضرت صلعم نے اُنکے ذمہ یہ خدمت سپرد کر رکھی تھی کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہ جایا کرے یا گر پڑا کرے تو وہ اُس کو اُٹھا کر اُسکے مالک کو پہنچا دیتے تھے۔ جس جگہ حضرت عائشہ تھیں اُس جگہ یہ صبح ہوتے پہنچے اور اُنکو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ آیتِ حجاب کے نزول سے پہلے اُنھوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا تھا۔ صفوان نے اُنکو مردہ جانکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ عائشہ رضؓ اِس آیت استرجاع کے پڑھنے سے جاگ گئیں اور اپنا مونہ چھپا لیا اور اُسنے کچھ کلام نہیں کیا۔ اُنھوں نے اُونٹ سے اُتر کر اُونٹ کو بٹھایا اور حضرت عائشہ اسپر سوار ہوگئیں اور صفوان پیدل مہار پکڑ کر چلے اور قریب دوپہر کے آنحضرت صلعم کے لشکر میں پہنچ گئے۔ مروی ہے کہ جب گزر اُن کا منافقین کی فرودگاہ پر ہوا کہ عبداللہ بن اُبی منافق اور اُس کے تابعین وہاں اُترے ہوئے تھے اُنھوں نے اپنی زبان افک میں حضرت عائشہ پر دراز کی اور عجیب یہ ہے کہ چند مومن بھی اُس میں شریک ہوگئے تھے ازانجملہ حسان بن ثابت شاعر اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اُم المومنین زینبؓ کی بہن وغیرہ تھے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وجاؤ بالافک عصبۃ منکم یعنی کیا بہتان ایک جماعت نے تم میں سے۔ عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینے میں پہنچے لوگوں میں اس بات کا چرچا تھا اور میں بیمار تھی مجکو خبر نہ تھی کہ مجھپر طوفان بندھا ہے (بقیہ بصفحہ آیندہ)

(بقیہ بصفحہ آیندہ)

نے جو محمد صاحب کو صلاح دی تھی وہ صلاح عائشہ کے موافق نہ تھی بدیں وجہ عائشہ رضؓ اُن سے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مگر مزاج مبارک حضرت صلعم کو اس بیماری میں اپنے سے متغیر پاتی تھی اور حیران تھی کہ کیا سبب ہے۔ جو لطف و عنایات آنحضرت مجھ پر اور بیماریوں میں کرتے تھے وہ اب کچھ بھی نہیں فرماتے مگر جب گھر میں تشریف لاتے گھر والوں پر سلام کرتے اور فرماتے کیسی ہے وہ بیمار تمھاری۔ صرف یہی پوچھکر تشریف لیجاتے اور میرے پاس نہ آتے نہ آکر بیٹھتے۔ میں بہت حیران تھی اور مجکو خبر نہ تھی کہ اسقدر کیوں بے التفاتی فرماتے ہیں۔ جب مجکو بیماری سے ذرا افاقہ ہوا تو میں ایک رات قضائے حاجت کے لیے ام مسطح کے ساتھ ایک میدان میں گئی اس لیے کہ اُس وقت تک بیت الخلائے گھروں میں نہ بنے تھے اور قضائے حاجت کے لیے ہم رات کو جنگل میں جایا کرتے تھے پھر وہاں سے پلٹتے وقت ام مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا وہ گر پڑی اور کہا تعس مسطح یعنے ہلاک ہو مسطح میں نے کہا بُری بات ہے تو گالی دیتی ہے اُس کو جو شریک ہوا تھا جنگ بدر میں۔ تب اُسنے کہا کہ اے عائشہ نادان نہیں سُنا تو نے کہ مسطح نے کیا کہا ہے؟ میں نے پوچھا کہ اُسنے کیا کہا ہے تب اُسنے خبر دی مجھے قول اہل افک سے۔ یہ بات سن کر میری بیماری اور زیادہ ہو گئی اور حمیت اور غیرت کی وجہ سے چکر آیا۔ اور میں بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تب اُٹھکر گھر آئی۔ حضرت صلعم کی خاطر مبارک میں اس بات سے بہت ہی خلجان تھا اکثر اوقات ملول خاطر گھر میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور وحی بھی اس عرصہ میں نہ آئی تھی تب آپنے مشورہ کے لیے علی رضؓ ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضؓ کو بلایا۔ اسامہ رضؓ نے میری پاکی کی تصدیق کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے اہل سے سوائے خیر و خوبی کے میں کچھ نہیں جانتا اور حضرت علی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ تنگ نہیں کیا تم پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو سوائے عائشہ کے اور بہت عورتیں ہیں اور دریافت کریئے حال اُن کا بریرہ سے کہ وہ اُنکی لونڈی ہے شب و روز اُنکی خدمت میں رہتی ہے وہ آپسے جو کچھ بات ہوگی سچ سچ عرض کر دیگی۔ بریرہ نے میری عصمت اور پاکدامنی کی شہادت دی اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم اُمورات خانگی میں کچھ مشورہ کرتے تو حضرت علی اور اسامہ بن زید سے ضرور مشورہ کرتے اور بعد ازاں ایک دن آنحضرت صلعم نے عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ تینوں سے پوچھا کہ تمھاری اس بات میں کیا رائے ہے۔ سب نے باتفاق یہی کہا کہ یہ بالکل بہتان اور طوفان ہے اور بالیقین یہ افترا منافقوں بے دینوں کا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ آپکے ہر حال کا نگہبان اور محافظ ہے تو ایسے فعل ناشایستہ سے آپکی زوجہ محترمہ کی کیونکر محافظت نکرے گا۔ جب آپنے یہ باتیں سنیں مسجد میں تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو میری مدد کرے اور انتقام لے اُس شخص سے کہ اُس سے مجکو میری اہل کے حق میں ایذا پہنچی۔ مراد اُس سے عبداللہ بن اُبی منافق سے تھی۔ اور فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نے اپنی اہل سے سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ کئی سردار قبیلوں کے اُٹھے اور اقرار کیا کہ ہم اُس شخص کی گردن مارینگے مگر آپنے اُس سے درگزر فرمایا اور مسجد سے اُٹھکر آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے ابھی آنحضرت اُس مجلس سے نہ اُٹھے تھے اور سب اہل مجلس اُسی طرح حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور آثار وحی کے ظاہر ہوئے باوجودیکہ سردی کے دن تھے چہرۂ مبارک سے بسبب وحی کے پسینا ٹپکتا تھا۔ جب فراغت پائی نزول وحی سے آنحضرت نے تبسم کیا اول کلمہ کہ آپنے فرمایا تھا یہ تھا کہ اے عائشہ بشارت ہو تجکو کہ اللہ تعالیٰ نے مبرا کیا

سخت ناراض تھیں۔ اس لیے علی (رضی اللہ عنہ) کی جانشینی روکنے کے لیے (حضرت) عائشہ نے اپنے تمام اقتدارات اور زور استعمال کیے اور بنی امیہ نے بھی عائشہ کی حمایت کرکے علی رضہ کے انتخابِ خلافت سے سخت مخالفت کی۔ لیکن ابوبکر رضہ کے[1] فوراً خلیفہ مقرر ہوجانے سے یہ سبب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) او متیری شان میں قرآن بھیجا اور اس تہمت سے پاک کیا۔ جو آیتیں حضرت عائشہ کے حق میں اتریں وہ دس آیتیں سورۂ نور کی ہیں اور وہ آیتیں یہ ہیں۔ ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم الخ جب پاکدامنی حضرت عائشہ صدیقہ کی نازل ہوئی آپ نے تہمت لگانے والوں کو بلاکر حد قذف جاری کی یعنے ہر ایک کو اسّی اسّی درّے مارے وہ چار آدمی تھے جنکے نام اوپر آچکے۔
واضح ہو کہ حضرت علی رضہ کا اول بار عائشہ رضہ کے مقدمہ میں مسابلہ کرنا اور کہنا کہ تنگ نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کام کو تم پر اور عورتیں سوا انکے بہت ہیں۔ اسلیے تھا کہ جب دیکھا انھوں نے کہ آنحضرت صلعم حرج اور حیرت اور تنگدلی میں ہیں تو واسطے دفع کرنے غم و اندوہ کے یہ بات کہی اور ایسی باتیں محبوں اور خیرخواہوں اور برادروں میں بہت ہوا کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو پاس خاطر علی رضہ کو ساتھ حضرت صلعم کے تھی وہ عائشہ رضہ کے ساتھ نہ تھی۔ مسٹر پامر کی یہ رائے بالکل درست نہیں ہے کہ عائشہ رضہ کو علی رضہ سے سخت نارضگی تھی اسی وجہ سے علی رضہ کو بعد آنحضرت کے خلافت نہیں ہوئی واضح ہو کہ صرف یہ معاملہ تھا جو بیان کیا گیا اور عائشہ رضہ حضرت علی سے بالکل رنجیدہ نہ تھیں اور خلافت کے معاملہ میں تو اُن کا بالکل ہی تعلق نہیں یہ مسٹر پامر کی خود رائی ہے۔ خلافت جس طرح سے خلفائے راشدین کو پہنچی وہ آیندہ نوٹوں سے ناظرین کو معلوم ہوگی۔ ۱۲ مصباح احمد۔ مترجم۔

[1] جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اہل بیت و اصحاب پر قیامت کا رنج و ملال ہوا۔ ہنوز تدفین کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ انصار نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر یہ تجویز کی ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر کرلیں۔ یہ خبر سنکر حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سقیفہ بنی ساعدہ کو حضرت علی اور حضرت عباس سے اجازت لیکر گئے۔ بنی ساعدہ انصار میں ایک قبیلہ ہے اُس قبیلہ میں ایک مکان بطور چوپال کے تھا وہی سقیفۂ بنی ساعدہ کہلاتا تھا۔ وہاں ہنگامہ برپا تھا۔ سعد بن عبادہ نام ایک انصار ایک اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے اپنی خلافت کے جانے کا خطبہ پڑھ رہے تھے۔ انصار نے ابھی اُنپر اتفاق نہیں کیا تھا کہ یہ تینوں صاحب یاں جا پہنچے اور تقریر سعد کی قطع ہوگئی۔ حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس وقت ایک تقریر اپنے دل میں بنا رکھی تھی میں نے چاہا کہ میں تقریر کروں حضرت صدیق نے روکا اور خود تقریر کی۔ جو باتیں میں نے سوچی تھیں وہ سب بہت خوبی سے ادا کیں انصار کے فضائل و مناقب بیان کیے اور اُنکے حقوق کو بھی تسلیم کیا۔ اُنھوں نے امارت کے بارے میں دعوٰی کیا۔ وہ کل امارت چاہتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں رہے اور ایک تم میں یعنی مہاجرین میں۔ پھر ابوبکر صدیق نے کہا کہ اے گروہ انصار کیا تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ الائمۃ من القریش یعنے بادشاہ قریش میں سے ہونگے (بقیہ صفحہ آیندہ)

فساد اور تنازعہ جو در بارۂ خلافت محمدؐ صاحب کے تھا رفع دفع ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) گفتگو بہت ہوئی۔ آخر اسی پر فیصلہ ہوا کہ قریش میں سے خلیفہ ہو۔ انصار خاموش ہو رہے۔ تب ابوبکر صدیق نے کہا عمر بن خطاب یا ابو عبیدہ سے بیعت کرو۔ عمرؓ فرماتے ہیں کہ کل تقریر میں یہی ایک بات مجھے ناپسند ہوئی کہ بہ نسبت اس کلام کے اگر میری گردن ماری جاتی تو قبول تھا اسلیے کہ میں ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے خلیفہ ہوں۔ پس میں نے ابوبکر سے کہا کہ تمہارے ہوتے کون امام ہو سکتا ہے ہاتھ دراز کرو۔ انھوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے بیعت کی اور حضرت ابو عبیدہ اور سب حاضرین نے بیعت کی۔ کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ بعد فہمایش ابوبکرؓ کے سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر سے بیعت اسی وقت کی اور یہ غلط ہے کہ سعد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے اور انھوں نے تمام عمر بیعت نہیں کی۔ حضرت صدیق اکبر سے مسلمانوں نے جو بیعت خلافت کی وہ اس کے مستحق تھے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز جماعت پڑھاوے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر نرم دل ہے آپکے مقام پر نماز پڑھانے کھڑا ہو گا رونے لگے گا۔ قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمرؓ کو فرمایئے کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھاوے۔ اور پھر دوبارہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ سے یہی فرمایا کہ ابوبکر ہی امام ہو کر نماز پڑھاوے۔ بالجملہ حضرت صدیق اکبر نے پانچ دن تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔ یہ اشارہ ہے حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا۔ کہ جو عہدہ خاص آنحضرت صلعم کا تھا یعنے امامت نماز سو اپنی حیات میں اُنکو عنایت کیا جس طرح کوئی بادشاہ اپنی زندگی میں کسیکو تخت و چتر شاہی دلوائے۔ تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ نے اُس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اور جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن دردولت رسول مقبول پر مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ حاضر تھا اور باہم تذکرہ بزرگی و فضیلت کر رہے تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کس شغل میں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ فضائل لوگوں کے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابوبکر پر کسیکو تفضیل نہ دیجیو اسلیے کہ وہ تجھ سے افضل ہے دنیا و آخرت میں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آفتاب نے طلوع و غروب نہیں کیا بعد پیغمبروں کے کسی پر جو بہتر ہو ابوبکر صدیق رضؓ سے۔ از انجملہ بڑی فضیلت حضرت ابابکر کی ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح مقام دلجوئی پیغمبر خدا میں فرمایا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اسی طرح صدیق اکبر کے حق میں وعدہ کیا ولسوف یرضیٰ یعنے یقین کہ راضی ہو گا صدیق اکبر خدا سے اور بھی اللہ جل شانہٗ نے حضرت صدیق کو اتقیٰ فرمایا ہے وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی اور دوسری جگہ فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقیٰکم پس مقتضائے مجموع آیتین سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الناس ہیں بعد سب پیغمبروں کے اور یہی معنی افضلیت کے ہیں۔ ان تمام آیتوں اور روایتوں (حدیثوں) سے ہر طور سے فضیلت حضرت ابابکر صدیقؓ کی ثابت ہے۔ مسٹر پامر کی یہ رائے بالکل غلط ہے کہ حضرت عائشہ کو حضرت علی سے سخت ناراضگی تھی۔ اسیوجہ سے حضرت علی کو بعد آنحضرت صلعم خلافت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضؓ کو انتخاب خلافت میں کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ یہ انتخاب خلافت مسلمانوں کے اجماع سے ہوا ہے نہ کہ حضرت عائشہ کی رائے سے بلکہ حضرت علی نے مجمع عام میں حضرت ابوبکر رضؓ سے بیعت خلافت کی جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنی شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے ۱۲ مصباح۔ مترجم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مقرر ہونا۔ حضرت عثمان رض کا خلیفہ منتخب ہونا

جب ابوبکر رض بعد کئی سال خلافت کرنے کے انتقال کر گئے تو اس مرتبہ بھی عائشہ کی سازو بازسے عمر رض خلیفہ مقرر کیے گئے* اور مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور پھر عمر کی وفات پر عثمان کو لوگوں نے منتخب کر کے خلیفہ مقرر کیا چونکہ علی نے بروقت خلیفہ مقرر کیے جانے کے ان شرطوں کی پابندی سے انکار کر دیا تھا کہ وہ قرآن اور اقوالِ (سنت) کے موافق عمل کریں گے علی رض کا جواب مشہور رہی ہے۔ علی رض نے قرآن کے مطابق حکومت کرنے سے تو رضامندی ظاہر کی

* حضرت عمر رض کو خلیفہ اول اپنے جیتے جی مقرر کر گئے تھے۔ اِس کا مفصل حال شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفا میں اچھی طرح تحریر کیا ہے۔ مسٹر پامر کا یہ بیان درست نہیں کہ یہ خلیفہ بھی حضرت عائشہ رض کی سازش سے خلیفہ مقرر ہوئے

✤ حضرت عمر رض نے اپنے انتقال کے قریب خلافت کے بارے میں مسلمانوں سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن ابن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین ان چھ آدمیوں میں سے جمہور مسلمان جسکو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ بالآخر حضرت عثمان رض بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتوقف سہ شبانہ روز موافق رائے جمہور مسلمان خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور وجہ توقف یہ ہوئی کہ لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے دربارۂ خلافت مشورہ کیا تو انھوں نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ اِس امر کو تین شخصوں پر منجملہ چھ کے تجویز کرو۔ سو علی مرتضیٰ شیر خدا کو زبیر ابن عوام نے قبول کیا اور سعد ابن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن کو اور طلحہ رض نے عثمان کو۔ مگر عبدالرحمٰن نے انکار فرمایا۔ اور علی مرتضیٰ نے بھی خواہش نکی۔ آخر عبدالرحمٰن نے بلا درخواست حضرت عثمان کے انھیں سے بیعت کی۔ بعد ازاں علی مرتضیٰ و نقبۂ مہاجرین و انصار نے بیعت کی۔ اور مسند امام احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ تمنے کس طرح عثمان سے باوجود علی مرتضیٰ کی موجودگی کے بیعت کر لی۔ عبدالرحمٰن نے کہا میرا قصور نہیں ہے۔ اول میں نے حضرت علی سے کہا تھا کہ میں بیعت کرتا ہوں تجسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت ابوبکر و عمر رض پر۔ وہ کہنے لگے کہ میں اسکی استطاعت نہیں رکھتا ہوں۔ تب میں نے اسی طرح عثمان سے کہا اُسنے قبول کیا۔ کذا فی اخبار الدول۔ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رض کی امامت و خلافت پر بوجہ اسکے کہ اُن میں امامت کی شرطیں موجود تھیں اجماع ہو گیا۔ اور مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رض قبول خلافت سے اِنکار کر چکے تو سب نے آپکو اختیار دیدیا تھا اور کہدیا کہ جس کو آپ خلیفہ بنا دیں گے اُس پر ہم سب راضی ہو جاوینگے اُنھوں نے حضرت علی رض کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اگر کتاب اللہ اور حدیث اور سیرت شیخین پر حکم کرو تو آپ کو امام بنایا جاوے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ قرآن اور حدیث پر عمل کروں گا اور باقی اجتہاد کروں گا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رض نے اسی طرح حضرت عثمان سے کہا۔ اُنھوں نے قبول کیا اور یہ بات اُنھوں نے دونوں صاحبوں سے تین تین مرتبہ کہی حضرت علی رض نے ہر بار وہی جواب اول دیا۔ اور حضرت عثمان رض کو جس طرح حضرت عبدالرحمٰن رض نے کہا۔ اُنھوں نے اُسکو قبول کیا۔ پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر اُن سے تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔ اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ بعد قرآن و حدیث کے جو میری رائے میں آئیگا وہ کرونگا یہ شیخین کے خلاف پر یعنی اُنسے خلاف ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ مذہب اُنکا یہ تھا کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی اتباع چاہیے دوسرے کی تقلید نہیں چاہیے۔ جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ نہیں کی (بقیہ بصفحہ آیندہ)

لیکن یہ کہا کہ مَیں طریقۂ شیخین پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہوتا۔ گویا علی (رضی اللہ عنہ) نے اُس وقت اِس بات کی شہادت دی کہ سنت (حدیث) حضرت محمدؐ صاحب کے ذاتی مقولے نہیں ہیں جیسا کہ سُنّی فرقے والے بیان کرتے ہیں۔ یہ عقلاؤ فضلاء عرب کے مقولے ہیں جو کہ محمدؐ صاحب کے نام سے بسبب اِس کے کہ آپ نے اُنکو پسند فرمایا تھا مشہور ہوگئے ہیں۔ یہ بات بڑی مفید قابل یاد رکھنے کے ہے اِس سے یہ پتا لگتا ہے کہ ایرانیوں کو فرقۂ سُنّی سے جو نفرت یا مخالفت ہے اُس کا بڑا باعث یہ انکار ہے۔

قرآن میں محمدؐ صاحب کے خیالات یا ایجادات بہت ہی کم ہیں۔ عرب میں زمانۂ قدیم سے بزرگوں کی کرامتوں وغیرہ کی جو باتیں مشہور ہوگئی تھیں کچھ وہ بھی کچھ عربوں کے نصیحتانہ اور اخلاقی اقوال بھی قرآن میں لکھے ہوئے ہیں۔* اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے القا ہو کر جذبۂ پیغمبری سے

(تتمہ صفحۂ گزشتہ) اور حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت عثمان رض کا یہ مذہب تھا کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید جائز ہے جبکہ اُس کو اپنے سے بڑھ کر علم اور فقہ میں جانے۔ اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے جیسے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ نے با وجود مرتبۂ اجتہاد کے تقلید امام اعظم صاحب کی کی۔

پامر صاحب کا یہ بیان یا خیال کہ حضرت علی نے اقوالِ سنت پر عمل کرنے سے انکار کیا محض غلط ہے۔ متذکرہ صدر اصلی اور واقعی حال معتبر اور معتمد اور مستند کتب سیر سے بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ پامر صاحب کا بے بنیاد بات کو علی رض کی شہادت (گواہی) اور اس وجہ کو سنی اور ایرانیوں میں یعنے اہل شیعہ اور سنیوں میں مخالفت قرار دے لینا محض بے دلیل ہے۔ اور نہ اقوال سنت (حدیث) فضلائے عرب کے مقولے ہو سکتے ہیں۔ اقوال سنت (حدیث) خاص ذات مقدس بانی اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ فضلاء و عقلاء عرب سے شیوع اسلام کے وقت بانی اسلام (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہت مقابلہ اور معارضہ رہا ہے۔ پھر مخالفان اسلام کے مقولے سنت اسلام میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی عقل کا آدمی بھی اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ۱۲ مصباح مترجم

* یہ رائے نادرست ہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں عربوں کے نصیحتانہ و اخلاقانہ اقوال درج ہیں یا رسول علیہ السلام کے کچھ خیالات ہیں۔ کلام مجید از اول تا آخر بالکل اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔ قدرتی اعجاز اُسکے کلام اللہ ہونے پر شاہد ہے کہ رسول صلعم اُمّی (ان پڑھ) تھے اور امی کا کلام جامع جمیع علوم گزشتہ اور آیندہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے احکام اور اُصول کا جامع علوم ہونا زمانے کے انقلاب سے ثابت ہوتا چلا آیا ہے یعنے جب زمانہ بدلتا ہے اور کوئی نیا علم پیدا ہوتا ہے تو اُصول اُس علم جدید کا کلام اللہ ہی سے نکل آتا ہے۔ اور کلام اللہ کے نادر اور بے مثل مضمون ہدایت میں ہرگز کوئی نقص حائل نہیں ہوتا۔ اگر قرآن بشری کلام ہوتا تو جیسا کہ انقلاب زمانہ

قرآن لکھا گیا ہے اُس لیے نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ ہے۔ اگر خدا کی جانب سے یہ اتفاق نہ ہوتا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کے وقت زمانہ جدید کے آدمیوں کی طبائع بدلجاتی ہیں اور قوانین بشری کے مضامین نئے زمانے کی ضرورت لاحقہ کے سبب منسوخ ہوجاتے ہیں تو قرآن کی بے مثل ہدایات کے مضامین میں بھی صورت انقلاب پیدا ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ لیکن قرآن وہ اعجاز قدرتی دکھا رہا ہے کہ ہر زمانے کے علوم و طبائع مختلفہ قرآن کی بے نظیر ہدایت سے مختلف نہیں ہوتے اور زمانے کے بدلنے سے اصول اسلام میں کوئی شکل تغیر پیدا نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں قرآن کے منزل من اللہ ہونیکی یہ دلیل بھی ہے کہ تمام جزیرہ نماے عرب بدینی۔ اور نہایت ناشائستہ اور ذلیل فسق و فجور اور اخلاقی اور تمدنی خرابی کا مرکز ہو رہا تھا۔ مگر باایں ہمہ عرب نے اپنی زبان کو ایسی ترقی دی تھی کہ ایک ایک فصیح صاحب تقریر خطیب کہلاتا تھا۔ قبیلوں کے قبیلوں کو محض اپنے کلام کے اثر سے جس ارادے سے چاہتا روک لیتا اور جدھر چاہتا تھا جھونک دیتا تھا الغرض انکا سرمایہ ناز یہی ایک زبان تھی جسپر وہ نہایت فخر کرتے تھے۔ اور اپنے مقابلے میں تمام دنیا کے لوگوں کو گونگا اور بے زبان یعنے عجم بتلاتے تھے۔ جب خداوند تعالی نے قرآن شریف نازل فرمایا۔ وہ قرآن جو نہ صرف قوم عرب بلکہ تمام اقوام کی ہدایت کے لیے نازل ہوا۔ اپنے روحانی اور معنوی خوبیوں کے علاوہ لفظی لطافتوں اور ظاہری کمالوں سے ایسا معمور ہوا کہ اُسکی مثل کہہ لینا ناممکن تھا تاکہ وہ قوم جاہل جو نکات معنوی سے بے خبر ہے اور صرف کلام کی ظاہری خوبی فصاحت اور بلاغت کو بڑی چیز سمجھے ہوے تھی اُس کے معارضہ سے عاجز ہوکر اُسکو کلام الٰہی جانے اور ایمان لائے۔ یہی سبب تھا کہ جب مخالفوں نے اُس کلام پاک کے من اللہ ہونے پر شبہہ کیا۔ اور کسی نے جادو اور کسی نے کچھ بتایا۔ تو خداوند تعالی نے بطور حجت اور دلیل صداقت اپنے رسول کے اُسی چیز میں اُنسے معارضہ چاہا کہ جس کا اُنکو بڑا گھمنڈ تھا۔ کئی موقعوں پر فرمایا ہے کہ اگر قرآن شریف کے من اللہ ہونے پر شک ہے اور تم اپنی بات میں سچے ہو تو اُس کے ایک ٹکڑے کے برابر ہی بنا لاؤ۔ اور اپنے حامیوں کو بھی بلالو۔ باوجود اُس غایت مرتبہ کی عداوت اور مخالفت کے جو وہ لوگ بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام سے رکھتے تھے اور باوجود اُس اعلی و اکمل درجہ کی دستگاہ کے جو فصاحت اور بلاغت میں اُنکو حاصل تھی۔ اور اُس بے انتہا جد و کد کے اور اصرار کے جو آنحضرت صلعم کے دعوی رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے من اللہ ہونے کی تردید میں کرتے تھے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے مانند بھی ایک فقرہ نہ بنا لاسکے۔ بلکہ اُن کا وہ سب سے بڑا نامی گرامی شاعر لبید نامی جو اناالاغیری کا دم بھرتا تھا۔ سورۂ بقر کی چند آیتوں کو پڑھ کر بے اختیار چلا اٹھا کہ خدا اور اُس شخص کے سوا جس پر وحی نازل ہوتی ہو کوئی انسان ایسا کلام نہیں کرسکتا اور فوراً شرک اور بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔

اس موقع پر ضرور ہے کہ ہم بعض علماء محققین یورپ کی رائے کا اندازہ بھی قرآن مجید کی نسبت اُنکی تصنیفات سے انتخاب کرکے ظاہر کریں۔ چنانچہ قرآن شریف کی نسبت

۱ مسٹر ڈوبش صاحب ایک فاضل جرمنی لکھتے ہیں کہ "وہ ان تبدیلات مضامین میں جو برق کی مانند تیز و طرار ہیں ایک نہایت بڑی خوبصورتی اس کتاب کی پائی جاتی ہے۔"

۲ اور مسٹر گوئیٹی ایک مشہور ترین جرمنی فاضل کا قول ہے کہ "جسقدر ہم اسکے قریب پہنچتے ہیں یعنے اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھنچی جاتی ہے یعنے زیادہ اعلی معلوم ہوتی ہے۔ وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر کار تحیر آمیز فرحت میں ڈالدیتی ہے۔" یہی فاضل ایک اور مقام پر قرآن شریف کی نسبت لکھتا ہے کہ "ہم دفعتہً

صرف محمد صاحب کی ایجاد کردہ گفتگو ہوتی جس میں اُن کے

ازراہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جسکی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان۔ اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جسقدر زمانہ کہ سلطنتِ روم کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اُسکا دسواں حصہ بھی اُنکو نہ لگا۔

۳ جارج سیل صاحب اپنے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ میں لبید شاعر کے اسلام لانیکی تصدیق کرکے لکھتے ہیں کہ یہ بات علی العموم مسلم ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں جو جملۂ اقوام عرب میں شریف ترین اور مہذب ترین قوم ہے انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی کسیقدر بہت قلیل آمیزش ہے اور زیادہ پکّے عقیدے کے لوگوں کا قول ہے اور نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہو کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا۔ دگو بعض فرقوں کی اُسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مُردے کے زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لیے اکیلا کافی ہے

۴ مسٹر جان ڈیون پورٹ بڑے عالم وفاضل ہیں۔ کہتے ہیں منجملہ اُن بہت سی اعلیٰ درجے کی خوبیوں کے جو قرآن کے لیے واجبی طور پر باعثِ فخر و ناز ہوسکتی ہیں دو خوبیاں نہایت بیّن ہیں۔ یعنی اول تو اُس کا وہ مودبانہ ہیبت اور رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں خداتعالیٰ کا ذکر یا اُسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے۔ اور جس میں خداوند عالم کو اُن جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اُس کا اُن تمام خیالات و الفاظ اور قصّوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہوں حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۵ مسٹر طامس کارلائل جو اس صدی کے نہایت مشہور معروف فضلا میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سچائی کا جوہر اُسکے تمام معنے میں موجود ہے جس نے اُسکو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے آخر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کے وصف کی بنا صرف اُسی سے ہوسکتی ہے۔

۶ ریورینڈ راڈویل صاحب۔ اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند بے اصل اور غلط الزامات قائم کرتے ہیں مگر اسپر بھی خلاف توقع اُنکی قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہیے وہ لکھتے ہیں کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بیشک اُس میں کامیاب ہوگیا۔ جسقدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمدؐ کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے اسیقدر مراکشی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بدزبانی ہم پر غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا کہ وہ

خیالات کا اظہار ہوتا تو اُس کو یہ کامیابی کبھی حاصل نہیں ہوتی کہ ہر ایک عربی بولنے والی قوم اُس کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ سمجھتی ہے۔ بیشک قرآن کے خوبصورت الفاظ ہی ایسے ہیں کہ وہ پاک خدا کی طرف سے منزل معلوم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو علمی فصاحت اور بلاغت کا مسلمہ سند اور معیار کبھی نہ مانا جاتا۔ جیساکہ وہ اب تمام مسلمانوں میں مانا جاتا ہے علی رضی کے جواب میں شیعہ اور سنیوں کے درمیان جو تنازعہ ہے اُس کا تمام مغز اصل مدعا اور لب لباب شامل ہے۔ اول الذکر قرآن کو مانتے ہیں لیکن اُس کا قانونی حصہ غیر مکمل بیان کرتے ہیں*۔ اُن کا بیان ہے کہ اس میں صرف ایک غیر محدود عقیدہ خدا کی وحدانیت

(تتمہ صفحہ گزشتہ) بیشک ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔

۷ اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور پر خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اُسکی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار و عالم الغیب اور قادر مطلق ہونیکے بیان کی ہے اُسکے لیئے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے۔ اور پھر ایک جگہ اعتراض کر کے لکھتے ہیں کہ "باوجود ان باتوں کے اُس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالۃ اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں"

۸ اب غور کیجئے ہے کہ جس کتاب کی تعلیم روح کو ایسی ترقی دینے والی ہو اور جو لطافت زبان اور حسن بیان کے اعتبار سے یگانہ اور اعلیٰ تر ہو وہ بیشک ایسے وجود کا کلام نہیں ہو سکتی جو اپنی فطرت میں ناقص اور مرکب عن الخطاء و النسیان ہو۔ اس کا مصدر وہی کامل الذات اور قادر مطلق ہونا چاہیئے جو ہر ایک طرح کی قدرت پر قادر ہے۔ کیونکہ کامل شئی کا صدور کامل ہی ہو سکتا ہے ناقص سے نہیں ہو سکتا۔ اب ناظرین کو ہماری اس مختصر تقریر سے اور نیز متواتر شہادت علما محققین یورپ سے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہے گا اور اس بات کو قرآن کا معجزہ سمجھنا چاہیئے کہ اُسکی اعلیٰ درجہ کی افضلیت اور صداقت اور ربانی الاصل ہونیکی شہادت اُسکے مخالفین سے باوصف اعتراضات کے ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ خود ہامر صاحب نے آگے اپنی عبارت میں قرآن کو منزل من اللہ ہونا تسلیم کر لیا۔ والفضل ماشہدت بہ الاعداء ۱۲ مصباح۔ مترجم

* حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ۳۰ھ ہجری میں قرآن مجید کی کل جلدوں کو جمع کر کے دوبارہ بہت مصروفیت کیساتھ نئی پارہ جدا جدا کر کے بعد مراتب قرأت وغیرہ ترتیب کیا اور بعد نقل مطابق اصل ایک ایک مجلد قرآن قائم کر کے جو اوراق منتشر بعد نقل بطور ردی رہے اُنکو بے کار سمجھ کر بے ادبی کے خیال سے جلا دیا۔ آجتک یہی قرآن ہے حضرت عثمان پر محرق قرآن ہونیکا الزام لگانا ناواجب ہے اور چونکہ اہل تشیع انکو خلیفہ برحق نہیں جانتے اسلیے شاید وہ قرآن کو مکمل نہیں سمجھتے ہیں۔ اہل سنت اور شیعوں میں بقیہ بصفحہ آئندہ

کا ہے جس کو وہ درست مانتے ہیں لیکن وہ سنت کو جیسا کہ اوپر بیان ہوا نہیں مانتے کیونکہ اگر وہ سنت کو مان لیں تو ادنیٰ ادنیٰ بات پر غیر ملک (عرب) کے طریقے اور رواجات پر انکو عمل کرنا پڑے جسکو وہ اپنی خلقت اور قومی طریقے سے مغایر سمجھتے ہیں۔

عثمان رضؓ نے خلیفہ ہوتے ہی اول کام جو کیا وہ یہ تھا کہ جسقدر اعلیٰ عہدے اور مناصب تھے اُن سب پر بنی اُمیہ کے خاندان[1] کے اشخاص کو مقرر کر دیا اور معاویہ ابن ابو سفیان کو ملک شام کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا۔ آخر کار عثمان شہید ہوئے اور اس مرتبہ علی رضؓ بلا شرط

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جو اختلاف ہے ہر دو مذہب کی کتب موجودہ میں جسکو ضرورت ہو ملاحظہ کرے۔ مذہب کی بحث لکھنے سے ہم اپنے مطلب سے دور جا پڑتے ہیں اسلیے کچھ نہیں لکھا گیا ۱۲ مصباح مترجم۔

[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حسب ذیل ہے۔ آپنے اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن سرح کو حاکم مصر مقرر فرمایا۔ کئی برس تک تو وہ پورا عدل و انصاف کرتا رہا۔ بعدازاں رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر شراب خوار ہو گیا مصر والے مجتمع ہو کر حضرت عثمان رضؓ کے پاس فریادی آئے آپنے عبداللہ کو موقوف کرکے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا حاکم مقرر کرکے روانہ کیا۔ مروان جو حضرت عثمان کا سالا اور خاص منشی تھا وہ محمد ابن ابی بکر کا سخت دشمن تھا اُسنے جعلی رقعہ حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے عبداللہ حاکم مصر کو لکھا کہ محمد کو مصر میں وارد ہوتے ہی قتل کر ڈالنا اور رقعہ پر حضرت عثمان رضؓ کی مہر ثبت کر دی۔ اس تمام حال سے حضرت عثمان رضؓ بالکل بے خبر تھے مروان نے ایک غلام کو تیز رفتار اونٹ پر سوار کرکے اور یہ رقعہ دیکے اُسکو مصر کیجانب روانہ کیا۔ وہ غلام مع تحریر کے راہ میں مصر والوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ یہ رقعہ دیکھکر محمد ابن ابی بکر اور سب مصر والے راہ میں سے مدینہ شریف لوٹ آئے اور حال بیان کیا حضرت عثمان نے فرمایا کہ اس تحریر سے مجھے مطلق اطلاع نہیں اور میری بغیر اجازت لکھی گئی ہے۔ مصریوں نے لکھنے والے کو آپسے مانگا۔ آپنے فرمایا کہ ہم خود سزا دینگے۔ میں خلیفہ ہوں تم کو میری اطاعت چاہیے۔ بات بڑھ گئی۔ مصر والے کہنے لگے کہ ہم آپ کو خلیفہ نہیں مانتے۔ بلوہ ہوا۔ آپ محصور ہو گئے۔ چھ دن تک پانی بند رہا۔ مصر والے ضد پر اڑے رہے۔ حضرت علی نے حسنین علیہما السلام کو دروازہ پر مقرر کر دیا کہ تم دونوں حضرت عثمان رضؓ کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اگر یہ لوگ اندر جانے کا قصد کریں تو مسجد میں ہوں ان لوگوں کو اندر داخل مت ہونے دینا اور مجھے اطلاع کر دینا۔ یہ کہکر حضرت علی مسجد کو چلے گئے۔ مصر والے عقب سے ہمسایہ کے مکان سے دیوار کود کر حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں گھس آئے اور حضرت عثمان رضؓ کو شہید کیا۔ اتنے میں حضرت علی رضؓ تشریف لائے حسنین علیہما السلام کو تادیب کی راہ سے سخت و سست کہا کہ تمہارے موجود ہوتے یہ لوگ اندر کیسے چلے گئے۔ حسنین علیہما السلام نے کہا کہ آپ اندر چلکر ملاحظہ فرمائیں ہمارا قصور کچھ نہیں ہے۔ حضرت علی اندر گئے دیکھا تو صورت ہی اور تھی۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

خلیفہ منتخب ہوئے۔ علی رضہ نے خلیفہ ہوتے ہی معاویہ کو عہدہ سے معزول کر کے واپس بلوایا
مگر معاویہ نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا اور عائشہ رضہ اسکی طرف* دار ہوگئیں اس وجہ سے امیر معاویہ

بقیہ صفحہ گزشتہ) اب کیا ہو سکتا تھا۔ خلیفہ سوم بلاشبہ مظلوم شہید ہوئے۔ شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت اور ذمہ کل جرائم قرار دیتے ہیں کہ جو کچھ ہوا انکی مرضی سے ہوا یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور بعض لوگ درپردہ حضرت علیؓ کو اس بات کا مجوز مانتے ہیں۔ یہ خیال بھی محض لغو اور افترا ہے۔ حضرت علی رضہ کا ذمہ حضرت عثمان کے خون سے بالکل بری ہے۔ مصباح۔ مترجم۔

۵۲ مسٹر ہارمر نے لکھا ہے کہ معاویہ کو عثمان رضہ نے گورنر شام مقرر فرمایا یہ غلط ہے۔ معاویہ حضرت عمر رضہ کے زمانے میں بھی گورنر شام تھے۔ حضرت عمر رضہ دورہ کرتے ہوئے شام میں پہنچے ایک اونٹ سواری میں اور ایک غلام ہمراہ تھا۔ امیر معاویہ کے تکلف درباری دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔ امیر معاویہ کے ہوش و حواس باختہ ہوگئے۔ یہ عذر پیش کیا کہ یہ ملک سرحدی ہے دشمنوں پر رعب ظاہر کرنیکی ضرورت سے یہ سامان جمع کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ عذر معقول تھا خلیفہ دوم کو تسلیم کرنا پڑا۔ آخر کار اصحابوں نے درمیان میں پڑکر امیر معاویہ کی خطا معاف کرائی۔ جیسی سرکشی امیر معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی اگر ایسی حضرت عمرؓ سے کرتے تو عجب نہ تھا کہ وہ انکی حکومت کی جڑ اکھاڑ دیتے۔ مصباح مترجم۔

* حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے خلافت پیش کی آپ نے انکار کیا۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح شہید ہونا ایک امر عظیم قرار دیا۔ اور لوگوں کو جنھوں نے آپ کو خلافت پیش کی اپنے پاس آنے سے منع کر دیا اور اپنے گھر بیٹھ رہے۔ پھر لوگوں نے خلافت کو حضرت طلحہ رضہ پر پیش کیا آپنے بھی انکار کیا اور اس سے کراہت کی۔ پھر انھوں نے زبیر رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی کہ سرداری قبول کرو اور ہم تمھاری فرمانبرداری کو موجود ہیں آپنے بھی انکار کیا۔ اس میں تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز مہاجرین و انصار نے جمع ہوکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر ہجوم کیا اور خوشامد کی اور آپکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ اسلام کی حفاظت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرت کی نگہبانت کریں۔ پس آپنے بعد شدت کے اسکو قبول فرمایا۔ پھر تمام مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی۔ اور یہ جو بعضے جھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کراہت کیساتھ بیعت کی تھی بالکل غلط ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوگئے تو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو انتظار تھا کہ ان باغیوں کے قتل و قصاص کا حکم دینگے جو واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ اور شام میں امیر معاویہ کو بھی یہی انتظار تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیاء میں سے امیر معاویہ زیادہ قریب تھے اور خونِ ناحق کا مطالبہ ولی کو پہنچتا ہے۔ اور ان باغیوں کو ہرگز اپنے امام برحق و خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہید کرنا روا نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں کو قتل نہیں کیا اور یہ آپ کا اجتہاد تھا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ اجتہاد صحیح تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ باغیوں نے تاویل کی تھی اور انکی جماعت کثیر تھی۔ اور باغیوں کا حکم یہ ہے کہ باغی لوگ جب امام عدل کے فرمانبردار ہوجاویں (بقیہ صفحہ آیندہ)

سے خود خلافت کا دعویٰ کر دیا - اس بات پر امیر معاویہ اور (حضرت) علی رضہ کے لشکر (ل)

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تو جو کچھ انھوں نے حالتِ بغاوت میں اہل عدل کے مال اور جانیں تلف کیں یا زخم پہونچائے ہیں اُن سے مطالبہ اس کا نکیا جاوے اور حالت لڑائی میں جو مال باغیوں کا لوٹ میں آیا ہو وہ اِن باغیوں کو بعد اطاعت کے واپس دینا واجب ہے اور جو باغی گرفتار ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں - پس جب وے لوگ ایسی جماعت کثیر تھے کہ اُنکو منعت اور شوکت حاصل تھی - اور جب صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی تو باغیوں نے آپسے بغاوت کرنا خوب نہ دیکھا - اور مطیع ہوئے تو آپ پر اُنکو قصاص میں قتل کرنا یا پکڑ کر اولیائے مقتول کو دینا واجب نہ تھا - اور بعض کے نزدیک باغیوں سے مواخذہ و قصاص لازم ہے لیکن یہ بھی اس وقت واجب ہے کہ جب باغیوں کی قوت ٹوٹ جاوے اور شوکت جاتی رہے اور فتنہ برپا ہونے کا خوف جاتا رہے - اور اسوقت میں جبکہ امیر معاویہ رضہ مطالبہ کرتے تھے یہ بات حاصل تھی - اور یہی قصاص نہ لینا حضرت طلحہ اور زبیر رضہ کے مطالبہ کا باعث ہوا - اور یہ دونوں بھی اہل علم و اجتہاد تھے - اگرچہ ہم کو دوسری نصوص سے معلوم ہوا کہ اجتہاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا برحق تھا اور دوسروں سے اجتہاد میں خطا ہو گئی اور صحیح معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آخر میں نادم ہوئے - اور یوں ہی حضرت ام المومنین عائشہ رضہ نادم ہوئیں اور بعض اوقات اسقدر روتیں کہ اوڑھنی تر ہو جاتی تھی اور یونہی امیر معاویہ نے جو کیا تاویل و اجتہاد سے کیا لہذا فسق اُنپر لازم نہیں آتا ہے اگرچہ اس اجتہاد میں خطا ہوئی - اور معاویہ رضہ کو خلافت علی رضہ میں منافشہ نہ تھا ولیکن قاتلوں کا مطالبہ تھا اور ہنوز بیعت کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ درمیان میں جھگڑا ہو گیا - اور حقِ صحیح یہی ہے جو اہل السنۃ کا اجماعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصحاب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور خیر امۃ فرمایا پس وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاند کے تارے ہیں اور اُنکی فضیلت میں قرآن کلام الٰہی ناطق حق ہے - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارے تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی نہ کرنا کہ ان میں سے ایک کا قیام ایک دم بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمھاری عمر بھر کی عبادت (شب و روز) سے بہتر ہے -

مسٹر پامر کی یہ رائے غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضہ معاویہ کی طرفدار ہو گئیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اصرار اور اپنے اجتہاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر آئیں تھیں جس کا حال حسب ذیل ہے -

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضہ خلیفہ مقرر ہوئے - قاتلان عثمان رضہ آپکے لشکر میں تھے - طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما انکی طرف سے خائف ہو کر مکہ شریف کو چلد یئے وہاں حضرت عائشہ رضہ موجود تھیں - اِن دونوں نے سارا ماجرا بیان کر کے کہا کہ اُم المومنین ہم آپکی پناہ میں آئے ہیں مقصود صرف یہ ہے کہ قاتلان عثمان رضہ کو اس لشکر میں سے گرفتار کر لیں - ام المومنین نے پوچھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اُنکے ساتھ برتاؤ کیسا ہے - یہ کہنے لگے وہ اُنکو جدا کیا نہیں چاہتے - حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اب یہ کام بغیر لڑے بھڑے نہ چلے گا - طلحہ زبیر اور یعلی ابن مرہ صحابی نے بصرہ کی طرف مسلمانوں کو متفق کرنے کے لیے کوچ کیا اور ام المومنین کو بھی اپنے ساتھ لے گئے - حضرت عائشہ جمل یعنے اونٹ پر سوار تھیں - اسی واسطے یہ جنگ بنام جنگ جمل

میں ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں اول اول علی رضؓ کے لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مشہور ہوئی۔ القصہ بصرہ پہنچکر اپنے ساتھ بصرہ والوں کو متفق کرلیا۔ بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت ہوگئی۔ ادھر حضرت علی رضؓ یہ خبر سنکر مدینہ سے لشکر سمیت روانہ ہوکر بصرہ میں پہنچے۔ گفتگو آئی۔ طلحہ اور زبیر نے قاتلان عثمان کو طلب کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضؓ بلوے میں شہید ہوئے ہیں۔ قاتل انکا معین نہیں ہے حضرت عثمان رضؓ کی اولاد اگر کسی شخص پر دعویٰ کرے تو ثبوت کے بعد قصاص ہو سکتا ہے تم عثمان کے ولی نہیں ہو اور جنھیں تم طلب کرتے ہو وہ سینکڑوں مسلمان ہیں مصر کے رہنے والے سب کے سب تو عثمان کے قاتل نہیں ہیں سب کے سب کو گرفتار کرکے تم کو کیسے دیا جاوے۔ آخر یہ تجویز ٹھیری کہ حضرت علی رضؓ بلوائیوں کو اپنے لشکر سے جدا کردیں۔ پھر بصرے والے اُن سے جھگت لیں گے حضرت علی نے ابھی اپنی رائے خاص کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ خبر لشکر میں پھیل گئی۔ مصر والوں نے خیال کیا کہ اگر علی مرتضیٰ رضؓ نے ہمیں اُنکے حوالے کردیا تو بُری بنے گی اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ رات سے لڑائی شروع کردو۔ حضرت علی رضؓ پوچھیں تو کہدینا کہ ابتدا اُدھر سے ہوئی تھی۔ پچھلی رات ایسا ہی کیا۔ لڑائی ایک آگ ہوتی ہے۔ لگی سو لگی۔ طرفین سے ہنگامۂ جدال و قتال گرم ہوا۔ دن نکل آیا حضرت علی رضؓ نے دیکھا کہ لشکر مخالف اونٹ کے ادہر اُدہر صفیں باندھے ہوئے ہے بیچ میں وہ اُونٹ ہے۔ فرمایا کہ جبتک صدیقہ کی سواری کا شتر میدان میں کھڑا رہے گا مخالفوں کا جوش کم نہو گا مصلحت وقت یہ ہے کہ تھوڑے سے دلاور قلب جنگ گاہ کی طرف بڑھیں اور صدیقہ کے شتر کی کونچیں کاٹیں تاکہ طرفین کے مسلمانوں کو قتل سے امان حاصل ہو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کو چند دلاور صفِ اعدا کو چیر کر آگے بڑھے اور قلبگاہ میں پہنچکر اونٹ کے پاؤں جا کاٹے۔ جب محافہ زمین پر گرنے لگا محمد بن عمر نے اُچک کر کجاوہ کو سنبھالا زمین پر گرنے ندیا۔ اور صدیقہ کو کجاوہ سے نکالکر حضرت علی رضؓ کے خیمے میں بحفاظت پہنچا دیا فوراً لڑائی بند ہوگئی حضرت زبیر کا سر شب خوابی کیحالت میں حضرت علی رضؓ کے لشکر کا ایک سپاہی عمر نامی کاٹ لایا۔ جب حضرت علی سے انعام کا طلبگار ہوا آپنے فرمایا کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا بقول رسول اللہ۔ وہ شخص غضبناک ہوکر بولا یا علی اپنے دشمنوں سے ہمکو لڑاتے ہو پھر جہنمی تبلاتے ہو۔ میں نے اُسکو بڑا شجیع سردار جانکر قتل کیا تھا۔ اسی غصہ میں اپنے پیٹ میں چھری مار کر مر گیا۔ اور طلحہ کے پاؤں میں تیر لگا وہ بھی اسی زخم کاری سے فوت ہوگئے اور اس لڑائی میں ۱۶ ہزار آدمی اہل مکہ قتل ہوئے۔ بقیۃ السیف فرار ہوگئے۔ صبح ہوتے ہی چند آدمیوں کی حفاظت میں عائشہ صدیقہ کو مدینہ منورہ کو روانہ کردیا اور اس مفسدہ کا خاتمہ ہوگیا۔

روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ بعد جنگ جمل جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں پہنچگئیں تو قبر نبوی پر جاکر اس جنگ میں شریک ہونے سے نادم اور پشیمان ہوکر اور تاسف کا اظہار کرکے توبہ و استغفار خدائے تعالیٰ سے کرتی تھیں کہ افسوس میں ایسے کام میں شریک ہوئی کہ جس میں مجھے ہرگز شریک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اِس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ میں جنگ جمل سے ۲۰ سال پیشتر فوت ہو جاتی۔ تاحیات توبہ و استغفار کرتی رہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک طرفین کے مقتول جنتی ہیں اور شہید ۱۲ مصباح مترجم۔

لیکن عمرو بن عاص کی سازشوں※ سے جو مسلمانوں میں ایک بڑا جنرل تھا اور جسنے مصر کو

※ امیر معاویہ رضؓ کی معزولی کے بارے میں مغیرہ ابن شعبہ صحابی سنے کہ ایک نامور شخص تھے حضرت علی سے عرض کیا کہ معاویہ رضؓ کو سردست معزول کرنا مصلحت نہیں ہے۔ دمشق سارا اُنکے ساتھ ہے۔ فتنہ برپا ہو جائیگا آپنے اس رائے کو منظور نہیں کیا۔ عبداللہ ابن عباس رضؓ نے بھی یہی رائے دی کہ سردست معاویہ کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں بیعت کے لیے معاویہ کو بلوائیے دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس رائے کو پسند فرمایا نامہ لکھا گیا۔ معاویہ کی طرف سے جواب آیا کہ ہم آپسے جب بیعت کریں کہ حضرت عثمان کے قاتل آپ ہمارے حوالے کردیں۔ ہم اُنکے ولی ہیں بدون اسکے اتفاق ممکن نہیں۔ اس جواب پر حضرت علی نے حکم لکھوایا کہ حضرت عثمان کے ولی حضرت عثمان کے بیٹے ہیں۔ تم نہیں ہو سکتے۔ وہ میرے سامنے آکر خون کا دعویٰ کریں قاتل معیّن پر جرم ثبوت کو پہنچاویں قصاص لیا جاویگا۔ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ عثمان کے بیٹوں نے مجھے اپنا وکیل مقرر کر دیا ہے۔ مَیں اس سبب سے ولی ہوں ابھی آپ کا خلیفہ ہونا مَیں نے اور شام والوں نے نہیں مانا آپ اپنی خلافت کو ثابت کریں پھر بیعت لیں۔ غرض نوبت طول کو پہنچی اور تحریریں طرفین کی دو سو سے متجاوز ہوئیں۔ امیر معاویہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے ادھر سے حضرت علی رضؓ مع چالیس ہزار فوج اور اُدھر سے معاویہ مع اسی ہزار فوج سوار و پیادہ سے اُس سرزمین پر جس کا نام صفین ہے مقابلہ آرا ہوئے۔ آخر لڑائی ہوئی۔ بہتیر مقابلے ہوئے۔ طرفین کے ہزاروں آدمی قتل ہو گئے۔ ہر بار لشکر مرتضوی کو غلبہ تھا دمشق والوں نے اپنی مغلوبیت معلوم کرکے ایک اور تدبیر کی۔ نو سو قرآن شریف نیزوں پر باندھ لیے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ اے اہل عراق! ہم تم ایک کلمہ پڑھتے ہیں۔ خونریزی سے ہاتھ کو روکو۔ ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن ہے۔ اِسکے حکم کے موافق تم بھی کرو ہم بھی کریں۔ اسی پر فیصلہ ہے۔ حضرت علی نے سُنکر فرمایا کہ یہ دمشق والوں کا فریب ہے ہم نہیں مانیں گے۔ مسلمان جس طرح لڑتے ہیں لڑتے جاویں تھوڑی دیر کی بات ہے۔ اِس اثنا میں لشکر میں اختلاف پڑ گیا بعض کی رائے ہوئی لڑنا نہیں چاہیے قرآن کی مخالفت کیونکر کریں۔ غرض دودلی میں لڑائی ملتوی ہوئی۔ بالآخر قرار پایا کہ دونوں طرف سے ثالث مقرر ہو جاویں۔ سب فریقین نے مان لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت علی کے ثالث اور عمرو بن عاص امیر معاویہ کے ثالث مقرر ہوئے موسیٰ سیدھے سادے مسلمان تھے اور عمرو بن عاص بہت تجربہ کار دانشمند تھے۔ اِس قرارداد کے بعد عمرو ابن عاص نے موسیٰ سے کہا کہ بھائی ابو موسیٰ یہ جو ہزار ہا مسلمان قتل ہوئے انکے قتل کا سبب حضرت علی اور امیر معاویہ ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں معزول کر دیئے جائیں۔ کوئی اور مسلمانوں کا حاکم قرار پائے۔ یہ تو سیدھے سادے مسلمان تھے بے تکلف مان گئے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ اس گفتگو کے بعد ثالث اپنے اپنے مقام پر آئے طرفین کو یہ گفتگو معلوم ہو گئی۔ حضرت علی کے لشکر میں سے بعض حضرت موسیٰ کو سمجھاتے رہے کہ صبح کو رائے ظاہر کرنے کیلیے تم اول منبر پر نہ چڑھ جانا ہمیں عمرو عاص کا کید معلوم ہوتا ہے پہلے عمرو ابن عاص کو اپنی رائے ظاہر کرنے دینا۔ موسیٰ ہاں ہاں کرتے رہے صبح کو دونوں لشکر جمع ہوئے۔ منبر رکھا گیا۔ ثالث آئے۔ عمرو ابن عاص نے کہا۔ بھائی موسیٰ تم بڑے ہو۔ مَیں پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پہلے آپ منبر پر چڑھیں۔ (بقیہ بصفحۂ آیندہ)

فتح کیا تھا۔ علی رضؓ مجبوراً اس بات پر رضامند ہو گئے کہ بجائے جنگی کارروائی کے یہ قضیہ ثالثی سے فیصل کیا جائے۔ یعنی علی اور معاویہ اپنے اپنے دعاوی خلافت ثالثی کے سپرد کر دیں جب حضرت علی کوفہ میں پہنچے تو اُنکے پیرووں میں سے بارہ ہزار آدمی اس مجوزہ ثالثی سے سخت ناراض ہوئے اور علی رضؓ کو چھوڑ کر چلدیئے اور بوجہ اس غداری اور بھاگ جانے کے یہیں سے فرقۂ خوارج کی ابتدا ہوئی ہے۔ خارجی یعنی علیحدہ شدہ وہ لوگ ہیں جو اُس حکومت سے منکر ہوئے جو جمہور انام کے اتفاق سے مقرر ہوئی۔ ان بھاگے ہوئے خارجیوں میں سے تین شخصوں* نے جن کے نام برک۔ عمر۔ اور عبدالرحمن (ابن ملجم) تھے آپس میں مشورہ کر کے یہ سازش کی کہ علی۔ معاویہ۔ عمرو العاص کو جنکی وجہ سے یہ سب جنگ وجدل ہوئے ہیں۔ اور اسلام میں اِس قدر تفرقہ پڑ گیا ہے اِن کو ایک ہی مقررہ دن پر قتل کر ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ اِس تجویز کو عمل میں لانے کے لیے برک دمشق کو گیا اور معاویہ پر جمعہ کی نماز میں حملہ کیا۔ مگر یہ حملہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ان سے کچھ بن نہ پڑی۔ منبر پر جا کھڑے ہوئے اور کہہ دیا کہ مَیں نے حضرت علی رضؓ کو معزول کیا۔ عمرو بن عاص نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ مسلمانو! مَیں نے امیر معاویہ رضؓ کو قائم کیا۔ یہ سنتے ہی لشکر میں غوغا ہوا۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے۔ مگر حضرت علی رضؓ نے لشکر والوں کو روک دیا کہ معاہدہ سے پھرنا خلاف ہے۔ امیر معاویہ مع لشکر شام اُسی وقت دمشق کو چلدیئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُسی مذبذب حالت میں کوفہ کیجانب مراجعت فرما ہوئے ۱۲ مصباح۔ مترجم

* تجویز وفیصلۂ ثالثی سے جو اشخاص ناخوش ہو کر اور حضرت علی سے ناراض ہو کر اُنکے لشکر سے علیحدہ ہو گئے اُن سے خارجیوں کی ابتدا ہوئی ہے یہ تینوں شخص بھی منجملہ اُن غداروں کے تھے جو تجویز ثالثی کے بعد جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علی کی رفاقت سے بھاگ گئے تھے بعد جنگ صفین جب حضرت علی رضؓ کوفہ کی جانب چلے اثنائے راہ میں یہ خبر سُنی کہ نہروان میں ایک گروہ خوارج باغیان نے بہت شور اور فساد برپا کر رکھا ہے حضرت علی نے اپنے مصاحب کو دریافت حال کے لیے بھیجا اُن لوگوں نے مصاحب کو مع اُسکے ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا۔ حضرت علی نے یہ سنکر نہروان کیجانب کوچ کیا چار ہزار آدمی جمع ہو کر مقابلہ کو آئے مگر ایسا موقع آپڑا کہ وہ سب حضرت علی رضؓ کی فوج کے نرغہ میں آ گئے چار ہزار میں سے کل ۹ آدمی زندہ بچے جو مکہ معظمہ کیطرف بھاگ گئے باقی سب تہِ تیغ بیدریغ ہوئے۔ منجملہ ان نو کے تین شخص یہ بھی تھے ۱۲

مصباح۔ مترجم

مہلک ثابت نہیں ہوا۔ معاویہ کو زخم خفیف پہنچا۔ عمر مصر گیا اور اُسی مقررہ وقت پر مسجد قاہرہ میں داخل ہوا اور اُسنے ایک شخص مسمی کریجہ کو قتل کر ڈالا جس کو کہ اُس نے غلطی سے جنرل عمر خیال کر لیا عبد الرحمٰن تیسرا سازشی کوفہ گیا اور جسوقت کہ حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے اُس نے اُن کے سر پر ضرب تلوار رہا کی۔ علیؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور اُسی زخم کی وجہ سے اُنکا انتقال ہوا یہ واقعہ ۶۶۱ع میں ہوا۔ کوفہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر علی رضؓ کو دفن کیا گیا اور بہت عرصہ کے بعد* انکی قبر پر ایک عالیشان مقبرہ بنایا گیا جو کہ شیعہ زایرین کی اب ہر دلعزیز زیارت گاہ ہے اور اب وہاں ایک شہر بھی آباد ہو گیا ہے جس کا نام مشہد علی ہے یعنی علی کا مقبرہ۔ علی کی وفات پر اُن کے بڑے بیٹے حسن خلیفہ منتخب ہوئے۔ لیکن اُنھوں نے اِس قرار داد پر عہدۂ خلافت سے استعفا† دیدیا کہ بعد وفات معاویہ کے حسنؓ پھر اُس کے جانشین خلیفہ ہونگے۔ مگر معاویہ کو اور تجویز مدنظر تھی۔ اُنکی یہ خواہش ہوئی کہ میرے بعد میرا پسر صلبی یزید میرا جانشین ہووے۔ معاویہ کی ترغیب پر علی رضؓ کی وفات سے آٹھ برس کے بعد حسن رضؓ کو اُنکی بی بی نے زہر سے مار ڈالا اور

قتل حضرت علی رضؓ

بنی امیہ کی خلافت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا

---

* حضرت علی رضؓ نے حضرت امام حسنؓ کو منجملہ اور وصیتوں کے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے جنازے کو کوفہ کے میدان میں رات کے وقت ریگستان میں پوشیدہ طور پر دفن کر کے زمین کو ہموار کر دینا کہ مزار کا نشان نمودار نہ رہے کیونکہ ان معرکوں میں ہزار غدار خاص ہماری ذوالفقار سے قتل ہوئے ہیں اور یہ تمام ملک ہماری جان و مال کا دشمن بنگیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے مزار سے بدلہ لینے میں درگزر نکرینگے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ اس میدان میں شکار کھیلنے آیا کرتے تھے اور باز شکار پر چھوڑتے وہ شکار پر نہ چلے اُس وقت ہارون الرشید نے بوڑھے آدمی جمع کر کے تحقیقات کی تو انھوں نے بتلایا کہ اس میدان میں علی رضؓ کی بے نشان قبر ہے۔ تب ہارون الرشید نے تلاش کے بعد ایک مکان عالیشان بنوایا اور نجف اشرف سے موسوم کیا۔ مصباح

† بعد شہادت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے جو ۱۷ رمضان سنہ ۴۰ ہجری میں جمعہ کے دن عبد الرحمٰن (ابن ملجم) کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۲۲ رمضان سنہ صدر کو کوفہ میں حضرت امیر المومنین امام حسن علیہ السلام خلیفہ منتخب ہوئے اور اُنکے ہاتھ پر چالیس ہزار مسلمانوں نے بلا تامل بیعت خلافت کی۔ عمر آنجناب اُسوقت سینتیس برس کی تھی بعد ازاں آنجناب نے عبد اللہ ابن عباس کو عامل بصرہ مقرر فرمایا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی۔ اُسنے دو آدمی روانہ کیے ایک بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تاکہ اخبار نویسی کریں اور لوگوں کو بتالیف قلوب بہکاویں۔ یہ حال حضرت امام حسنؑ پر بھی کھلا تو آنجناب نے اُن دونوں کو قتل کرایا۔ تاکہ عبرت ہو جاوے

عائشہ رضؓ جو علی رضؓ کے خاندان کے لیے مثل خراب موکل کے تھیں وہ بھی چند برسوں کے بعد

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تفریح الاذکیا میں تحریر ہے کہ ان دونوں کو قتل کرا کے امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا کہ اگر تو ارادہ لڑائی کا رکھتا ہے تو میں حاضر ہوں۔ سو امیر معاویہ بالشکر شام مقابل ہوئے اور آنجناب بھی چالیس ہزار آدمی کے ہمراہ امیر معاویہ کے مقابلہ کو تشریف لے گئے اور فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اُس وقت اللہ نے خود بخود حضرت امام حسن رضؓ کے دل میں ڈالا کہ دونوں فرقوں میں غلبہ کسیکو نہیں ہوگا اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جاویگا۔ اس لیے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ ہم امارت دنیا تجھ کو سپرد کرتے ہیں بچند شروط۔

اور بخاری نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر عظیم الشان معاویہ ابن ابی سفیان پر بھیجا تو عمر ابن عاص نے کہا کہ اے معاویہ یہ لشکر ایسا نہیں ہے کہ بلا جدال و قتال پھر جاوے۔ ہزاروں کا خون ہوگا۔ معاویہ نے کہا کہ اگر لڑائی ہوئی تو ہزاروں مسلمان مارے جاوینگے اور کوئی باقی نہ رہے گا جو مسلمانوں کی آبرو کی حفاظت کرے۔ لہذا عبد الرحمن ابن عامر اور عبد الرحمن ابن سمرہ کو جناب امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم دونوں حاضر ہو کر آنجناب کے حضور میں بحسن تقریر عرض کیجیو اور مجھکو طلب کرائیو اور جس طرح ہو سکے صلح کی تدبیر کیجیو۔ چنانچہ اُنھوں نے حاضر ہو کر ہر طرح التماس کیا۔ مگر آنجناب نے جوابات اول عذر آمیز فرمائے۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ معاویہ کی یہ عرض ہے کہ جس طور سے آپ ارشاد کریں مجھکو قبول و منظور ہے۔ حضرت نے فرمایا اُن شرائط کا ضامن کون ہوتا ہے اُن دونوں نے کہا کہ ہم ضامن ہیں سب شرائط قبول کرتے ہیں بجا لاوینگے۔

حضرت حسن بصری رہ فرماتے ہیں کہ صلح آنجناب کی طرف سے واقع ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ابنی ہذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین کما روی البخاری فی صحیحہ۔ اس مقام سے معلوم ہوا کہ صلح آنجناب کی طرف سے بسبب قلت اور ذلت کے نہ تھی بلکہ آنجناب از روئے فوج و حشم غالب تھے اور حق بھی جانب امام تھا۔ مگر جب چھ مہینے خلافت حقہ پر گزر گئے تو حضرت کے دل میں الہام ہوا اور یہ حدیث یاد آئی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد و صححہ ابن حبان۔ اور وہ تیس برس گزر گئے تو اب وقت ملوک و سلاطین کا آ گیا ایسا نہ ہو کہ میں اُن میں معدود ہو جاؤں۔ لہذا از خود صلح فرمائی۔ بالجملہ جب صلح امام کی طرف سے موافق ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی، تو آنجناب نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

وہ کہ میں نے ولایت مسلمانوں کی معاویہ کے تفویض کی بایں شرط کہ مطابق قرآن و سنت رسول و سیرت خلفائے راشدین عمل کرے اور اسکو یہ اختیار نہیں کہ یہ امر بعد اپنے کسیکو تفویض کرے بلکہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دے وغیرہ،،

یہ وثیقہ صواعق محرقہ وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت میں بالتفصیل موجود ہے۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یا حدیث بھی حرف بحرف پوری ہوئی وہ کہ میرے بعد تیس ۳۰ سال تک خلافت رہے گی اور پھر بادشاہت ہو جاویگی،، چنانچہ خلفاء راشدین کے بعد خلافت دینی اور دنیوی اُمور میں پھر ایک ہی شخص میں مجتمع نہیں رہی۔ دنیوی انتظامات کے لیے بادشاہ

مرگئیں۔ اور کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے اُن کو مروا ڈالا۔ معاویہ کے انتقال پر اُنکا بیٹا یزید بغیر انتخاب کے اُن کا جانشین ہوگیا۔ اور اس طرح سے خاندان بنی اُمیہ تخت خلافت پر متمکن اور قایم ہوگیا۔ یزید کے خلیفہ ہوتے ہی (حضرت) علی کے خاندان کے طرفداروں نے بغاوت شروع کی اور حسین ابن علی کو کوفہ والوں نے خفیہ طور سے بلوایا کہ آپ مکہ سے یہاں آجاویں اور ہمارے پیشوا بنیں۔ یزید کو اس مجوزہ بغاوت کی عین موقع پر خبر ہوگئی اور اُسنے موجودہ گورنر کوفہ کو موقوف کرکے اسکی جگہ عبید اللہ کو مقرر کردیا جو ایک بڑا ظالم اور خونخوار آدمی تھا عبید اللہ (ابن زیاد ۱۲) نے مسلم کو گرفتار کرلیا جسکو امام حسین نے بطور اپنے سفیر کے کوفہ میں بھیجدیا تھا اور ہانی کو بھی گرفتار کرلیا جس کے گھر میں مسلم چھپے تھے اور جبکہ کوفیوں کے ایک گروہ نے جمع ہوکر اُس کے محل کو گھیر لیا اور مسلم اور ہانی کی رہائی کے لیے غل مچایا عبید اللہ نے بجائے اُنکے رہا کرنیکے یہ حکم دیا کہ اُن دونوں کے سر کاٹکر محل سے نیچے مجمع میں پھینکدیئے جائیں۔ اس اثنا میں حسینؓ بھی بابل کی سرحد تک آگئے تھے وہاں حُر مع سواروں کے ایک دستہ کے اُن سے ملا حُر نے حسینؓ سے کہا کہ عبید اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ مَیں آپ کو کوفہ کو لیچلوں اور جبکہ حسین رضؓ

(بقیہ صفحہ ۴۲) اور ملوک تخت نشین ہونے لگے اور امام اور مجتہدوں نے دینی معاملات کی اشاعت اور ترویج اختیار کی۔ یزید ابن معاویہ اور مروان کے اغوا سے امام حسن کو اُنکی بیوی جعدہ نے زہر دیا جسکی وجہ سے ۴۹ھ ہجری میں آپ شہید ہوئے ۱۲۔ مصباح مترجم۔

ٹ (متعلق صفحۂ ۴۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مسٹر پامر نے نہ معلوم ہر جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاندان کا دشمن کیوں تحریر کیا ہے۔ سوائے تعصب یا غلط بیانی کے اسے اور کیا کہا جائے۔ حالانکہ گزشتہ نوٹوں میں کتب سیر سے معتبر طور پر ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمن نہ تھیں۔ اور امیر معاویہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرفداری میں لڑنے کا ارادہ کیا تھا اور جنگ جمل کی شرکت سے کسقدر پشیمان تھیں۔

آگے چلکر مسٹر پامر نے حضرت عائشہ رضؓ کی نسبت لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے اُن کو مروا ڈالا یہ بات بھی غلط ہے ۔۔ ۱۲

مصباح مترجم

نے اُس کے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو حُر نے کہا کہ آپ جس راہ سے چاہیں کوفہ کو چلے جاویں اور اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا تاکہ (حضرت) حسینؓ آسانی سے تشریف لیجاویں۔ رات بھر حُر مع اپنے سواروں کے گشت کرتا رہا اتنے میں اُسکے پاس ایک سوار یہ حکم لایا کہ (امام حسینؓ) کو ایک کھلے اور غیر محفوظ میدان میں گھیر لاوے اور اُس وقت تک گھیرے رہے کہ شام سے اور فوج آکر اُن کو گھیر لیوے۔ دوسرے دن عمر کوفے سے چار ہزار فوج کے ہمراہ آیا۔ اور حسب الحکم عبید اللہ کے دریائے فرات کے متوازی میدان کربلا پر امام حسینؓ کے لشکر گاہ کو گھیر لیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اپنے تئیں بلا شرائط سپرد کر دیں۔ امام حسین نے اس بات سے انکار کر دیا اس پر طرفین میں جنگ شروع ہو گئی۔ امام حسین اور اُن کے چند ہمراہی اور دوست و احباب کچھ عرصہ تک تو دشمنوں کے حملہ کی مدافعت کرتے رہے لیکن آخرکار یہ سب لوگ مع امام حسین کے شہید ہو گئے۔[۱]

آنحضرت نے کل اقوامِ عرب کو ایک متحد قوم بنایا اور تہذیب سکھائی

حضرت محمد صاحب کی کامیابی ترویج مذہب اسلام میں اور مسلمانوں کا اسقدر ایک بے نظیر جنگی عظمت حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب درحقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے تمام جنگجو اقوام عرب کو جو ساری عمر کبھی نہیں ملتی تھی آپس میں ملا کر ایک متحد قوم بنا دیا۔ اور اُن کو یہ سکھایا کہ اُنکی ایک ہی قوم ہے اور سبکو قومی اتفاق رکھنا چاہیے۔ اور محمد صاحب کی وجہ سے تمام تفرقہ اور حسد اور خانہ جنگیاں جو عرب کی قوموں میں رہا کرتی تھیں وہ سب یک قلم اور ایک دم بالکل غائب ہو گئیں۔

خلفای راشدین کی سادگی

اول[۲] کے چار خلفائے راشدین جنکو کہ مسلمان جائز اور مستحق اور صحیح خلیفہ کہتے ہیں گو کہ وہ کامل طور سے مطلق العنان تھے اور اُنکی حکومت بالکل خود مختاری کی حکومت

---

[۱] ایک مشہور و معروف واقعہ ہے اس لیے اس پر نوٹ لکھنا ضروری نہیں معلوم ہوا ۱۲ مصلح مترجم

[۲] اول کے چار خلفاء راشدین نے اپنی خلافت کے عہد میں پرہیزگاری کے ساتھ دینداری کو کام فرمایا اور خداترسی اور د (بقیہ لصفحہ آیندہ)

تھی مگروہ ہمیشہ مثل ریگستانی شیخ کے رہے اور بے تکلف امیری کی اور اپنے عادات اور طریقوں کو کبھی ترک نہیں کیا اُنکی پوشاک ایک موٹے کپڑے کی عبا ہوا کرتی تھی یا بالوں کا بنا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالا چوغہ ہوتا تھا یا بھیڑ کے چمڑے کی چادر کندھوں پر پڑی رہا کرتی تھی اور پیروں میں چمڑے کا جوتہ مثل سلیپر کے ہوا کرتا تھا (سلیپر اس قسم کا جوتا ہوتا ہے کہ صرف اُس میں تلا چمڑے کا ہوتا ہے اور اُوپر چمڑے کے تسمے لگے ہوتے ہیں) اِس وضع سے مسلمانوں کے یہ بادشاہ بازار میں پھرا کرتے تھے اور ایک شخص بھی اُنکی جلو یا اُنکی اردلی میں اُنکے ہمراہ نہیں ہوتا تھا۔ اور لوگوں کی فریادیں اور شکایتیں سُنا کرتے تھے اور جو لوگ اُنکے طرزِ حکومت پر نکتہ چینیاں کرتے یہ وہ بھی سنتے تھے اور بعض اوقات یہ نکتہ چینیاں بڑے سخت اور اشتعالک دہ الفاظ میں بیان کیجاتی تھیں۔ مگر اُن سب کو یہ خلفاے اربعہ بڑی خاموشی سے سنتے تھے۔

اُن کا عہدہ یا رتبہ جیسا کہ خود خلیفہ کے نام سے ظاہر ہے پیغمبر صاحب کی جانشینی کا تھا اور اس لیے اُنکے فرائضِ منصبی دینی اور فوجی دونوں قسم کے تھے اور جمعہ کے دن دارالخلافہ کی جامع مسجد میں نمازیوں کو وہ خود درحقیقت نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ذیل کی حکایت سے اُنکی سادہ طرزِ زندگی اور بے تکلف امیری کا احوال اور نیز اُن تعلقات کی کیفیت جو اُن کو اپنے پیروں کے ساتھ تھی پوری پوری معلوم ہوتی ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

عدل گستری۔ جہانبانی و فیض رسانی کو کام میں لائے۔ اُن میں سے کسی نے خلافت کے ذریعے سے دنیاوی شان و شوکت عیش و عشرت کو روا نہیں رکھا۔ سوائے تعمیر مساجد عالیشان کے کسی نے اپنا ایوان بلند نہیں بنوایا خلافت کی آمدنی کو مایحتاج ضروری سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔ بلکہ بذاتہ روزی پیدا کر کے کھانے میں دریغ نہیں فرمایا چنانچہ خلیفہ اول باایں ہمہ اقتدار و دولت و صولت بکریوں کا ریوڑ پالتے اور چراتے رہے۔ خلیفہ دوم اینٹیں بنواتے اور پکواتے اور اُنکی فروخت سے اپنا کام چلاتے رہے خلیفہ سوم تجارت کرتے رہے۔ خلیفہ چہارم متوکل الفقر فخری پر قائم رہے ۱۲ مصباح مترجم

لفاء راشدین کی ...دگی کی ایک حکایت

ایک دفعہ خلیفہ دوم عمرؓ ابن الخطاب کو ملک یمن سے ایک نہایت عمدہ دیبا کا کپڑا بطور پیشکش کے آیا جسکو اُنھوں نے سب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اُس کے دوسرے دن جبکہ عمرؓ ممبر پر چڑھکر وعظ کہہ رہے تھے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلا کر نصیحت کر رہے تھے کہ اتنے میں حاضرین میں سے ایک شخص اُٹھا اور خلیفہ دوم سے عرض کیا کہ مَیں آپکے احکام نہیں سنتا اور نہ اُنکی تعمیل کروں گا۔ خلیفہ دوم نے دریافت کیا کہ کیا وجہہ۔ اُس نے عرض کیا کہ یمن سے جو دیبا کل آیا تھا تو میں دیکھتا ہوں کہ آپ اُس کپڑے کا ایک کرتہ پہنے ہوئے ہیں اور چونکہ آپ ایک طویل القامت آدمی ہیں جبتک کہ آپنے اپنے حصہ سے زیادہ نہ لیا ہوگا تب تک آپ کا کرتہ اُس کپڑے کے حصہ رسدی میں سے ہرگز نہیں بن سکتا تھا۔ اِس بات پر عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو پکارا تاکہ وہ اُس شخص کا غیر واجبی شبہ رفع کرکے خلیفہ دوم کو اس شبہہ سے بری کرے۔ اُس وقت عبداللہ نے اُس مجمع کے روبرو بیان کیا کہ میرے باپ کے حصہ میں سے جب اُن کے کُرتہ میں کمی رہ گئی تب مَیں نے اُن کو اپنے حصہ میں سے تھوڑا سا کپڑا اُس کمی کے پورا کرنے کے لیے دیا اُس سے اُن کا کرتہ پورا ہوا ہے۔

...طنتِ اسلام ...ا ترقی۔

اسلام میں ایسے ایسے سردار تھے جیسا کہ اُوپر کی حکایت میں بیان ہوا۔ اور بیحد جوش اور مذہبی سرگرمی تھی جو محمدؐ صاحب نے اُن میں پھونک دی تھی ایسے ہی سرداروں کی رہنمائی سے مسلمانوں کے لشکر براعظم ایشیا میں پھیل گئے اور کوئی اُنکی مزاحمت نکرسکا اور نہ اُنکے روکنے پر قادر ہوسکا۔ خسروانِ ایران کی عظیم الشان سلطنت اُنکے قبضہ میں بغیر جنگ وجدل ہی کے آگئی۔

...بب نمبر ...

اول۔ اول تو چونکہ عربوں میں بت شکنی کی بڑی حرص اور آرزو تھی اور لوٹ مار کرنے کا بڑا شوق تھا وہ جس ملک میں جاتے تھے وہاں بربادی اور ویرانی ہی ہوتی تھی اور علمی اور صنعتی خزانے

جب اُنکے ہاتھ پڑ جاتے تھے اُنکو یا تو منتشر کر دیتے یا برباد کر ڈالتے تھے*۔

اول اول تو اپنی فتوحات سے عربوں کو فائدہ حاصل کرنے کا اچھے طور سے خیال نہ تھا سوائے رسم عرب کے کہ وہ ایسے سامان منقولہ کو ضبط کر لیتے یا چھین لیتے تھے جو بآسانی لیجایا جا سکے اور مفتوح قوم پر ایک ٹکس لگا دیتے تھے اور جو شخص ٹکس ادا نہیں کر سکتا تھا۔ یا

* مسٹر پامر کا یہ قول بالکل غلط ہے۔ پامر صاحب کا یہ اشارہ غالباً اسکندریہ کے کتبخانے کی بابت ہے جسکو کہ صدیوں تک مورخین یورپ نے یہی جانا کہ عرب یعنی مسلمان فاتحوں نے جلا دیا تھا۔ مگر آخر کار ایڈورڈ گبن صاحب۔ نے یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ یہ کتبخانہ متعصب عیسائیوں نے خود ہی جلا کر یہ الزام مسلمانوں کے ذمہ لگا دیا تھا۔ مسلمان اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ اور کسی کتبخانے کی بربادی مسلمانوں کے ہاتھ سے ہونا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

؎ مسٹر پامر کا یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ جو شخص یہ ٹکس ادا نہیں کر سکتا تھا وہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ یہ بات روایت اور درایت دونوں طرح سے قابل قبول نہیں تاریخوں سے ظاہر ہے کہ غیر مستطیع اشخاص سے یہ ٹکس ہرگز نہیں لیا جاتا تھا۔ مسٹر پامر ہی پر کیا منحصر ہے یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ علی العموم یوروپین مورخین جزیہ کا ذکر کرتے ہوئے درحقیقت تعصب کا آئینہ سامنے رکھ لیتے ہیں جسکی وجہ سے اصلی واقعات پر بالکل پردہ پڑ جاتا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے جزیہ اور دیگر آمدنی سلطنت مسلمانان عرب کا حال تاریخ المامون سے انتخاباً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

وہ ہر ایک قسم کی رقم جو عربوں کی سلطنت اور خلافت کے زمانے میں خزانۂ شاہی میں داخل ہوتی تھی اُسکی چار قسمیں تھیں۔

(۱) خراج (۲) عشر (۳) جزیہ (۴) زکوٰۃ

اول۔ جو زمین نہروں کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو

یا **دوسرے** جو زمین فوج کو (جسنے اُس حصۂ ملک کو فتح کیا ہے) تقسیم کر دی گئی ہو۔

یا **تیسرے** جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہوں۔

ان تینوں حالتوں میں زمین عشری ہوتی تھی۔ یعنی اسکی پیداوار سے صرف دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا اور یہی اس کا خراج سمجھا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا قسموں سے دو پچھلی قسم کی عشری زمین بہت کم تھی۔ ان تینوں قسم کے علاوہ جو زمین تھی وہ خراجی تھی۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈال دیتا تو اُس سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا خراجی زمین میں ایسا نہیں تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کے دوسرے سال کاشت کرتا تو ایک ہی سال کا

ادا کرنا نہیں چاہتا تھا اس سے کہتے تھے کہ یا اسلام قبول کرو یا موت۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) خراج دینا کافی ہوتا تھا۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت پہنچتی تو خراج معاف ہو جاتا تھا۔ جس زمین پر کوئی نہیں بنائی جاتی تھیں وہ عموماً عشر اور خراج سے معاف ہو جاتی تھیں۔

عشر اور خراج کے احکام۔ مسلمان اور دوسری مذہب والی رعایا سے جن کو اہل اسلام کی حمایت میں آجانے سے ذمّی کا لقب ملا ہے قریب قریب یکساں متعلق تھے۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ میں ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا۔

خراج کی کوئی معین شرح نہ تھی۔ لیکن یہ اصول حاشا ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زیادہ نہ لیا جائے زکوٰۃ مسلمانوں کے ساتھ خاص تھی اور سونے۔ چاندی۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ سب پر جداگانہ شرحیں مقرر تھیں حقیقت میں یہ نہایت سخت ٹکس تھا جسکو خود اسلام نے اپنے اوپر گوارا کیا تھا۔

ذمیوں پر جزیہ تھا گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلے میں تو گویا کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کو تعصب کا الزام دینے میں ہمیشہ بڑے زور و شور سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہلکا ٹکس جس کے نام سے یوروپین مصنفین کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعۃً جوش مارنے لگتے ہیں زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی ع۱۲ سالانہ تھا۔ اور یہ تعداد بڑے دولتمندوں کے ساتھ خاص تھی۔ متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجہ کے لوگوں پر تین روپیہ سالانہ تھا۔ بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہوں۔ لیکن فرمانروائے وقت کو حسب مصلحت وقت اختیار عام حاصل تھا کہ اُسکی شرح گھٹائے یا بالکل معاف کر دے۔ لڑکے۔ بوڑھے۔ عورتیں مفلوج۔ معطل العضو۔ نابینا۔ ہر حالت میں مطلقاً معاف تھے۔ اِس خفیف محصول کے عوض میں ذمیوں کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانوں پر فرض ہو جاتی تھی۔

اِن آمدنیوں میں زکوٰۃ کی آمدنی یا زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانوں سے لیجاتی تھی اس لیے تھی کہ اُس سے اپاہج۔ نادار مسافر اور اس طرح کے درماندہ لوگوں کی اعانت کیجاوے۔ زکوٰۃ میں یہ قید تھی کہ خاص مسلمانوں پر صرف ہو۔ لیکن اور کسی قسم کے صدقات میں جو مسلمانوں سے لیے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے دمشق کے سفر میں مجذوم عیسائیوں کے لیے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا

حضرت عمرؓ نے اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ خدا کے اس قول میں کہ صدقات فقرا اور مساکین کے لیے ہیں۔ مساکین سے عیسائی اور یہودی مراد ہیں۔ باقی۔ خراج۔ عشر۔ جزیہ۔ پبلک کاموں یعنی سڑک۔ پل۔ چوکیدارہ۔ تعلیم وغیرہ کے لیے خاص تھے۔ فوج کا صرف بھی اِس آمدنی میں سے دیا جاتا تھا۔ ہارون الرشید (بقیہ صفحہ آیندہ)۔

اِس کے بعد بہت ہی جلد چونکہ اُنکی سلطنت نہایت عظیم الشان اور وسیع ہوگئی۔ اِس لیے اب اس بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ ایک باقاعدہ گورنمنٹ اور حکومت قائم کیجاوے اسلیئے عرب گورنروں اور عرب جرنیلوں کے لیے ایرانیوں اور یونانیوں کو مدد کے لیے مقرر کیا گیا اور صحرائے عرب کے سپاہیوں نے اب بتدریج مہذب بننا اور جو تہذیب کہ اُن کے ملک کے چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی اُس کو حاصل کرنا شروع کر دیا۔

علوم و فنون کی ترقی۔

مسلمانوں کی حکومت میں علوم و فنون و صنعت و حرفت نے مثل سابق کے پھر بڑی ترقی کی۔ لیکن ہم کو یہ بات فراموش کرنا نہ چاہیے اور اسی طرح دیگر مورخین بھی کہتے ہیں کہ یہ سب برکتیں علوم کی عربوں کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ عربوں کی اجازت و سرپرستی سے موجود رہی ہیں اور یہ بات صرف ایرانیوں اور یونانیوں کی وجہ سے تھی کہ یہ علوم و فنون باقی رہے۔

اول اول کے خلفاء نے یعنی سلطنت اسلام کے ابتدائی زمانے میں صوبجات مفتوحہ کے نظم و نسق کلی اس قدر ذمیوں کے ہاتھ میں دے رکھے تھے کہ کچھ عرصے تک عرب حکام کی سرکاری خط و کتابت بھی یونانی ہی زبان میں تحریر کیجاتی تھی۔

ایرانی صناع اور کاریگر عربوں کی مسجدیں اور محلوں کے نمونے یا نقشے تیار کرتے اور اُن کو نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے اور وہ خوبصورت نقش و نگار عمارت جس کو ہم عربی وضع کا نقش و نگار کہتے ہیں وہ ریگستان کی ناہموار چٹانوں سے اختراع نہیں کیے گئے تھے یعنی عربوں کی ایجاد نہیں ہے بلکہ اُسکو شیراز کے باغوں نے سکھایا تھا مراد یہ کہ اُسکے موجد اہل ایران تھے اور علم سائنس اور فلسفہ وغیرہ یہ یا تو ہندوستانیوں نے یا یونانیوں نے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور مامون رشید اور تمام نیک دل بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹیکس یا محصول یا جو کچھ کہو یہی تھا جس کا ذکر ہوا۔ انکم ٹیکس۔ انڈاپر کیپٹری ٹیکس جنگی۔ شبرکانہ۔ یدوسانہ۔ چوکیداری۔ اسٹامپ وغیرہ کے ناموں سے اُس زمانہ میں کوئی واقف نہ تھا۔ مصباح مترجم

ایجاد کیا تھا۔

عبداللہ ابن زبیر

معاویہ کی وفات پر یزید کا خلیفہ ہونا صرف علیؓ کے خاندان کے پیروؤں ہی کو ناگوار نہ تھا۔ بلکہ سب عربوں کو ناگوار تھا۔ مکہ میں ایک شخص عبداللہ ابن زبیر رہتے تھے۔ جن کا کئی وجہوں سے مسلمان ادب اور لحاظ کرتے اور اُن سے محبت سے پیش آتے تھے۔ عبداللہ کے باپ زبیر بھی منجملہ اُن مسلمانوں کے تھے جو سب سے اول مسلمان ہوے تھے اور محمدؐ صاحب کے پھوپی زاد بھائی اور دلی دوست بھی تھے۔ یہ زبیر بڑے بہادر جنرل بھی تھے۔ ملک افریقہ زیادہ تر انکی وجہ سے فتح ہوا تھا۔ اور انھوں نے مسلمانوں کے لیے قسطنطنیہ کے قریب تک ملک فتح کر لیا تھا۔ زبیر کے بیٹے عبداللہ مدینے میں اُسوقت پیدا ہوئے تھے جبکہ (حضرت) محمدؐ صاحب مدینے میں رہا کرتے تھے اور پیغمبر صاحب اُنسے بہت محبت کرتے تھے۔ اور جبکہ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے تو پیغمبر صاحب نے بذات خود انکی تیمار داری کی تھی۔

حسینؓ کی وفات کے بعد اہل مکہ نے عبداللہ کو خلیفہ مقرر کر لیا اور اُسکے تھوڑے عرصے کے بعد مدینے والوں نے بھی اُنکو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں کل ملک حجاز نے اُنکی حکومت تسلیم کی۔ یزید نے جو فوج مدینے کے فتح کرنے کے لیے بھیجی تھی اُس فوج نے مدینے کو فتح کر لیا تھا۔ لیکن مکہ ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا۔ یہانتک کہ خلیفہ یزید کی موت کی وجہ سے یہ محاصرہ مکہ کا ختم ہوا اور فوج واپس چلی گئی۔

یزید اول کا فسق و فجور

یزید اپنے سادہ اور پابند مذہب مورث سے بالکل برعکس تھا۔ اُسکی حکومت میں جو تین برس چھ مہینے رہی اُسنے دنیائے اسلام کو اپنی بے اعتدالیوں سے اپنے سے سخت متنفر کر دیا تھا۔ وہ علانیہ شراب پیا کرتا تھا۔ اور اپنے شعروں میں مذہب

اسلام کے پاک مسئلوں کے ساتھ تمسخر کرتا تھا اور اُنکی مذمت لکھتا تھا۔ اور جس بات کی کہ مذہب اسلام میں ممانعت آئی ہے یعنی اسلام میں جو باتیں حرام ہیں اُنکی تعریف بے حد اور توصیف بے انتہا کیا کرتا تھا۔ غرضکہ وہ علی الاعلان فاسق و فاجر تھا۔

جبکہ یزید مرگیا تو اُس کا بیٹا معاویہ محض لڑکا تھا چند مہینے میں اُسنے کہا کہ مجھسے خلافت اور بادشاہت کا بوجھ نہیں اُٹھ سکتا۔ اِس سے مجکو معاف رکھا جاوے یہ بوجھ میری طاقت سے بہت زیادہ ہے۔ پھر اُس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اُس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرگیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی نے زہر دیکر مار ڈالا۔

مروانیونکی خلافت

یزید کے مرنے سے جو موقعہ خلافت کے لیے ہوا تھا اُس سے عبداللہ ابن زبیر نے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور سرداران خاندان بنی اُمیّہ نے مروان[۵۱] کو جو خلیفہ سوم

---

۵۱ مروان ابن الحکم قریشی اموی ہے۔ اسکی کنیت ابا عبدالملک ہے۔ یہ مروان حضرت عمرو بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دادا تھا جو مذہب اسلام میں مجدد اول اور نہایت نیک نفس آدمی ہوئے ہیں۔ مروان ۲ سنہ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ کتاب الکمال فی اسماء الرجال مصنفہ مولٰنا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی میں تحریر ہے کہ مروان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ اس لیے کہ آنحضرت رسول مقبول صلعم نے اِس کے باپ حَکَم کو شہر طائف کی طرف جلا وطن کردیا تھا۔ حکم مع اپنے پسر مروان کے اُس وقت سے تا زمانۂ خلافت خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طائف کے اطراف ہی میں رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپنے حکم کو مدینۂ منورہ میں بلالیا۔ اُس کے ساتھ ہی مروان بھی آیا۔ پھر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص منشی مقرر ہوگیا اور اسکی وجہ سے جس قدر کشت وخون اور فساد اور فتنے مسلمانوں میں ہوئے ہیں وہ سب حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نوٹ میں اس سے پیشتر تحریر کردیا گیا ہے۔ مروان نے بہت سے صحابیوں سے حدیث روایت کی ہے منجملہ ان کے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں اور بہت سے تابعیوں نے اس سے روایت کی۔ جس میں عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ مروان ۶۵ برس کی عمر میں بمقام دمشق زہر سے مارا گیا۔

یہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں الکمال فی اسماء الرجال میں آپکے حال میں تحریر ہے کہ ابن عینیہ نے کہا ہے کہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہ نے آخری حج کے لیے جب احرام باندھا تو مُنہ آپکا زرد ہوگیا اور کانپنے لگے اور لفظ لبیک نہ کہہ سکے آپ سے دریافت

(بقیہ بصفحہ آیندہ)

(حضرت عثمانؓ کا ایک دوست اور عزیز تھا تخت خلافت پر جانشینی کے لیے پسند کیا
مروان کو اُس کی بیوی نے مار ڈالا اور اُس نے بہت ہی کم عرصہ یعنی صرف نو مہینے تک
حکومت کی۔ مروان کی حکومت کے دوران میں مختلف فریق اور قوموں میں طاقت اور
اقتدار حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں اور تمام سلطنت میں
بدانتظامی و بدامنی پھیل گئی۔ علاوہ ابن زبیر کے جو مکہ میں تھے کوفہ کے آدمی یعنی پیروان
خاندانِ علیؓ اور خارجی جو علیؓ[۴] سے جنگ صفین میں علیحدہ ہوگئے تھے یہ سب برسرِ جنگ
تھے اور انکی وجہ سے سلطنت میں فتور پڑا ہوا تھا۔ نا اتفاقی کے عنصر صرف یہی لوگ
نہ تھے کیونکہ مسلمانوں میں ایک تفرقہ پیدا کرنے والا سبب اور بھی موجود تھا۔ اور جو اسی قدر
عظیم الشان اور قوی تھا جیسے کہ عرب اور ایرانیوں میں قومی نفرت تھی۔ یعنی آہ وہ دشمنی تھی
جو ایک طرف خالص خانہ بدوش عرب قوموں میں تھی جو مضرؔ[۱] کو اپنا مورث بیان کرتے ہیں
اور قریش بھی جس کی اولاد میں ہیں۔ گو کہ بہت عرصہ سے قریشی مکہ میں سکونت پذیر ہوگئے
ہیں۔ اور دوسری طرف ذرا کچھ تہذیب یافتہ یمن کی قومیں تھیں۔ ان دونوں فریقوں میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کیا گیا کہ لبیک کس لیے نہیں کہتے؟ فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ لبیک از زبان سے نکالوں اور وہاں سے یہ جواب نہ آوے کہ لا لبیک۔ آپ سے کہا گیا کہ حج میں لبیک کہنا تو منجملہ مناسک حج کے ہے اور کہنا ضروری ہے۔ یہ سنکر آپنے لبیک کہا۔ مگر یہ لفظ کہتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی اور اپنی سواری سے آپ اُسی حالت میں زمین پر گر پڑے مگر غش سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا غش پہ غش آتا رہا۔ یہانتک کہ آپنے اسی حالت میں قضا فرمائی ۱۲۶ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ ۱۲ مصباح مترجم۔

[۱] رسول مقبولؐ مضر کی ۱۸ ادیں پشت میں ہیں جیسا کہ نسب نامہ سے ظاہر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان وغیرہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مورثان میں سے مورث کا لقب قریش پڑ گیا تھا بوجہ اسکے کہ اُنکا ہی تمام قوم پر غلبہ اور دبدبہ تھا۔ اور قریش ایک جانور دریائی کو کہتے ہیں جو بہت ہی بڑا ہوتا ہے اور کوئی جانور اُس کا شکار نہیں کر سکتا اور وہی سب پر غالب رہتا ہے سو اُسکو بسبب غلبہ کے قریش کہتے ہیں۔ انھیں فہر کی اولاد قوم قریش مشہور ہوئی ۱۲ از مصباح احمد مترجم

گیارھویں

پُرانے زمانے سے ایسی سخت دشمنی اور عناد آپس میں چلا آتا تھا جو ناقابل رفع تھا اور گو مذہبی جوش اور آرزوے فتحمندی نے ان دونوں فریقوں کو کچھ عرصے کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے متفق کر دیا تھا۔ لیکن اُنکی خفیہ دشمنی کی دبی ہوئی آگ بھڑک کے شعلہ پیدا کرنے کے لیے ہروقت تیار رہتی تھی۔

دوسرا بہت بڑا سبب خطرہ کا سلطنت کو یہ تھا کہ صوبجات کے عاملوں (گورنروں) کو فوجی اختیارات بھی تفویض ہوتے تھے اور یہ فوجی اختیارات گورنروں کو اکثر اس بات کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ خلیفہ کی حکومت سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اور اپنے تئیں خود مختار سمجھتے تھے۔ اس طور سے مذہبی جوش۔ قبیلوں کی دشمنی۔ قومی عناد۔ خانگی فساد۔ اور ذاتی خواہشیں یہ سب باتیں اسباب کا خوف دلا رہی تھیں کہ وہ عالی شان عمارت جس کو محمد صاحب (صلعم) اور اُنکے جانشینوں کی فتحمندیوں نے تعمیر کیا تھا خراب ہو جاویگی۔

خاندانِ بنی اُمیہ کی کامیابی کا سبب یہ تھا کہ اُن میں سخت پابندی مذہب۔ اور فرائض کی انجام دہی کا خیال۔ نیکیاں۔ اور غیر مزائل بہادری اور شجاعت تھی۔ جو کہ سرداران صحرا میں خلقی طور سے ہوا کرتی ہے۔ لیکن جب کہ بنی اُمیہ کو عروج ہوا وہ عیش وعشرت میں پڑ گئے اور اس طرح اُنکی سادگی کی امیری اور بے تکلف طرز زندگی جاتی رہی اور شاہانہ عیش وعشرت کا طریقہ اختیار کر لیا تو اُن پر فوراً زوال اور ادبار آگیا۔

خلیفہ عبدالملک

مروان کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اُس نے ان تمام بدانتظامیوں۔ بدامنیوں۔ خانہ ویرانیوں اور خانہ جنگی کے روکنے کا کچھ انتظام کیا۔ یہ خلیفہ نہایت اولوالعزم اور صاحب لیاقت تھا۔ سلطنت کو طاقتور اور عظیم الشان اور مضبوط بنانے کی ترکیبوں (تدبیروں) سے پورے طور سے واقف تھا۔ اور سرکاری کاغذات کی زبان یعنی

وہ زبان کہ جس میں سلطنت کے امورات اور واقعات تحریر کیے جاتے ہیں وہ اب تک فارسی زبان تھی۔ اِس خلیفہ نے فارسی کی بجائے عربی زبان کو سرکاری زبان مقرر کیا گفتگو اور تقریر کی آزادی جو خلفائے سابقین نے اپنی رعایا کو عطا کی تھی وہ رعایت اُس نے حسد سے موقوف اور منسوخ کر دی۔ اور عرب کے صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

حجاج بن یوسف

الحجاز*کو جو ایسا ظالم اور خونخوار حاکم تھا کہ تواریخ اسلام میں اُس سے زیادہ کوئی خونخوار اور ظالم نہیں مِل سکتا عبدالملک نے مکہ میں بھیجا جس نے مکہ کو فتح کر کے عبداللہ بن زبیر کو ۶۹۲ع میں مروا ڈالا

عبدالملک نے تخت نشینی سے پہلے مدینہ میں دین الٰہی اور علم دین اس قدر محنت سے حاصل کیا تھا کہ اُس کا لقب مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا۔ اِس لیے کہ مثل اُس پرندہ کے وہ اُس پاک مزار سے کبھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ رات دن وہیں رہتا تھا اور قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ جبکہ اُسے اُس کے باپ مروان کے مرنے کی خبر اور

---

*مسٹر پامر نے الحجاز لکھا ہے۔ دراصل نام حجاج ہے۔ یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ خلیفہ عبدالملک نے بعد اس کے اُسکو عراق کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اُس کا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر ائمہ مذہب اور پیشوایان دین پر تھیں۔ صحابۂ کرام اور عامۂ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے اُسکے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ جو عمرو بن عبدالعزیز نویں خلیفہ خاندان بنی اُمیہ نے کی ہے (کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب ملکر اپنے اپنے زمانے کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لادیں تو البتہ ہمارا پلہ بھاری رہے گا)

بے سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہے۔ مرد عورت سب کو ایک زنجیر میں اس نے قید کیا۔ صحرانشین لوگوں کے ہاتھ پر اُنکے اور اُنکی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔ سب سے پہلے جس کے دربار میں ہزار خوان کھانے کے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے۔ ۱۲ مصباح احمد مترجم

اُس کے تخت نشین ہونے کی اطلاع دی گئی تب اُس نے قرآن شریف کو جسکو وہ اُس وقت پڑھ رہا تھا یہ کہکر بند کیا کہ "اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں" اور اُسکے بعد وہ بالکل سلطنت کے کاموں میں مصروف اور مشغول ہوگیا۔

صخرہ

عبدالملک بن مروان کا سب سے بڑا عظیم الشان کام بیت اللحم کی چٹان پر قبہ کی عالیشان عمارت کی تعمیر کرانے کا ہے۔ یہ عمارت گو خاص کر پولیٹیکل ضرورتوں کی

⁎ بیت المقدس میں مسجد اقصٰے کے اندر یہ چٹان ہے اس کا نام صخرہ ہے اول اول سب مسلمان نماز صخرہ بیت المقدس کی جانب پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلعم نے بھی بعد ہجرت ۱۶ یا ۱۷ مہینے طرف صخرہ شریفہ کے نماز پڑھی ہے بعد ازاں بحکم وحی کعبہ شریف کیطرف نماز پڑھنے لگے۔ مسجد اقصٰی کی بنا حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی تھی۔ پھر دوبارہ اسکو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی رفعت و شان کے ساتھ بنائی اور نیز ایک زمردیں قبہ طلائی تیار ہوا۔ دنیا کے بڑے بڑے عجائبات سے یہ عمارت ہے۔ صخرہ شریف اُسکے اندر تھا اور وہ عمارت (۴۰۳) برس تک قائم رہی پھر ۵۸۷ سال قبل مسیح علیہ السلام کے بخت نصر بادشاہ فارس نے مسجد اقصٰی پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو قتل اور ہلاک کیا۔ شہر اور مسجد اقصٰی کو جلا دیا اور ڈھا کر پاٹ ڈالا اور تمام سونا و چاندی لوٹ کر لیگیا جب رومی غالب ہوئے انھوں نے از سرِ نو اس قبہ کی تعمیر کی اور ایک عرصہ کے بعد خود اُسکو خراب کر دیا یہانتک کہ اُس میں کوڑا کرکٹ پڑنے لگا۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اُسکی شکست و ریخت کی ترمیم کی اور خادم اور مؤذنین اور مصارف ضروریہ اُس کے مثل فرش اور روشنی کے مقرر کیے پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی خلافت کے دوسرے سال یعنی سنہ ۶۶ ہجری میں سات سالہ خراج مصر کے صرف سے عمارت مسجد اقصٰی اور قبہ صخرہ شریفہ شروع کی ۸ سال تک بڑے اہتمام کے ساتھ یہ عمارت تیار ہوا کی سنہ [illegible] ہجری میں پوری ہوئی اور اُسکے عہد میں درمیان زنجیر قبۃ الصخرہ کے ایک بیش قیمت بڑا موتی اور دونوں سینگ دنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور تاج کسریٰ کا معلق تھا۔ پھر جب بنی ہاشم کی سلطنت ہوئی۔ اِن چیزوں کو کعبہ شریف میں لے آئے تھے۔ مسٹر پامر کا یہ خیال کہ یہ عمارت اس غرض سے بنوائی گئی تھی کہ حجاج لوگ مکہ نہ جایا کریں درست نہیں کیونکہ حج سوائے کعبہ کے اسلامی مذہب میں دوسری جگہ نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ تعمیر محض ثواب یا یادگار کی نیت سے خلیفہ عبدالملک نے بنوائی تھی۔ اس خلیفہ کا لقب الموفق لامر اللہ تھا۔ اسلام میں یہ اول خلیفہ ہے جسنے درم و دینار پر سکہ منقوش کیا۔ سکہ میں ایکطرف اللہ احد اور دوسری طرف اللہ الصمد مضروب کیا گیا۔ قبل اسکے درم و دینار رومی اور کسرائی مروج تھے۔ ۱۲

مصباح الدین احمد عفی عنہ مترجم

وجہ سے بنائی گئی تھی۔ اور نیز اس غرض سے تاکہ حاجی مکہ (شریف) کو نہ جایا کریں جو اسکے حریف عبداللہ بن زبیر کا دارالخلافہ تھا۔ تاہم یہ عمارت اُسکی فیاضی کی ہمیشہ رہنے والی یادگار ہے۔

عبدالملک کی وفات پر تخت خلافت پر اُس کا بڑا بیٹا ولید اس شرط سے جانشین ہوا کہ ولید کی وفات پر تخت خلافت پر عبدالملک کا دوسرا بیٹا سلیمان ولید کا جانشین ہووے مگر ولید یہ چاہتا تھا کہ میرا بیٹا عبدالعزیز میرے بعد جانشین ہو اس لیے ولید نے سابقہ انتظام کو یعنی اپنے بھائی سلیمان کی جانشینی کو منسوخ کرنا چاہا۔ حجاج اور دوسرے سرداروں کی مدد سے ولید نے اپنے برادر سلیمان سے حق خلافت کا باضابطہ باز دعوی لینے کی تدبیر نکالی۔ سلیمان نے یمنی سرداروں سے مدد چاہی۔ اب ہر دو فریقین کے چھپے ہوئے حسد اور غصہ کی دبی ہوئی آگ بھڑک اٹھی۔ تمام سلطنت میں بغاوت اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کا نتیجہ آخرکار یہ نکلا کہ بنی اُمیہ کے خاندان پر ادبار اور زوال آگیا۔

ولید ۹۶ھ میں مرگیا اور اُس کا بھائی سلیمان اُس کا جانشین و خلیفہ مقرر ہوا۔ اسنے بھی مثل اپنے بھائی کے یہ چاہا کہ اُس کے بعد بھی اُسکے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک اُس کا جانشین مقرر ہو۔ لیکن اپنے مشیروں کی صلاح پر کاربند ہوکر سلیمان اس ارادے سے باز رہا اور اپنی مہری اور دستخطی ہدایتیں تحریر کرگیا کہ میری وفات کے بعد عمر ابن عبدالعزیز جو مروان کا پوتا ہے میرا جانشین ہووے۔ چنانچہ اُسکے مطابق اُسکی وفات کے بعد عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے۔*

* موافق اس بشارت کے ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا ترجمہ بےشک اللہ تعالی اُٹھاویگا اِس اُمت کے لیے سرے پر ہر صدی کے ایسا شخص کہ تازہ کرے اس کے لیے دین اُس کا۔ سو ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالی ایک مجدد پیدا کرتا رہا اور اُس کے ہاتھ سے تجدید دین کی ہوتی رہی اور ائمہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مجددین کے وجود سے

مسلمانوں کی سلطنت کی وسعت

عبدالملک اور ولید دونوں خلفا کے دورانِ حکومت میں سلطنت کی حدودیں متواتر و مسلسل فتوحات سے بہت بڑھ گئیں اور ایک عظیم الشان سلطنت ہو گئی۔ ممالکِ اسپین (اُندلس) ہندوستان اور سنٹرل ایشیا یہ سب سلطنت میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ ابنِ زبیر کی وفات اور مکہ شریف کے فتح ہو جانے سے ملک عرب میں بھی امن و امان اور خاموشی ہو گئی تھی۔ حجاج جسنے کہ ملک عرب میں فتوحات حاصل کیں تھیں صوبجات عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ ملک عراق اسوقت بڑی بدنظمی کیحالت میں تھا اور مخلِ امن و امان ہو رہا تھا۔ حجاج نے وہاں بڑی خونریزی اور ظلم سے حکومت کی

خاندان بنی اُمیہ میں سے ولید اولوالعزم بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ تھا۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

یزید ثانی جو عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد اُس کا جانشین ہوا اُسکے عادات واطوار اچھے نہ تھے اور اگرچہ یزید ثانی کو یابہ کہو کہ اُس کے بھائی مسلمہ کو مینی فرقہ کی ایک زبردست بغاوت کے فرو کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن اِس فتح کے حاصل کرنے میں جس قدر کُشت و خون کیا گیا اسکی وجہ سے اِن قوموں میں جو برسرِ عناد تھیں اور بھی زیادہ حسد اور نفرت اور دشمنی بڑھ گئی۔

یزید ثانی ۷۲۳ء میں مرگیا اور اُس کا بھائی ہشام اُس کا جانشین ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۵۶) دین متین اسلام کی بنیاد اور اساس مستحکم و مضبوط ہوتی رہی چنانچہ اول صدی کے مجدد عمر ابن عبدالعزیز مروانی رح ہوئے جو نویں خلیفہ بنی اُمیہ سے ہیں۔

اِنکی خلافت میں تمام ملک میں عدل و انصاف علم و عمل خیر و برکت میں گویا دوبارہ تازہ جان پڑ گئی۔ ایک مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خطبوں میں جو لعن و طعن پڑھا جاتا تھا ایک لخت موقوف کر دیا۔ بنو اُمیہ شہزادوں کی جاگیریں چھین لیں جہاں جہاں ظالم اور سفاک عمال اور حکام تھے یکقلم سبکو معزول موقوف کر دیا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق دی کہ گھر گھر یہی چرچے پھیل گئے امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثوں کو یکجا کریں۔ جب حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار ہو گیا تو ممالک اسلامی میں اُسکی نقلیں بھجوائیں۔ مصباح مترجم

ہشام نے مختلف صوبجات میں بجائے اپنے بھائی بندوں کے یعنی اپنے خاندان کے لوگوں کی جگہ یمنی سرداروں کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اب تک ان عہدوں پر صرف بنی اُمیّہ ہی ہوا کرتے تھے اور اسی طرح سے ہشام کچھ عرصے کے لیے اپنی سلطنت کے ایک حصے میں امن و امان قائم کرنے میں کامیاب ہوا لیکن اُسکے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اُسکی رعایا کو اُس سے محبت نہیں رہی۔ ہشام ۱۲۵ھ ؁۷۴۳ء میں مرگیا اور اُس کا بھتیجا ولید ثانی جانشین ہوا۔

ولید ثانی بڑا زانی اور فضول خرچ تھا اُسنے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی وہ تمام خزانے اُڑا اُڑا دیے اور خرچ کر دیئے جن کو ہشام نے جوڑ جوڑ کر جمع کیا تھا۔ ولید ثانی کی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے قرآن شریف سے ایک فال نکالی۔ جیسا کہ یورپ میں مِڈل ایجز* میں ورجل⁑ کی کتاب سے فال نکالا کرتے تھے۔ تو فال میں قرآن شریف کی یہ آیت نکلی جس کا ترجمہ یہ تھا کہ "سرکش اور ظالم بادشاہ ہمیشہ مایوس رہتے ہیں اور اپنی مراد کو نہیں پہنچتے"، اِس پر ولید ثانی کو نہایت غصہ آیا اور پاک قرآن کو زمین پر غصے سے پھینک دیا اور فی البدیہہ دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ "میں سرکش اور ظالم بادشاہ ہوں کیا تو مجھے ڈراتا ہے درحقیقت میں ایک ظالم اور سرکش بادشاہ ہوں۔ تو سچا ہے اور

* یورپ میں مِڈل ایجز اس زمانے کو کہتے ہیں گو ٹھیک ٹھیک طور سے اُس زمانہ کا کہ کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا اُسکی بابت تو کوئی خاص تعین نہیں ہوا تاہم مِڈل ایجز کا زمانہ وہ ہزار برس کا عرصہ سمجھا جاتا ہے جو پانچویں صدی ء سے شروع ہو کر پندرھویں عیسوی صدی کے اختتام پر ختم ہوتا ہے۔ ۱۲

⁑ ورجل زمانہ قدیم کا اٹلی کا ایک شاعر ہے اسکے اشعار رزمیہ ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰؑ سے ستر برس پیشتر پیدا ہوا اور ۱۹ برس قبل مسیح کے مرگیا کئی کتابیں اسکی تصنیف کی مشہور ہیں منجملہ اُسکے اینیڈ اور بکولکس بہت مشہور ہیں ۱۲ مصباح مترجم۔

جبکہ حشر کے روز تو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو تو کہہ دینا کہ ولید کے دہنے ہاتھ سے تو اِس طرح پھاڑا گیا تھا"

تمام مورخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ولید ثانی مار ڈالا گیا۔

ولید ثانی جو بوجہ اپنی فیاضیوں اور سخاوتوں کے اپنی رعایا میں ہردلعزیز ہو رہا تھا۔ اِس وجہ سے اس کو بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولیعہد مقرر کرنے کی تحریص ہوئی اُسنے بھی وہی خوفناک تجربہ کیا یعنی اپنے بیٹوں میں سے ایک کو جو نہایت ہی خورد سال تھا اپنا جانشین مقرر کر دیا ہشام اور ولید اول کے بیٹوں نے اِس بات سے فطرتی طور سے مخالفت کی اور ولید ثانی کی حکومت کے برخلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اِسی اثنا میں ولید ثانی نے اِس سے بھی بڑھکر یہ غلطی کی کہ یمنی سرداروں میں سے ایک سردار کو جو نہایت ہی ہردلعزیز تھا اور ولیدِ اول کے زمانے میں صوبہ عراق کا گورنر بھی رہ چکا تھا اور اب امن و امان سے دمشق میں سکونت پذیر تھا اُس کو اُسکے ایک پولیٹیکل دشمن کے حوالے کر دینے اور مار ڈالنے کی اجازت دی۔ یمن کی تمام قوموں نے اپنی قوم کے اِس مقتول آدمی کا بدلہ لینے کے لیے اب بغاوت کر دی اور ولید اول کے بیٹے یزید کو اپنا پیشوا اور سردار مقرر کر کے ولید ثانی پر حملہ کر دیا اور اُسکو مار ڈالا۔ ولید ثانی کی جگہ یزید سوم خلیفہ مقرر ہوا یزید سوم نے صرف چھ ماہ خلافت اور حکومت کی یہ خلیفہ ۱۲۶ھ ۷۴۴ء میں مرگیا اور مروان اول کا پوتا مروان ثانی اُس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا یہ اُس وقت آرمینیا اور آذربائیجان کا گورنر تھا مروان نے قواعد دان سپاہیوں کے ایک لشکر عظیم کے ساتھ جس میں کہ بالکل مضر سے عرب تھے یمنیوں کی ایک فوج کثیر کو جو غیر قواعد داں تھی بڑی آسانی سے شکست دی۔ جنھوں نے کہ یزید کے بھائی

ابراہیم کو خلیفہ مشتہر کر دیا تھا اور اُن کو شکست دیکر مروان نے حکومت و خلافت اپنے ہاتھ میں سے لی۔

مروان ثانی اور تمام سلطنت میں بغاوت ہوجانا

مروان ثانی اپنی قوم مُضری کی بڑی طرفداری کیا کرتا تھا۔ اِس لیے یمنی عربوں میں اُسکی جانب سے بددلی کا ایک طوفان پھیل گیا۔ دوسری قوموں نے بھی اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور سلطنت کے تمام طول و عرض میں یکساں بغاوت پھیلگئی۔ مروان ثانی کی بر موقعہ اور فوراً زبردست تدبیروں سے ملک شام میں بہت جلد امن ہوگیا اور ملک عرب ان کو بھی جسپر خارجیوں نے قبضہ کر لیا تھا مروان نے سب کا سب فتح کر لیا۔ اِس عرصہ میں ایک نئی بغاوت اور واقع ہوئی جسنے کہ تمام واقعات کی رو کو پلٹ دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ

اب تک ہم نے محمدؐ صاحب کے خاندان کی ایک شاخ کا بہت تذکرہ نہیں کیا۔ جسکی تقدیر میں بھی اسلام کی تاریخ میں بہت بڑا کام انجام دینا تھا یعنی عبد المطلب کے ایک اور بیٹے عباس کے خاندان کا جو پیغمبر صاحب کے چچا تھے۔ اگرچہ اول اول عباسؓ نے نئے مذہب اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخرکار اُنھوں نے یہ مذہب اختیار کرہی لیا اور اُنکے بیٹے عبد اللہ جو ابن عباس کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں اِس مذہب اسلام کے بڑے عالم اور فاضل تھے اور اُنکی رائے قرآن کے علم اور اُسکی تفسیر کے لیے سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے کئی بیٹے ہوئے۔ لیکن اُنکے سب سے چھوٹے بیٹے علیؓ کے اولاد ہوئی۔ اور علی کے بیٹے عبد اللہ نے اول اول خلافت کی خواہش کی اور یہی عبد اللہ ہیں کہ خلفائے عباسیہ کے مورث ہوئے ہیں۔

محمد ابن عباس نے علی ابن ابیطالب کی اولاد کا ساتھ دیا اور اُنکی رفاقت کی۔ اور

آخر کار لوگوں نے انکو امام یعنی پیشوائے دین تسلیم کرلیا اور اسکے بعد فوراً ہی انھوں نے
ایران میں اپنے مذہبی مسئلوں کو شائع کرنا شروع کر دیا۔ یہاں ایران میں بغاوت کے لیے
ہر ایک چیز تیار تھی کیونکہ فاتح عرب مفتوح ایرانیوں میں مثل جنگی قوم کے رہتے تھے۔ اور
اُن سے حقارت سے پیش آتے تھے اور ایرانیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے بالکل
علیحدہ رہتے تھے اور ہر طور سے ایرانیوں کی مغرور اور زود رنج خلقت کو صدمہ پہنچاتے
تھے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ایرانیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا وہ علیؑ اور انکے
خاندان کے بڑے سرگرم طرفدار ہوگئے ۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ عباسیوں
کے نقیب یا جاسوسوں کی باتیں ساسانی بادشاہوں کی سابقہ رعایا نے فوراً سننا شروع
کر دیں۔ محمد ابن عباس ۷۴۲ء میں مرگئے اور انکے بیٹے ابراہیم کو لوگوں نے امام تسلیم کیا۔

ابومسلم

ایران میں عباسیوں کے خفیہ جاسوس برابر اپنی کارروائیوں میں مشغول تھے اب
ایک موقع لڑائی اور سرکشی کے لیے مناسب آگیا کیونکہ یمنی اور مُضری اقوام کی مسلسل
اور علانیہ لڑائیاں تمام سلطنت میں اور خاص کر خراسان میں ہو رہی تھیں۔ ابراہیم نے ایک
شخص ابومسلم نامی کو اپنا رفیق بنالیا۔ ابومسلم کی نسل وغیرہ کا حال تو معلوم نہیں لیکن وہ ایک
بڑا عقلمند اور اولو العزم اور بہادر سپاہی تھا اور اسکو خاندان عباسیہ سے بہت الفت
تھی۔ امام ابراہیم نے ابومسلم کو اسی کے وطن صوبہ خراسان میں اپنا کارندہ مقرر کر دیا۔
اسی اثنا میں امام زین العابدین خلف امام حسین کا ایک پوتا جو جائز و مستحق امام تھا مار ڈالا گیا
ابومسلم نے اسکی نعش دفن کی اور اپنے تمام پیرووں کو حکم دیا کہ وہ کالے کپڑے پہن لیں۔
اور ابومسلم نے خود ایک سیاہ جھنڈا لیا یہ سیاہ پوشش بطور اظہار رنج اپنے پیشوا یا امام کی
وفات کی تھی۔ اُس دن سے سیاہ رنگ خاندان عباسیہ کا مخصوص رنگ ہوگیا۔ خراسان

کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے فوراً یہ ماتمی لباس پہن لیا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسیوں کی تجویزیں وہاں کسقدر کامیاب ہوگئیں تھیں۔ اور ابومسلم نے اپنے تئیں کافی طور سے ایک لشکرِ عظیم کا سردار پاکے علانیہ بغاوت کردی۔ اسکے بعد ابومسلم نے ایک لشکر عراق کے فتح کرنے کو بھیجا۔ کوفہ والوں نے فوراً اطاعت کرلی کیونکہ اُن کو یہ اُمید تھی کہ علیؓ کا خاندان اب پھر بحال اور بدستور سابق پیشوا ہوجائے گا۔

عبداللہ عباسی کا خلیفہ مقرر ہونا

اس اثنا میں ایک خط جو ابومسلم نے امام ابراہیم کو بھیجا تھا مروان کے ہاتھ پڑگیا اور امام ابراہیم کو مروان نے مرواڈالا مگر اُنھوں نے قبل اسکے ایک خط کسی ترکیب سے بھیجکر اپنے بھائی عبداللہ کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا یہ عبداللہ کوفہ میں خلیفہ مشتہر کیے گئے۔ مروان نے اگرچہ بڑی بہادری سے جی توڑ کر اُس کا مقابلہ کیا لیکن اُس کو شکست ہوئی اور بالآخر مصر میں مروان بڑی عقوبت سے قتل کیا گیا۔

بنی اُمیّوں کا قتل ہونا

نئے خلیفہ عبداللہ نے اپنی خلافت وحکومت نہایت خونریزی اور کُشت وخون سے شروع کی اور خاندان بنی اُمیہ کے ہرایک فرد وبشر کو اور نیز اُن کے طرفداروں کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ ایک دفعہ خاندانِ بنی اُمیہ کے ستر سے زیادہ اشخاص کو خلیفہ عبداللہ نے اپنے محل میں بُلاکر جن سے کہ اُس نے معافی خطا کا اقرار کرلیا تھا اُن سب کو دغابازی سے مرواڈالا۔ اور نطع یا وہ چمڑے کے طشت جو قتل کرنیکے وقت استعمال کیے جاتے ہیں اُنکو بطور دسترخوان کے بنی اُمیہ کی نعشوں کو ہموار کرکے اُنکے اُوپر بچھوادیا اور اُس پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مقتولین میں سے اگر کسی سسکتے ہوئے آدمی کی ایک آدھ سانس کی آواز آجاتی تھی تو اُس پر خوب قہقہہ لگاتا اور تمسخر کرتا تھا اسی وجہ سے اُس کا لقب السفاح یعنی خونریز مشہور ہوگیا۔ السفاح نے چار برس اور کچھ مہینے حکومت کی اور ۱۳۶ھ میں مرگیا۔ اُسکی جگہ اُس کا بھائی ابوجعفر

خلیفہ منصور عباسی
الملقب بہ منصور اُس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ دربار خلافت میں منصور کی حکومت میں ایرانیوں کا اب زیادہ غلبہ ہوگیا اور تمام سلطنت میں ابومسلم خراسانی کہ جسکی وجہ سے عباسیوں کو حکومت اور ثروت ملی تھی سب سے زیادہ طاقتور اور مقتدر آدمی تھا۔ لیکن عربوں کو یہ بات دل سے پسند نہ تھی اور خلیفہ منصور نے خود بھی اپنی قوم کی دولت اور ثروت اور حکومت کے بانی کو اپنے سے علیحدہ کرنا چاہا۔

ابومسلم کا قتل ہونا
المنصور نے بہزار وقت اور اعلیٰ اعلیٰ درجے کی جھوٹی جھوٹی قسمیں کھا کھا کے ابومسلم کو اپنی ملاقات کے لیے بلوایا اور کئی دن تک نہایت شان و شوکت سے اُسکی دعوتیں اور ضیافتیں کیں تاکہ اُس کو کسی قسم کا شک و شبہہ نہ ہو اور موقعہ پاکر اُس کو بڑی بیرحمی سے مروا ڈالا۔ المنصور بڑا سخت گیر تھا نہایت بخیل اور نہایت کنجوس بادشاہ تھا یہ خلیفہ ۱۶۹ء میں مر گیا اور اُس کا بیٹا محمد الملقب بہ المہدی اُس کا جانشین ہوا۔

مہدی کی خلافت
مہدی عادات و اطوار میں اپنے باپ کا بالکل عکس تھا۔ اُس کا وزیر اور مشیر خاص یحییٰ ابن داؤد تھا یہ نسلاً ایرانی اور مذہباً شیعہ تھا۔ یحییٰ ابن داؤد کی وزارت میں ایرانیوں کو اور بھی زیادہ اقتدار حاصل ہوا اور مذہب اسلام سے بے پرواہی اور حسد علانیہ طور سے کرنے لگے۔ اسنے علیؓ کی اولاد میں سے ایک شخص کو قتل کرنے میں غفلت کی اور اس طرح سے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہل انکاری کرنے سے مہدی اُس سے ناراض ہوگیا اور اُسکو قیدخانہ میں مقید کردیا۔ جہاں سے وہ بزمانہٴ خلافت ہاروں رشید رہا ہوا۔

حکیم المقنع
مہدی کے دورانِ خلافت میں ایک شخص المقنع* نامی نے نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کیا

*صرف نبوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ حکیم المقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ حکیم پستہ قد یکچشم باشندہ مرو تھا اپنے علمی کمالات سے چاہ نخشب میں سے مصنوعی چاند نکالا تھا جسکی روشنی چھ میل تک پہونچتی تھی۔ لیکن بمقام ماوراالنہر ۱۶۱ھ ہجری میں جب اُس نے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہوا تو اُسنے قلعہ بند ہو کے خودکشی کرلی فقط۔ ۱۲ مصباح احمد مترجم

یہ برقع پوش پیغمبر خراسانی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

دی کی خلافت

مہدی ۷۸۶ء میں مرگیا اور یہ وصیت کرگیا کہ میرے بعد میرا بیٹا الہادی میرا جانشین ہو۔ اور جبکہ ہادی مرجاوے تو میرا دوسرا فرزند ہارون الرشید تخت خلافت پر متمکن ہووے

ہارون الرشید

باب اول

ہارون کی تخت نشینی

ہارون الرشید کی ولادت

ہارون الرشید بغداد کے خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے اُس کا پورا نام ہارون بن محمد ابن عبداللہ ابن محمد ابن علی بن عبداللہ ابن عباس ہے۔ ایک روایت کے بموجب ہارون ماہ ذی الحجہ کے آخری دن ۱۴۵ھ ہجری مطابق ۲۰ مارچ ۷۶۳ء میں اور دوسری روایت کے موافق یکم محرم ۱۴۹ھ ہجری مطابق ۱۵ فروری ۷۶۶ء میں شہر رَئے میں پیدا ہوا

سنہ جلوس

ہارون کی عمر تخت نشینی کے وقت بائیس برس کی تھی۔

علمی فضیلت

تمام مورخین کا جنھوں نے کہ اُسکی سوانح عمری لکھی ہے اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام خلفائے سے بڑھکر ہارون جامع جمیع صفات اور بڑا عالم و فاضل اور بلیغ اور بہت فیاض۔ اور سخی تھا۔ اگرچہ اُس کا نام زبان زد خاص و عام ہے اور اُس کے زمانے کے بہت سے مشاہیر کا بھی بوضاحت تواریخ میں ذکر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت عوام الناس کو ہارون کے خانگی

حالات اور ذاتی تعلقات کا بہت کم علم ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب میں ہارون کی زندگی کے سوانح صرف بہ حیثیت شہنشاہ ہی کے نہیں بلکہ بطور احوال عام آدمی کے بھی اُس کا حال تحریر کریں۔ اِسی الوالعزم شہنشاہ کی وجہ سے جو کہ بھیس بدلکر پا پیادہ بغداد اور اُس کے قرب وجوار میں پھرا کرتا تھا الف لیلہ کے بہت سے بامذاق واقعات مرتب ہوئے ہیں۔

مذہبی عقائد

ہارون الرشید مذہبی عقائد اور خیالات اور احکامات کا بڑا معتقد اور پابند تھا۔ اور جو باتیں کہ ایک سچے پاکباز مسلمان میں ہونا چاہئیں۔ یعنی اپنے خیالات میں مذہبی احکام کی پابندی اور روزمرہ کے اُمورات میں مذہبی باتوں کی اطاعت یہ سب باتیں اسمیں موجود تھیں۔

ہر دوسرے برس باستثنائے چند سال کے وہ حج کے لیے مکہ شریف کو جاتا۔ اور جس سال نہ جاتا اُس سال اسلام کے دشمنوں سے جہاد کیا کرتا تھا۔ ہارون الرشید حج کے لیے ہمیشہ پیدل جایا کرتا تھا۔ بغداد اور مکہ شریف کے درمیان فاصلہ بعید اور اُس خشک اور دھوپ کی طپش سے جلے ہوئے ریگستان کا کہ جس میں سے حج کے لیے مکہ کی آمدو رفت میں اُسکو سفر کرنا پڑتا تھا۔ خیال آتا ہے تو صرف اِسی امر سے اُس کی غیر زائل اُلوالعزمی اور عادات کا استقلال بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔ صرف ہارون الرشید ہی ایسا بادشاہ ہوا ہے کہ جسنے فرض کی ادائیگی کے لیے اسقدر سخت مصائب اپنے اُوپر برداشت کر رکھے تھے۔ اور غالباً ہارون ہی ایک ایسا شخص ہوا ہے کہ جو معمولی روزانہ نمازوں کے علاوہ دیگر اور سو رکعتیں روزمرہ پڑھنے سے کبھی بھی مضمحل اور دل برداشتہ نہیں ہوتا تھا جب ہارون حج کو جاتا تو اُسکے ہمراہ ایک سو علما اور فضلا مع اپنے اپنے لڑکوں کے ہوا کرتے

تھے اور جن برسوں میں کہ وہ خود مکہ شریف کو نہ جاتا تو وہ اپنی بجائے تین سو آدمیوں کو حج کرنے کے لیے بھیجا کرتا اور اُنکے سفر کے لیے بڑی شان اور شوکت اور فیاضی سے زاد راحلہ مہیا کرتا تھا۔ اُس کا زہد اور ریاضت درحقیقت خالص اور ریا سے بالکل خالی تھی۔

فیاضی وسخاوت

ہارون الرشید کے اطوار اور عادات اُسکے پیش رو خلیفہ منصور سے بہت ہی ملتی جلتی تھی۔ مگر ہارون میں منصور سے یہ بات زیادہ تھی کہ وہ فیاض اور سخی بہت تھا۔ مثل منصور کے ہارون بھی علوم وفنون کا بڑا شایق اور خاص کر شاعری سے بہت شوق رکھتا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ہارون الرشید کو بہت ہی خوشی حاصل ہوتی تھی۔

ابوالعتاہیہ شاعر نابینا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے بڑی شان وشوکت سے ایک مجلس ضیافت ترتیب دی جسمیں ابوالعتاہیہ کو بھی مدعو کیا۔ یہ اُس زمانہ کا ایک نہایت مشہور نابینا شاعر تھا۔ بعد ختم طعام خلیفہ ہارون الرشید نے شاعر مذکور سے کہا کہ اس وقت کی خوشی اور مسترت کے حسب حال کوئی شعر سناؤ۔ ابوالعتاہیہ نے ایک شعر حسب الحکم خلیفہ کے سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

"خدا کرے بلند قلعہ کے سایہ میں تیری زندگی سچی خوشی کے ساتھ بسر ہوتی رہے"

اس کو سُن کر ہاروں رشید نے کہا کہ آفریں! شاباش! ۔

ابوالعتاہیہ نے پھر دوسرا شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ

"دعا ہے کہ ہر صبح وشام تیری ہر ایک ادنی سے ادنی خواہش تک کو اللہ تعالی تیرے خیال کرنے سے پہلے ہی مہیا اور موجود کر دیا کرے"۔

اس کو سُن کر امیرالمؤمنین نے کہا کہ مرحبا! ۔

ابو العتاہیہ نے پھر دو شعر اور پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔
کہ "لیکن جب قریب موت کے تیرے سانس سے تجھکو سینہ میں رک رک کر تنفس ہونے
لگے گا اُس وقت بلا شبہہ تجھکو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام دنیا فانی اور دھوکے کی ٹٹی تھی"
یہ اشعار سُن کر خلیفہ کو رقت ہوئی اور اُسکی آنکھوں سے مسلسل اور پے در پے آنسو
رواں ہونے لگے۔ یہ دیکھکر فضل نے جو یحییٰ وزیر اعظم کا بیٹا تھا اور جس کا حال ہم اس کتاب
میں آئندہ بالتفصیل تحریر کرینگے۔ ابو العتاہیہ کی طرف مڑکر نصیحتانہ لہجہ میں اُس سے یہ کہا۔ کہ
امیر المومنین نے تو تم کو اس لیے بُلایا تھا کہ تمھارے اشعار سُن کر خوشی اور انبساط حاصل ہو
اور تم نے ایسے اشعار سنائے کہ جس سے امیر المومنین کو رنج ہوا اِس قسم کے اشعار کا کیا
موقع تھا۔ اِس پر ہارون رشید نے فضل کو روکا اور کہا کہ نہیں۔ فضل۔ نہیں۔ ابو العتاہیہ کو کچھ مت
کہو اُس کو صرف یہ معلوم ہوا کہ اس دنیا میں ہم اندھے ہو رہے ہیں اور اس کا دل نہیں
چاہتا کہ ہم یہاں اس سے زیادہ اور اندھے بنے رہیں۔

علمار کا ادب

ہارون علمار اور فضلار کا ادب اور لحاظ کرنے کے لیے مشہور ہے۔ ابو معاویہ ایک
نابینا عالم تھے اُنکی ہارون رشید نے ایک روز دعوت کی۔ جب دسترخوان پر کھانا کھانے
کے لیے آکر بیٹھے ایک شخص نے آکر حسب دستور ممالک شرقی آفتابہ اور چلمچی لاکر اُنکے
ہاتھ دُھلائے۔ ابو معاویہ چونکہ نابینا تھے اِس لیے درحقیقت اُن کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ
اُنکے ہاتھ کسنے دُھلوائے۔ یہ امر اُنکو اُس وقت معلوم ہوا جبکہ ہارون رشید نے خود کہا
کہ میں نے ہی آپکے ہاتھ دھلوائے ہیں۔ ابو معاویہ نے کہا۔ کہ امیر المومنین آپ نے جو
میرے ہاتھ دھلانے کی تکلیف گوارا فرمائی اغلباً اِس امر سے آپ کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا
کہ آپ علم اور فضل کا اسقدر پاس اور لحاظ فرماتے ہیں۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہاں بیشک

یہی بات ہے۔

یحییٰ بن خالد

ہارون کی تخت نشینی یحییٰ بن خالد ابن برمک کی محض اصابت رائے اور ہوشیاری اور عقلمندی سے عمل میں آئی ہے یہ ہارون کا سکرٹری تھا اور جب ہاروں رشید خلیفہ ہوا تب یحییٰ کو اُسنے اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ مسلمانوں میں اُنکے قانون* وراثت کی رو سے حکمراں بادشاہ کا سب سے بڑا بھائی یا اُس کا ذکور رشتہ دار ولیعہد سلطنت ہوا کرتا ہے لیکن تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی اولادِ صلبی کی خاطر ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق تلف اور منسوخ کرنے کی کوشش کی۔ الہادی بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہا اُسنے اپنے بھائی ہاروں رشید کو حقوق سلطنت سے محروم کرنے اور اپنے صلبی بیٹے جعفر کو اپنا ولی عہد اور جانشین مشتہر کرنے کا خیال کیا۔ یحییٰ برمکی اُس زمانے میں ہارون کا سکرٹری تھا اور اُس کو یہ اُمید تھی کہ اگر میرا آقا ہارون کبھی تخت نشین ہوگا تو مجکو عہدۂ محتشمہ وزارت ضرور عطا فرمائے گا۔

ہادی اور یحییٰ کا باہمی مشورہ

ہادی نے خیال کیا کہ اِس بارے میں اول یحییٰ کو اپنی رائے سے متفق کرنا چاہیے اِس لیے ایک دن اُسنے یحییٰ کو بلوایا اور اُس کو تخلیہ میں لے گیا اور بیس[۲] ہزار دینار کا ایک

* سلطنت کے بارے میں یا تخت نشینی کے لیے مسلمانوں کا کوئی قانون وراثت نہیں ہے۔ اصل قانون وراثت تخت نشینی کے لیے مسلمانوں کے ہاں یہ ہے کہ جس پر اجماع ہو جاوے وہی بادشاہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ مگر اب یہ بات بھی نہیں اب تو بادشاہت کئی ایک الگ الگ مسلمانوں کی ہیں۔ اور ہر سلطنت اپنے اپنے رسم و رواج پر موقع اور مصلحت جیسی دیکھتی ہے ویسا عملدرآمد کرتی ہے۔ مسلمانوں کا قانون وراثت یہ ہرگز نہیں جیسا کہ مسٹر پامر نے لکھا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی عام مورخ یہ بات لکھتا تو چنداں قابلِ غور نہ تھی۔ لیکن مسٹر پامر جیسے فاضل کی اور یہ رائے ؟ اور نیز پامر صاحب کا یہ قول کہ تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی صلبی اولاد کی خاطر اپنے رشتے داروں کا حق تلف کرنے کی کوشش کی محض ناانصافی ہے۔ ایک دو نے اگر ایسا کیا بھی تو وہ مثل ”النادر کالمعدوم“ ہے۔ سب پر الزام نہیں ہو سکتا۔ سب بادشاہان اسلام کو موردِ الزام سمجھ لینا انصاف سے بعید ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

انعام اور خلعت مرحمت کیا اور جو مضمون کہ اُسکے دل سے نہایت قریب تھا یعنی ہارون کی بجائے جعفر کو ولیعہد کرنے کا خیال۔ اُسکی بابت یحییٰ سے گفتگو شروع کی۔ یحییٰ نے ایک بڑی زبردست دلیل اس بارے میں ہادی کے روبرو بیان کی اور کہا کہ امیرالمومنین! اگر آپ اس طرح سے عمل کرینگے تو گویا آپ اپنی رعایا کو قول وقسم کے توڑنے اور معاہدہ پر پابند نہ رہنے کے لیے ایک نظیر قائم کرینگے۔ دوسرے لوگ بھی پھر ایسا کرنے پر بے خوف ہو جائینگے لیکن اگر آپ اسکی بجائے یہ کریں کہ ہارون کو ولیعہدی کے خطاب سے محروم نہ کریں۔ اور ہارون کے بعد جعفر کی تخت نشینی مقرر فرما دیں تو یہ بات اُس سے زیادہ جعفر کی تخت نشینی کے لیے مضبوط ضمانت ہوجاویگی۔ ہادی نے کچھ عرصہ تک یہ معاملہ اُسی طرح رہنے دیا لیکن آخر کار محبتِ پدری کا پھر اُس کو جوش ہوا اور اُسنے یحییٰ کو دوبارہ اپنے حضور میں بُلوایا اور اُس سے پھر مشورہ کیا۔ یحییٰ نے اب یہ دلیل پیش کی کہ اگر جعفر کی طفولیت ہی کے زمانے میں امیرالمومنین! خدانخواستہ آپ کا انتقال ہوجاوے تو خاندان شاہی کے اُمراء و سردار جعفر کی جائز تخت نشینی کبھی نہیں مانیں گے۔ ہادی نے اس بات کو تسلیم کیا۔ تب یحییٰ نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ اس تجویز کو ترک فرماویں تاکہ آپ کی جو خواہش ہے وہ دوسری عمدہ تجویز سے پوری ہوسکے۔ نیز آپکے والد خلیفہ المہدی ہارون کو اگر آپ کا جانشین مقرر نہ فرماتے تب تو آپ کی جانب سے یہ تجویز عمل میں آسکتی تھی۔ اور اب تو صرف یہی ایک طریقہ ہے جو میں نے عرض کیا جسکی وجہ سے بنی ہاشم کی خلافت قائم رہ سکتی ہے۔

جب ہادی کو معلوم ہوا کہ وہ یحییٰ کی رائے کو ملیٹ نہیں سکتا۔ تو اُس نے یحییٰ کو قید کردیا اور اپنے بھائی ہارون سے بھی اِس قدر دشمنی کا اظہار کیا کہ ہارون نے اپنی حفاظت اسی امر میں دیکھی کہ اب دارالخلافہ سے فرار ہوجانا چاہیے۔

خیزران مادر ہارون الرشید

اب ہادی نے اپنا غصہ ہارون کی ماں خیزران پر اُتارا اور اُس کو زہر دیکر مار ڈالنا چاہا لیکن خیزران کو اُس کی یہ نیت معلوم ہوگئی۔ اور اُسنے ہادی کی چند لونڈیوں کو رشوت دیکر ملالیا جنھوں نے ہادی کا گلا گھونٹ کر سوتے ہوئے مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۵ استمبر ۷۸۶ع کو وقوع پذیر ہوا۔ اُسی رات ہارون کا ایک خادم خزیمہ ابن خازم جعفر کے سرھانے آیا جبکہ وہ سورہا تھا (جعفر وہی شاہزادہ ہے جسکو ہادی ہارون رشید کی جگہ ولیعہد کرنا چاہتا تھا) اور اُس کو ڈرایا کہ اگر تو اپنے تمام دعاوی خلافت ترک نہ کردیگا تو تیرا سر ابھی قلم کردیا جاوے گا۔ جعفر جو ابھی خورد سال تھا جان کے خوف سے ترک دعوئ خلافت پر راضی ہوگیا اور صبح جعفر کو خزیمہ نے مجمع عام کے روبرو پیش کیا اور اس کو اسبات پر مجبور کیا کہ وہ عوام الناس کے روبرو سب کو اپنے دعوئ خلافت کی کنارہ کشی سے آگاہی دیوے اور لوگوں نے جو اُسکی فرماں برداری کی قسم کھائی تھی اُس سے اُن کو خلاصی دیوے۔ چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔

ہارون کی تخت نشینی اور یحیٰی کا وزیر اعظم مقرر ہونا۔

ہادی کے انتقال کے وقت یحیٰی بن خالد قید خانہ میں تھا اور گر یہ واقعہ وقوع نہوتا تو غالباً یحیٰی خود اپنے تئیں مار ڈالتا۔ جبکہ ہارون رشید کو ہادی کے مرنے اور اُسکے خود تخت نشین ہونیکی خبر پہنچائی گئی تو نئے خلیفہ ہارون رشید نے یحیٰی کو قید خانہ سے فوراً بلوایا اور اُسکو اپنا وزیر اعظم مقرر فرمایا۔ اور خلعت وزارت دیتے ہوئے ہارون نے یحیٰی کو کامل طور سے کل اختیارات سلطنت کے تفویض کردیئے اور یحیٰی سے کہا کہ مَیں تم کو اپنی رعایا پر حکمرانی کے اختیارات عطا کرتا ہوں۔ جسطرح تم چاہو اُنپر حکومت کرو۔ جسکو چاہو معزول اور جسکو چاہو مقرر کرو۔ اور اپنے حکم کی تصدیق میں ہارون نے یحیٰی کو اپنی انگشتری بھی دیدی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہارون سو رہا تھا اتنے میں یحیٰی اُسکے پاس آیا اور ہارون کو

یہ کہکر جگا یا کہ امیر المومنین بیدار ہو جائیے۔ ہارون نے کہا کہ تم تخت نشینی اور خلافت کا اشارہ کرکے مجھے کیوں چونکاتے ہو اگر ہادی یہ باتیں سن لیگا تو خیال کرو کہ وہ کیا کہے گا یحیٰی نے تب ہارون کو ہادی کی موت کی اطلاع دی اور متوفی خلیفہ کی انگشتری پیش کی۔ جبکہ ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ہرکارہ آیا اور ہارون سے کہا کہ آپ کے مشکوئے معلیٰ میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ جس کا ہارون نے اُسی وقت اور اُسی جگہ عبداللہ نام رکھا یہ وہی عبداللہ ہے جو بعد میں المامون کے نام سے مشہور ہوا۔ ہارون کا دوسرا بیٹا الامین بھی اُسی سال ماہ شوال میں دوسری ماں سے پیدا ہوا۔ ہادی کے جنازہ کی نماز پڑھ کر ہاروں رشید نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک شخص ابو اصمع نام کو مروا ڈالا۔ ایک دن ابو اصمع جعفر بن ہادی کے ہمراہ شہر عیسیٰ آباد میں ایک تنگ گلی میں سے جارہا تھا اتفاق سے ہارون بھی سامنے سے آرہا تھا ابو اصمع نے ہارون سے کہا کہ "ولیعہد سلطنت کے لیے راستہ چھوڑ دو" ہارون نے ظاہرا ادب سے جواب دیا کہ ہاں شہزادہ صاحب تیرے ساتھ ہیں۔ میں نے سن لیا اور اطاعت کرتا ہوں۔ یہ کہکر ہارون ایک طرف ہوگیا۔ اور جعفر نکل کر چلا گیا۔ صرف اِس گفتگو نے ابُو اصمع[*] کی جان کھوئی۔

ابو اصمع

* یہ بات بالکل بے ثبوت ہے ہاروں رشید بقول متواتر تمامی مورخین اور خود مسٹر پامر کے نہایت پاکباز اور عادل بادشاہ تھا جو بادشاہ کہ ہزار میل ریگستان کی دھوپ میں حج کے لیے پاپیادہ ہر سال سفر کرے اور علاوہ معمولی نمازوں کے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ ادا کرے اور فضلاً وعلماء و اہل کمال کا دل سے ادب و خدمت کرے اور عبرتناک حالات پر خدا کے خوف سے اکثر گریاں رہے اور انصاف و سیاست مذہبی کے اجرا میں صلبی اولاد کی بھی رعایت نکرے۔ پھر ایسا نیک نفس بادشاہ تخت نشینی کے موقع پر بجائے شکر گزاری منعم حقیقی کے سب سے پہلا کام یہ کرے کہ گزری ہوئی ادنیٰ بات کے غصہ پر ایک غریب بندۂ خدا کا خونِ ناحق اپنی گردن پر لیوے اِس بات کو عقل ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔ مسٹر پامر کا یہ قول اُنکے متواتر بیانوں کے برخلاف الف لیلہ کے اکثر بے سروپا افسانوں کی مانند بلادلیل اور غلط ہے۔ یا یہ کہ مسٹر پامر نے ابو اصمع کے قتل کا اصلی سبب بیان نہیں کیا۔ اسیطرح اسی کتاب میں منصور کے قتل کے حکم کا سبب بھی مسٹر پامر نے ہارون کا ظلم ظاہر کرنیکے لیے بیان نہیں کیا حالانکہ جن عربی کتابوں سے مسٹر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے اُسمیں اُسکا سبب خود موجود ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ ابو اصمع کے قتل میں سیاستاً کسی مصلحت ملکی نے ہارون کو مجبور کردیا ہوگا یا یہ واقعہ ہی غلط ہوگا۔ مسٹر پامر نے بلاتحقیق اغلباً کسی ضعیف ترین روایت پر پختہ یقین کرلیا ہے ۱۲ مصباح مترجم۔

جسرالغواصین

ہارون فوراً بغداد کو روانہ ہوا۔ جب وہ شہر میں داخل ہوا اور پُل موسوم بہ جسرالغواصین پر پہنچا تو ہارون نے حاضرین سے کہا کہ خلیفہ مہدی نے اپنی مُہر جسکی قیمت ایک لاکھ دینار تھی اور جس کا نام الجبل تھا مجکو دی تھی۔ ایک دن ہادی نے ہرکارہ بھیجکر مجھ سے وہ مہر منگوالی تھی اُس وقت بھی میں اسی جگہ اس پُل پر کھڑا ہوا تھا اور یہ کہکر ہارون نے اب وہی مہر دریا میں پھر نیچے پھینکدی۔ حاضرین میں سے ایک نے مہر کے گرتے ہی دریا میں غوطہ لگایا اور مہر کو لے آیا اور ہارون کو لاکر دیدی اِس سے خلیفہ بہت ہی خوش ہوا۔

ہارون کی سلطنت نے اہل کمال اور عقلار کی وجہ سے جو اُسکے زمانے میں موجود تھے بڑی رونق پائی اور خاص کر یحییٰ برمکی کی قابلیتوں لیاقتوں سے جو سترہ برس تک عہدۂ وزارت عظمیٰ پر مامور رہا سلطنت میں بڑی شان اور شوکت ہوگئی۔

خاندان برمکی

اب ہم یحییٰ کے خاندان کا ابتدائی حال اور اُسکے عہدے کی بابت کچھ تھوڑا سا حال بیان کرتے ہیں۔ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں کہ عربوں نے ضرورتاً اپنے مفتوحہ ممالک کے نظم ونسق وہیں کے دیسی حکام کی تفویض میں کردیئے تھے اور چونکہ عباسیوں کو محض ایرانیوں کے اقتدار کی وجہ سے عروج حاصل ہوا تھا تو یہ فطرتی بات تھی کہ ایرانیوں کے صلاح ومشورہ پر زیادہ عمل ہو اور اُنکا ہی زیادہ اقتدار ہو۔ چنانچہ اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص ایرانی النسل تمام کاروبار سلطنت کا افسر ہے اور خلافت میں اب طرزِ حکومت اُسی طور سے جاری ہے جس طرح کہ ساسانی بادشاہوں کی سلطنت میں حکمرانی کی جاتی تھی۔ ساسانی شاہنشاہوں کی طرح خلیفہ صرف دینی ہی پیشوا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ تمام حکومت اور سلطنت کا اُسکو اختیار ہوتا تھا اُسکی زبان بمنزلہ قانون ہوتی تھی اور

وہ اپنی ایک رائے سے اپنے وزراء کے نہایت حزم واحتیاط سے تیار کردہ نقشہ جات اور حسابات اُلٹ سکتا تھا اور اُنکی جان اور عطا اور سلب اختیارات اور اُنکی آزادی اِن سب پر خلیفہ قادر ہوا کرتا تھا۔ لیکن یہ خوفناک شخص یعنی خلیفہ شاذونادر ہی عاملانہ انتظامِ سلطنت میں دخل دینے کی تکلیف گوارا کرتا تھا۔ وزیر* ہی جیسا کہ لفظ وزیر سے ظاہر ہے۔ تمام سلطنت کے بارگراں کا متحمل ہوتا تھا اور خلیفہ جسقدر کہ امورات سلطنت سے علیحدہ رہتا اور دخل ندیتا تھا۔ یا اگر خلیفہ بمنزلہ کٹ پتلی وزیر کے ہوجاتا تو اس میں وزیر کا اور نیز عوام الناس کا بہت فائدہ ہوا کرتا تھا۔ تخت خلافت اکثر ایسے ہی اشخاص تخت نشین ہوئے ہیں جو اپنے وزیر کی کٹ پتلی ہوتے تھے۔ اصلی طاقت وزیراعظم کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور وہی حکومت کیا کرتا تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ وزیر ہی خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا اور انتظامِ سلطنت کرتا تھا جس طرح کہ ۹۰۸ء میں خلیفہ المکتفی کے انتقال پر اُسکے وزیر نے عبداللہ ابن معتز کو تخت پر بٹھانا چاہا۔ لیکن چند درباریوں نے جو باقیماندہ درباریوں سے زیادہ ہشیار تھے وزیر کو اِس بات سے آگاہی دی کہ جس شاہزادہ کو آپنے تخت پر بٹھانے کی تجویز کی ہے وہ صاحب علم اور خواندہ ہے اور اغلباً امورات سلطنت سے خوب واقف ہوجاویگا اور جو شخص کہ اپنی قدر ومنزلت جانے اور نجاوزیر سے آگاہ ہو امورات سلطنت اور معاملات کو سمجھ سکتا ہو۔ نیک وبد میں تمیز کرسکتا ہو اور آپکے باغ اور جاگیرات سے واقفیت رکھتا ہو ایسے شخص کی آپ کو تخت نشین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات بہتر ہوگی کہ آپ ایک لڑکے کو تخت نشین کردیجئے تاکہ وہ برائے نام خلیفہ ہو اور باقی انتظامِ سلطنت اور حکومت آپ کریں۔ ایسے طفل کو آپ تعلیم

* وزیر لفظ عربی ہے اِسکے معنے بوجھ اُٹھانے کے ہیں ۱۲

دے سکتے ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاویگا تو آپ کا ہر بات میں ممنون احسان رہے گا۔ اور پھر دوران وزارت میں آپ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ اس بات پر وزیر نے عبداللہ کی بجائے المقتدر کو جسکی عمر صرف تیرہ سال کی تھی خلیفہ مقرر کر دیا۔

یحییٰ کا باپ خالد پسر برمک قدیم ایرانی شرفا یعنی ایران کے دہقان یا مالکان زمین کے زمرہ میں سے تھا جن کو کہ فوجی خدمات کی شرط پر جاگیر ملا کرتی تھی۔ خالد کا شجرہ نسب اُس قدیم زمانے تک پہنچتا تھا جس زمانے میں کہ سلطنتِ فارس اپنے کمال عروج پر تھی۔ خالد کا باپ فارس کے ایک عظیم الشان آتشکدہ کا برمک یا متولی تھا اور گو اب ظاہرا مذہب اسلام اختیار کر لیا تھا لیکن ابھی تک اپنے وطن کی باتوں اور پرانے مذہب کی طرف اُس کا رجحان تھا۔ پھر وہ ابو مسلم کے طرف داروں میں ہو گیا تھا اور جس بغاوت کی وجہ سے خاندان اُمیہ کو زوال آیا خالد بھی اُس بغاوت میں ایک بڑا سرگروہ تھا۔ خاندان عباسیہ کی تخت نشینی اور عروج پر خالد بہت جلد سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے پر ترقی پا گیا یہاں تک کہ خلیفہ السفاح کا وزیر ہو گیا اور السفاح کے انتقال پر منصور کا وزیر رہا جو خاندانِ عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ہے۔

خالد کی فراست

المسعودی ایک مورخ ہے وہ خالد کی ذہانت طبع اور ہوشیاری کی بابت مفصلہ ذیل حکایت بیان کرتا ہے۔

ابو مسلم نے گورنر عراق کے مقابلہ کے لیے جو مہم روانہ کی تھی اُسکے ہمراہ خالد کو بھی روانہ کر دیا تھا اثنائے سفر میں ایک موضع میں خالد اور جنرل فوج نے کھانا کھانے کے لیے توقف کیا۔ یہ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک بہت سے ہرن سپاہیوں کی لشکر گاہ میں سے بھاگتے ہوئے نکل گئے۔ خالد نے جنرل فوج سے کہا کہ فوج کو طیار ہونے کا

حکم دیدو۔ جنرل نے دریافت کیا کہ ابھی تک تو کوئی وجہ خوف کی نہیں ہے پھر ایسے
حکم سے آپکی کیا مراد ہے۔ خالد نے کہا کہ غنیم ہمارے قریب ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ
یہ غزالانِ وحشی ایک لشکرِ عظیم ہی کے خوف سے بیابان میں سے بھاگتے ہوئے
ہمارے لشکر گاہ میں آئے ہیں۔ بمشکل ابھی کل فوج تیار ہوئی تھی کہ اتنے میں غنیم کے لشکر
کا مقدمتہ الجیش کچھ فاصلہ پر نظر آیا اور خالد کی پیش بینی صحیح نکلی۔

ہاروں رشید نے تخت خلافت پر جلوس فرماتے ہوئے یحییٰ ابن خالد ابن برمک
کو اپنا نائب وزیر اعظم مقرر کیا۔ یحییٰ نے جو کہ اب تمام سلطنت کی حکمرانی کا ذمہ دار ہو گیا تھا
اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی اور لیاقت اور نصفت پسندی سے انجام دیئے
سرحدوں پر قلعجات تعمیر کرا کے اُنکو مضبوط اور مستحکم کیا اور انتظام سلطنت میں جن جن
باتوں کی کمی تھی اور جو جو نقص تھے اُن سب کو درست اور مکمل کیا۔ خزانے کو معمور اور پُر
کر دیا تمام صوبجات کو تجارت کی ترقی سے اور امن وامان اور حفاظت عامہ سے خوش
حال اور زرخیز بنا دیا۔ المختصر یہ کہ سلطنت کو خوشحالی اور فارغ البالی اور شان وشوکت کے
اعلیٰ ترین درجہ پر پوہنچا دیا۔ سلطنت کے تمام کاروبار کا بذاتِ خود نگراں و منتظم تھا۔ باوجود ان سب
تمام باتوں کے نہایت ہی فصیح و بلیغ عقیل صاحبِ شعور اور جامع جمیع صفات تھا۔ اور
نہایت ہی قابل مدبر اور منتظم تھا۔ بڑے ہی کروفر سے حکومت کرتا تھا اور سلطنت میں جو
فتنہ اور فساد برپا ہوتا تھا اُس کو نہایت لیاقت سے رفع کر دیتا تھا۔ اُس کا اخلاق ایسا
اچھا تھا کہ ہر شخص اُس سے محبت کرتا تھا اور مزاج میں اسقدر بردباری اور حلم تھا کہ ہر شخص
اُس کا ادب ولحاظ کرتا تھا۔ فیاضی میں بے مثل تھا اور لاکھوں روپیہ خیرات کرتا تھا تمام
دنیا نے اُسکی فیاضی کی تعریف میں عموماً اور خصوصاً شاعروں اور فاضلوں نے بڑے

...کی شان وشوکت ...کی خوشحالی

بڑے قصائد لکھے ہیں۔

چھوٹا وزیر

یحییٰ کے دو بیٹے تھے جن کا نام فضل اور جعفر تھا۔ فضل یحییٰ کے زمانۂ وزارت میں سلطنت کے کاموں میں اپنے باپ کو مدد دیا کرتا تھا۔ اِس وجہ سے اُس کا لقب چھوٹا وزیر پڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ ہارون نے یحییٰ سے دریافت کیا کہ لوگ فضل کو چھوٹا وزیر کہتے ہیں اور جعفر کو نہیں کہتے اس کا کیا سبب ہے۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ امیرالمومنین فضل میری نیابت میں کام کرتا ہے اس وجہ سے عوام الناس اُس کو وزیر خورد کہتے ہیں ہارون نے کہا کہ جس طرح تم نے فضل کو سلطنت کا کام دے رکھا ہے اِسی طرح جعفر سے بھی کچھ کام لیا کرو۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ امیرالمومنین جعفر کی توجہ زیادہ تر آپ کی خدمت اور صحبت میں حاضر رہنے کی جانب مائل ہے پھر اُسے کیا کام دیا جائے۔ لیکن یحییٰ نے جعفر کو بھی منصب سکرٹری اور محلات شاہی کی خزانچی اور محاسب کا عہدہ دیدیا اور اعوام الناس نے جعفر کو بھی اُسی لقب سے پکارنا شروع کردیا جس سے کہ فضل کو پکارا کرتے تھے۔

جعفر برمکی کی وزارت

ایک دوسرے موقع پر ہارون الرشید نے مہر سلطنت یعنی عہدۂ وزارت فضل سے لے کر جعفر کو دینا چاہا۔ لیکن خود اس بات کو فضل سے کہنا نہ چاہا۔ اِس لیے یحییٰ سے فرمایا کہ تم فضل پر بذریعۂ تحریر میری خواہش کا اظہار کردو۔ چنانچہ حسب الحکم یحییٰ نے اپنے بڑے بیٹے کو مفصلہ ذیل تحریر لکھی۔

نورِ چشمِ من! امیرالمومنین کی اللہ تعالیٰ اُنکی سلطنت وحکومت آور وسیع کرے یہ مرضی ہے کہ تم مُہر سلطنت اپنے دہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر منتقل کردو۔

فضل نے جواب لکھا کہ میرے بھائی کے متعلق جو حکم امیرالمومنین نے دیا ہے میں اُس کو بجان و دل قبول کرتا ہوں۔ میرے بھائی کو جو عروج حاصل ہوگا تو گویا وہ مجکو ہی

حاصل ہوگا اور میرے پاس سے نہیں جاتا ہے اور جو رتبہ کہ اُسے ملے گا گویا وہ مجھسے نہیں لیا جاتا ہے۔

جعفر نے جب فضل کا یہ جواب سُنا تو وہ اپنے بھائی کی محبت اور عقل وتمیز اور رائے صائب سے بہت خوش ہوا۔

جعفر کا عہدہ بڑی ذمّہ داری کا تھا اُس کا فرض منصبی یہ تھا کہ تمام سلطنت کے افسروں اور عہدہ داروں کے نام جسقدر احکام وفرامین صادر ہوتے تھے اُن کو جعفر ہی تحریر کرتا تھا اور اُن پر دستخط کرتا تھا اور خلیفہ کے حضور میں جسقدر عرائض استغاثے اور یادداشتیں اور رپورٹیں گزرتی تھیں جو روزانہ ہمیشہ سینکڑوں کی تعداد سے بھی متجاوز ہوتی تھیں روزانہ اُن پر احکام وتجاویز اور فیصلے جعفر خود ہی لکھا کرتا تھا۔

فضل خلیفہ ہاروں رشید کا برادر رضاعی تھا یہ رشتہ بھی مسلمانوں میں ایسا ہی قریب کا رشتہ سمجھا جاتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے ہی کفو اور خون کا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے فضل کا مزاج ذرا تیز اور سخت تھا۔ جعفر جو فضل کا چھوٹا بھائی تھا وہ بمقابلہ فضل کے بڑا ہی فصیح و بلیغ اور عقل وتمیز کا پتلا تھا۔ جعفر اپنی فیاضی اور خوش اخلاقی کے لیے مشہور ہے اِس وجہ سے ہاروں رشید نے بہ نسبت فضل کے جعفر کو اپنی صحبت میں رکھنے کے لیے ترجیح دی۔ جعفر اور خلیفہ میں غایت درجہ محبت اور دوستی ہوگئی۔ خلیفہ کی سیر وتفریح کے وقت جعفر ہمیشہ اُس کے ہمراہ ہوا کرتا تھا اور اکثر راتوں کو ایسا ہوتا تھا کہ عیش وعشرت کے جلسوں میں جعفر اور ابو نواس* جو ظریف شاعر تھا اور مسرور جو ہاروں رشید

* اس کا اصلی نام ابو علی حسن بن ہانی بن عبدالاول ابن صباح ہے اور زیادہ تر ابو نواس کے نام سے مشہور ہے ابن الانباری کے تذکرے میں تحریر ہے کہ یہ ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا ابو عمر حافظ کا قول ہے کہ میں نے ابو نواس سے زیادہ علم لغت میں کسیکو عالم نہیں دیکھا فن شعر میں جو درجہ متقدمین میں امرؤ القیس کا تھا۔ محدثین میں وہی رتبہ (بقیہ بصفحہ آیندہ)

کا جلاد اور حبشی النسل تھا۔ یہ سب شریک ہوا کرتے تھے اور ایسے جلسوں میں جوزات سے شروع ہوا کرتے تھے اکثر صبح کی نماز کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔

برامکہ کی سخاوت

یحییٰ اور اُس کے دونوں بیٹوں کے اخلاق اور عادات کا احوال بہ نسبت اس کے کہ وہ تحریر کیے جاویں ذیل کی حکایت سے پورا پورا معلوم ہو سکتا ہے۔

خاندان برامکہ کے زوال کے بعد ہارون رشید نے تمام شاعروں کو ممانعت کر دی تھی کہ کوئی اُن پر مرثیہ نہ کہے نہ اُن پر مرثیہ لکھے اور جو شخص ایسا کرے گا اُس کو سخت سزا دیجائے گی اتفاقاً ایک رات نگہبانانِ شب برامکہ کے مسمار شدہ مکانات اور کھنڈروں کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اُن کو وہاں ایک شخص ملا جسکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس میں آلِ برمک کے لیے مرثیے لکھے ہوئے تھے اُن مرثیوں کو وہ شخص پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ سپاہیوں نے اُس شخص کو گرفتار کر لیا اور ہارون رشید کے حضور میں لیگئے خلیفہ کے سامنے جاتے ہی اُس شخص نے اس امر سے اقبال کر لیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس بارے میں مَیں نے جو ممانعت کر رکھی ہے تم نے نہیں سُنی۔ مَیں تم کو ایسی سخت سزا دوں گا جو دوسروں کو موجب عبرت ہو گی۔ اس شخص نے کہا کہ امیر المومنین اول میرا قصہ آپ سن لیں۔ بعد ازاں جو آپ کا دل چاہے وہ کرنا۔ خلیفہ نے کہا اچھا کہو۔ اس شاعر نے کہا کہ مَیں ابتدا میں یحییٰ برمکی کا ایک ادنیٰ محرر تھا۔ ایک دن یحییٰ نے مجھ سے کہا کہ میری

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابو نواس کا تھا۔ نشہ کے عالم میں بھی شعر کہتا تھا اس لیے ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے باوجود علم و فضل کے مزاج میں مسخرہ بہت تھا اور کوئی بات نکتہ سنجی اور ظرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی خلفائے عباسیہ و برامکہ کی مدح میں اُسکے قصائد مشہور ہیں فضل برمکی کی تعریف میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جس کا مطلع یہ ہے اربع البلاان الخشوع لبادی ؛ علیک وانی لم احبک ودادی ؛ یہ شاعر ۱۲۹ھ ہجری یا ۱۴۵ھ ہجری میں بمقام اہواز پیدا ہوا تھا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانے میں بمقام بغداد ۱۹۵ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جنمیں لطائف و ظرائف و نکات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے اور چونکہ اُسکے کاندھے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اُس کو ابو نواس کہتے تھے ۱۲ مصباح ا
محمد حسین

یہ خواہش ہے کہ تم ایک دن میری دعوت کرو۔ مَیں نے جواب دیا کہ وزارت پناہ مَیں ایسی عزت کے حصول کے قابل کب ہوں اور نہ میرا مکان اس قابل ہے کہ آپ جیسا شخص وہاں رونق افروز ہوکر دعوت تناول فرماوے۔ یحییٰ نے میرا یہ عذر منظور نہیں کیا اسلیے میں نے ایک سال کی مہلت لی تاکہ اس عرصے میں اُسکی ضیافت کے لائق تیاری کرلوں لیکن یحییٰ نے صرف چند ماہ کی مہلت منظور کی چنانچہ مَیں نے تیاریاں دعوت کے لئے شروع کردیں اور جبکہ مَیں حتی الوسع اُنکو پورا کرچکا تو میں نے وزیر اعظم سے عرض کیا کہ اب آپ کسی دن خادم کے مکان پر قدم رنجہ فرمائیں۔

دوسرے دن یحییٰ معہ اپنے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر اور چند خدمت گاروں کے میرے مکان پر آیا اور دروازے پر گھوڑا ٹھیرا کر اُتر پڑا اور کہا کہ مَیں بھوکا ہوں جلد میرے لیے کچھ کھانا لاؤ۔ اتنے میں اُسکے بیٹے فضل نے مجھ سے آہستہ سے کہا کہ یحییٰ کو پرندجانوروں کے گوشت سے زیادہ شوق ہے۔ لیکن جو کچھ ماحضر ہو وہ جسقدر جلد ممکن ہوسکے آؤ۔ مَیں گیا اور جو کچھ جلدی میں ہوسکا کھانا لاکر اُسکے آگے دسترخوان پر رکھا یحییٰ کھانا کھاکر کھڑا ہوگیا اور میرے مکان میں ٹہلنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم مجھے اپنا سب مکان دکھاؤ مَیں نے عرض کیا کہ میرا تو یہی مکان ہے جس میں کہ آپ رونق فزا ہیں اور یہ آپ کے پیش نظر ہے۔ سوائے اسکے اور کوئی میرا مکان نہیں ہے۔ اُسنے کہا نہیں تمھارا ایک مکان اور بھی ہے۔ میں نے اُس کو یقین دلایا کہ میرا تو صرف یہی ایک مکان ہے اُسنے پھر چند معماروں کو بُلایا اور جب وہ آگئے تو اُسنے حکم دیا کہ اس دیوار کو توڑ کر جو میرے مکان کے ملحق تھی ایک دروازہ بنالو۔ اس بات پر میں نے یحییٰ سے عرض کیا کہ وزارت پناہ میں اپنے ہمسایہ کی دیوار تڑوانا کس طرح گوارا کروں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنے

پڑوسیوں کی عزت اور لحاظ کرو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے۔
اِس اثنا میں مزدوروں نے اُس دیوار کو توڑ کر ایک دروازہ بنا لیا۔ یحییٰ اور ہم سب اُس
دروازے کے اندر ہو کر اُس طرف گئے۔ وہاں ایک باغ میں پونہچے جہاں طرح بطرح کے
میوہ دار درخت اور قسم قسم کے پھول کھل رہے تھے۔ فوارے متصل جاری تھے سانون
بھادوں اور دیگر عمدہ عمدہ مکانات وہاں بنے ہوئے تھے۔ غرض کہ جس چیز پر آنکھ پڑتی
تھی دلکو اُس نظارے سے بے انتہا انبساط اور فرحت حاصل ہوتی تھی مکانات فرش
فروش اور شیشہ آلات سے نہایت آراستہ اور سجے ہوئے تھے۔ نوکر چاکر۔ لونڈی
غلام۔ وہاں سب موجود تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے امیر کا مکان ہے۔ ہم سب
وہاں جاکر بیٹھ گئے اتنے میں یحییٰ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ تمھارا مکان ہے اور یہ
کل سامان معہ لونڈی غلام سب تمھاری ملکیت ہے۔ مَیں نے بطور ادائے شکریہ کے
یحییٰ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اُس کے لیے دعائے خیر مانگی۔ یحییٰ نے جعفر کو مخاطب
کر کے کہا کہ (نور چشم من) یہ شخص غریب ہے اِس سے اسقدر نوکر چاکر اور لونڈی غلاموں کا
خرچ کیسے اُٹھ سکے گا۔ جعفر نے عرض کیا کہ مَیں اس کو اتنی اتنی جاگیر دوں گا اور اس کا
قبالہ ابھی اس کے پاس فوراً بھیجدوں گا۔ پھر یحییٰ اپنے دوسرے بیٹے فضل کی جانب پھرا
اور کہا کہ نور چشم من جاگیر اور جائداد کی آمدنی تو ایک عرصے میں آویگی اُس وقت تک یہ
شخص خرچ کا کہاں سے متکفل ہوگا۔ فضل نے عرض کی کہ مَیں اس کے خرچ کے لیے دس ہزار
دینار دوں گا اور خود آکر دیجاؤں گا۔ یحییٰ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جلد جاؤ مَیں یہاں ٹھیرا
ہوا ہوں اور تم نے جو کچھ کہا ہے اُسے پورا کردو۔ چنانچہ جو کچھ اُنھوں نے کہا تھا وہ پورا
کر دکھایا اور مَیں نے گھر اور جاگیر اور جائداد پر قبضہ کر لیا اور زر نقد کو اپنے تصرف میں لیلیا

اُنکے طفیل سے مجھے بڑی دولت مل گئی اور میں نے اُس سے بہت نفع اور فائدہ اُٹھایا اور اب تک اُٹھا رہا ہوں۔ امیرالمومنین خدا آگاہ ہے کہ میں نے ہر موقع پر اُنکی شکرگزاری کی اور اپنی ممنونیت ظاہر کی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مجھ سے اُن کا احسان کبھی بھی ادا نہ ہو سکے گا۔ اگر آپ اُس احسان کی ادائیگی کے لیے مجھکو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے جو دل چاہے سو کیجیے۔

یہ حکایت سنکر ہاروں رشید بہت متاثر ہوا اور اُس کے آنسو رواں ہو گئے اور اُس شخص کو اپنی عام انسانی ہمدردی سے چھوڑ دیا اور اُس دن سے اپنی ممانعت کا حکم منسوخ کر دیا اور تمام شاعروں کو اجازت دیدی کہ ہر دلعزیز لیکن بدقسمت خاندانِ برامکہ پر اگر کوئی مرثیے کہے یا پڑھے تو اب اُس کو عام اجازت ہے۔

یحییٰ کے عاقلانہ مقولے

یحییٰ نے بہت سے پُرمغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کیے ہیں منجملہ اُن کے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہیں۔ "ایسا کوئی شخص نہیں کہ اُس نے مجھ سے گفتگو کی ہو اور میں نے وہ گفتگو ادب اور لحاظ سے نہ سُنی ہو۔ اور جبکہ وہ شخص اپنا کلام ختم کر چکتا تو یا تو اُسکا ادب و لحاظ میرے دل میں زیادہ ہو جاتا یا بالکل ہی دل سے محو ہو جاتا تھا"

دوسرا مقولہ اُس کا یہ ہے کہ "اقرار اور وعدے فیاض آدمی کے جال ہیں جن میں کہ وہ شریف اور اچھے آدمیوں کی تعریفیں اور توصیفیں پکڑتا ہے"

یحییٰ جب کبھی گھوڑے پر سوار ہو کے نکلتا تو اُس کے ساتھ روپیوں کی تھیلیاں ہوا کرتی تھیں اور ہر تھیلی میں دو سو درہم ہوتے تھے جو شخص اُس سے سوال کرتا اُسکو ایک تھیلی دیدیتا تھا۔ فضل اور جعفر میں بھی یہی خاندانی فیاضی برابر قائم رہی۔

جعفر کی مروت اور فیاضی

جعفر اور عاملِ مصر کے درمیان بہت دنوں سے رنجش اور مخالفت تھی اتفاق سے

ایک شخص ایک جعلی خط جعفر کی طرف سے لکھ کر گورنر مصر کے پاس لیگیا اور اس میں اپنے لیے جعفر کی طرف سے بہت ہی سفارش لکھ لی تھی۔ گورنر مصر کے پاس جب یہ شخص معہ خط کے پونہچا تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ اب جعفر میں اور مجھ میں پھر راہ و رسم اور دوستی ہوجائیگی۔ جسکے لیے ابتدا جعفر کیجانب سے ہوئی ہے۔ اس لیے اُس نے حامل خط کو بڑی محبت اور اعزاز و اکرام سے اپنے پاس ٹھیرایا اور بڑی خاطرداری سے اُسکی مہمانی کی۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد خط کے اصلی ہونے میں اُس کو شبہ ہوا اس لیے گورنر مصر نے وہ خط بجنسہ بغداد میں اپنے سفیر کے پاس بھیجدیا کہ یہ دریافت کر کے اطلاع دے کہ یہ خط جعفر کا اصلی خط ہے یا کیا؟ گورنر مصر کے وکیل نے وہ خط برائے تصدیق جعفر کو دیدیا۔ جعفر نے خط کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ خط کسی نے جعلی میری جانب سے لکھ لیا ہے۔ مگر اپنے ندیموں اور مصاحبوں کو وہ خط دکھایا اور کہا کہ بتلاؤ یہ خط میرا ہے یا نہیں ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یہ خط ہرگز آپ کا نہیں ہے یہ کسی کا جعل ہے جعفر نے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ جس شخص نے میرے نام سے یہ جعل کیا ہے اب اُس کے ساتھ کیا کیا جاوے۔ بعضوں نے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر ڈالنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگوں کو آیندہ کے لیے عبرت ہو دوسروں نے کہا کہ اُس کا دست راست قطع کر دینا چاہیے۔ بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ اُسکے درّے اور تازیانے لگا کر چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اُن میں جو بہت ہی رحمدل تھے اُنکی یہ رائے ہوئی کہ اُس کو واپس بُلا لینا چاہیے بغداد سے مصر تک آنے جانے میں جو کچھ سفر میں اُس کو تکلیف ہوئی اور کچھ حاصل نہ ہوا یہی اُس کو کافی سزا ہوگی جعفر اُن سب کی رائے خاموش سُن رہا تھا اور جب وہ سب کہہ چکے تو اُس نے کہا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی بھی اچھے خیالات کا آدمی نہیں ہے۔ تم سب واقف ہو

کہ گورنر مصر سے میری کیسی رنجش ہے اور یہ صرف ہمارا ہی غرور تھا کہ ابتک ہم کو ملاپ اور دوستی کرنے سے مانع آرہا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اِس شخص کو ہم دونوں کی دوستی اور راہ ورسم کی دلیل ہونے کے لیے غیب سے پیدا کر دیا ہے کہ جسکی وجہ سے ہماری دشمنی رفع ہو کر ختم ہوگئی۔ اور تم ایسے شخص کی نسبت یہ کہتے ہو کہ اس کو ایسی ایسی سزا دینی چاہیے یہ کہکر جعفر نے قلم اُٹھایا اور اس خط کی پشت پر گورنر مصر کو یہ تحریر کیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپنے کیسے خیال کیا کہ میرا یہ خط جعلی تھا یہ خط خاص میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور حامل خط میرا ایک دلی دوست ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اُس سے اچھی طرح سلوک کرینگے۔ جہانتک جلد ممکن ہو اُس کو میرے پاس واپس بھیجدیں۔ مجکو اُسکی ملاقات کا کمال اشتیاق ہے۔

عامل مصر نے جب خط کی پشت پر جعفر کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ اُس شخص کو اسقدر زر نقد اور تحفے تحائف وغیرہ دیئے کہ وہ مالامال ہوگیا جب یہ شخص اسقدر کثرت مال کے ساتھ بغداد واپس آیا جعفر کے پاس گیا اُس کے پیروں میں گر پڑا اور بہت رویا اور اپنے جعل کا اقرار کیا اور خواستگار معافی ہوا جعفر نے دریافت کیا کہ تم کو گورنر مصر نے کیا دیا۔ اور یہ سُن کر کہ گورنر مصر نے اُس کو ایک لاکھ دینار دیئے ہیں جعفر نے ایک لاکھ دینار اُس کو اپنے پاس سے اَور دیئے۔ اور کہا جاؤ چین کرو۔

جعفر کا اقتدار

ایک دفعہ جعفر نے اپنے ندیموں اور خاص دوستوں کو جمع کر کے ایک جلسہ شراب[1] ترتیب دیا۔ مکان کو نہایت آراستہ اور ظروف نقرہ اور فرش وفروش اور شیشہ وآلات وغیرہ سے بغایت پیراستہ اور سجایا تھا۔ تمام مہمان اور یار غار موجود تھے اور ایسے موقعہ پر جیساکہ دستور ہے سب نے نہایت زرق برق و پشمین کپڑے پہن رکھے تھے۔

[1] شراب کا لفظ یہاں غلطی سے لکھا گیا ہے نبیذ ہونا چاہیے جو تانہ شربت کھجور کا ہوتا تھا اور جسمیں سکر پایا نہ نہیں ہوتا تھا اور جسکی حلت کا فتویٰ علماء عراق نے دیدیا تھا ۱۲ مصباح مترجم

شراب کا آزادانہ طور سے دَور چل رہا تھا مغنیوں اور ساز اور تاروں سے تمام مکان گونج رہا تھا مگر ابھی تک جعفر کا ایک مہمان عبدالملک بن صالح نہیں آیا تھا اور جعفر نے دربانوں کو سخت تاکید کردی تھی کہ سوائے عبدالملک بن صالح کے اور کوئی شخص چاہے کیسی ہی ضرورت کا کام ہو اندر نہ آنے پاوے۔ اتفاقاً خلیفہ ہارون الرشید کا ایک قریبی رشتہ دار جس کا نام عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ ابن عباس تھا وہ ایک ضروری کام کے لیے جعفر سے ملنے کو آئے اور دربانوں نے نام کی مشابہت سے دھوکا کھاکر اُنکو اندر جانے دیا۔ یہ عبدالملک بن صالح نہایت سخت مزاج تھے اور بڑے ہی پابند شریعت تھے۔ جعفر نے گو کئی دفعہ اُنسے کہا تھا کہ آپ ایک دفعہ تو ہمارے جلسۂ عیش و عشرت میں شریک ہوویں۔ لیکن عبدالملک ہمیشہ باصرار انکار کرتے رہتے تھے۔ اَب جونہی کہ یہ عبدالملک اندر گئے اور جعفر اور انکی نظر دوچار ہوئی جعفر نہایت پریشان اور نادم ہوا۔ لیکن یہ عبدالملک کچھ اس جلسہ سے ایسے خوش ہوئے کہ انھوں نے فوراً ہی اس جلسہ کی شمولیت کا ارادہ کرلیا اور کسی کے بارخاطر نہ ہے اور جعفر کی تسلی خاطر اور اطمینان کے لیے عبدالملک نے اِس جلسہ کے دستور کے موافق خادموں سے ریشمین پوشاک منگواکر پہن لی اور جلسۂ نشاط میں شامل ہوکر نہایت سرگرمی سے ہم کلام ہوئے اور دوچار ساغر شرابؔ بھی چڑھا گئے۔ جعفر اپنے دل میں اس معزز شخص کے یار شاطر اور بے تکلف دوست بن جانے سے بہت ہی مسرور رہوا۔ اُسنے دریافت کیا کہ آپ کی تشریف آوری کا اس وقت کیا باعث تھا۔

ؔ شراب نہیں نبیذ ۱۲ مصباح مترجم

عبدالملک نے کہا کہ میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ میری تین خواہشیں ہیں
اور چاہتا ہوں کہ خلیفہ سے عرض کرکے میرے یہ کام کرا دو
اول تو میرے پر دس لاکھ درہم قرض ہیں اور میں اُنکو ادا کرنا چاہتا ہوں۔
دوسری بات یہ ہے کہ میں اپنے لڑکے کے لیے ایسے صوبہ کی گورنری چاہتا ہوں۔
کہ جو اُس کے رتبہ کے موافق ہو۔
اور تیسرا امر یہ ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ خلیفہ کی دختر سے میرے لڑکے کی شادی ہو جائے وہ اسکا
چچازاد بھائی اور ہم کفو ہے۔ جعفر نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ تینوں خواہشیں پوری
ہو جاویں گی۔ دربارۂ زر نقد کے تو یہ عرض ہے کہ میں اسکو ابھی آپ کے دولت خانہ پر
بھیجدیتا ہوں۔ اور دربارۂ عاملی کے یہ التماس ہے کہ آپکے صاحبزادے کو ملک مصر کا
گورنر مقرر کر دیا جائے گا۔ اور شادی کی بابت یہ گذارش ہے کہ امیرالمومنین کی دختر سے
میں اسکی نسبت کر دیتا ہوں اور شادی میں اسقدر جہیز دیا جاوے گا۔ آپ اطمینان قرین
خاطر رکھیں اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت کرے۔

جبکہ عبدالملک اپنے گھر پونہچے تو اُنھوں نے زر نقد وہاں موجود پایا دوسرے
دن جعفر نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض معروض کرکے عبدالملک کے پسر کے
لیے مصر کی عاملی کی منظوری لیلی اور نیز خلیفہ کو راضی کرکے شہزادی کا نکاح اُس سے کرا دیا

فضل برمکی کا اسحٰق موصلی سے سلوک

اسحٰق٭ بن ابراہیم الموصلی کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے ایک نہایت خوبصورت

٭ ابو محمد اسحٰق بن ابراہیم الموصلی وہ مشہور شخص ہے کہ جسنے موسیقی کو معراج کمال تک پونہچا دیا تھا۔ المامون میں تحریر ہے کہ اسحٰق اپنے ہمعصروں میں باعتبار شہرت۔ مقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فایق تھا۔ اسحٰق نے علامہ اصمعی ابو عبیدہ۔ کسائی۔ فرا سے فن ادب انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو حاصل کیا تھا۔ اور ان تمام علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتا تھا لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے اُسکو نہ تو فقیہ مشہور ہونے دیا نہ ادیب۔ اور صرف مغنی کے (بقیہ بصفحہ آیندہ)

کنیز خریدی اور اُسکے لکھانے پڑھانے میں محنت کرکے اُس کو ہر علم میں طاق کردیا اور اُسکو فضل بن یحیٰی کو بطور ہدیہ کے پیش کرنا چاہا۔ لیکن فضل نے مجھ سے کہا کہ اسحٰق گورنر مصر کا سفیر ابھی میرے پاس سے گیا ہے اور وہ مجھے کچھ ہدیہ دینا چاہتا ہے تم اس کنیز کو اپنے پاس رکھو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے سُنا ہے کہ اسحٰق کے پاس ایک نہایت حسین کنیز ہے اور وہ میری یہ خواہش پاکر یقیناً مجھے اُس کنیز کو تحفۃً منظور کرنے کے لیے کہے گا میں اُسکی درخواست منظور کرلونگا۔ پھر جب وہ تم سے خریدنے آوے تو اُس کی قیمت پچاس ہزار دینار سے کم نہ کرنا۔

اسحٰق کہتا ہے کہ میں اپنے گھر چلا آیا اور اُس نے اُس کنیز کو دیکھ کر دس ہزار دینار قیمت لگائی۔ میں نے اُس سے انکار کردیا اُسنے قیمت اور بڑھائی بیس ہزار کہی۔ پھر تیس ہزار دینار کہی اسقدر رقم عظیم قیمت کی سُنکر مجھ سے تو صبر نہ ہو سکا اور میں نے یہ قیمت منظور کرلی کنیز کو اُس کے حوالے کردیا۔ دوسرے دن فضل کے پاس جاکر یہ سب واقعہ اُس سے دُہرایا۔ فضل نے مسکرادیا اور کہا سفیر روم بھی مجھے ایک تحفہ دینا چاہتا ہے میں اُس سے بھی اس کنیز کا تذکرہ کروں گا تم یہ کنیز اپنے مکان پر لیجاؤ اور سفیر روم کے آنے کے منتظر رہو مگر پچاس ہزار دینار سے کم قیمت میں ہرگز نہ دینا۔ اسحٰق کہتا ہے کہ میں اُسے اپنے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حقیر لقب سے اسکی تمام دنیا میں شہرت ہوئی جسکو باوجود کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا اور تمام راگنیاں اپنے باپ ابراہیم اور شہدہ سے سیکھی تھیں۔ خلیفہ مامون الرشید اسکی اسقدر عزت کرتا تھا کہ اسکو ندیموں کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا اور دربار میں فقہا کا لباس پہن کر آنیکی اجازت تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحٰق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہوگیا ہے ۲۳۵ھ ہجری میں خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانے میں فوت ہوا اس کا باپ بھی موسیقی کا استاد تھا۔ اسحٰق کا باپ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوار یعنی قریب ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار کا نوکر تھا۔ ابراہیم بہت سی راگنیوں کا موجد ہے۔ ۱۲ از مصباح مترجم۔

گھر لیگیا۔ اتنے میں سفیر روم میرے پاس آیا۔ المختصر اسکے ہاتھ بھی میں نے اُسکو تیس ہزار دینار پر بیع کر دیا۔ پھر جو میں فضل کے پاس گیا تو اُسنے مجھے پھر وہی کنیز دیدی اور کہاکہ سفیر خراسان بھی اسی طرح مجکو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ اُس سے بھی میں نے اسی کنیز کی بابت کہدیا ہے۔ میں گھر گیا۔ تھوڑی دیر میں سفیر خراسان میرے پاس آیا۔ لیکن اس دفعہ میں نے ہمت کر کے چالیس ہزار دینار پر اس کو فروخت کیا۔ دوسرے دن جب میں فضل کے پاس گیا اُسنے کہاکہ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس دفعہ میں نے چالیس ہزار دینار پر بیچا ہے۔ خدا کی قسم جب میں نے اِس قدر رقم عظیم سنی تو مجھسے صبر نہو سکا اور میں نے اسکو فروخت کر ہی دیا اب آپکے طفیل میں (روحی فداک) میں نے اِس کنیز سے ایک لاکھ دینار پیدا کر لیے ہیں اور اب زیادہ کی ہوس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سنکر فضل نے اُس کنیز کو بلوا کر مجھے پھر بخشدیا اور کہاکہ اسے گھر لیجاؤ میں نے عرض کیا کہ یہ کنیز تو دنیا میں سب سے زیادہ خیر و برکت والی ہے۔ اسحٰق کہتا ہے کہ میں نے پھر اُس کنیز کو آزاد کر دیا۔ اور آزاد کر کے اُس سے شادی کی۔ اور اب اُس سے میرے کئی اولادیں ہیں۔

امام محمد عباسی سے فضل برمکی کا سلوک

امام محمد بن ابراہیم جو محمد ابن علی بن عبداللہ ابن عباس کے پوتے تھے ایک دن فضل کے پاس آئے اور ایک صندوقچہ جس میں جواہرات بھرے ہوئے تھے اُنکے ساتھ تھا۔ اُنھوں نے فضل سے کہاکہ میری آمدنی میری ضروریات کے لیے کافی نہیں ہے اس وجہ سے میرے اُوپر دس لاکھ درہم قرض ہو گئے ہیں اور مجھے اپنا حال ہر کسی سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور گو میں کافی ضمانت دے سکتا ہوں مگر میں کسی سوداگر کو بھی اپنے حال سے آگاہی دینا نہیں چاہتا۔ تمھارا سوداگروں سے لین دین ہے اسلیے

یہ التماس ہے کہ یہ جواہرات کسی سوداگر کے پاس رہن رکھ کے دس لاکھ درہم منگوا دو۔ فضل نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا بسر و چشم منظور ہے مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ آج تمام دن میرے پاس تشریف رکھیں۔ محمد اسبات پر رضامند ہو گئے۔ فضل نے وہ صندوقچہ لیکر اسی طرح بند اور سربمہر جس طرح کہ وہ آیا تھا محمد کے مکان پر مع دس لاکھ درہم کے چپکے سے بھجوا دیا اور ہرکارہ سے کہدیا کہ اسکی رسید لے آنا۔ فضل نے محمد کو اپنے پاس شام تک رکھا اور جب شام کو محمد اپنے مکان پر واپس آئے تو دس لاکھ درہم۔ اور صندوقچہ جواہرات دونوں چیزوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش اور متعجب ہوئے۔ دوسرے دن علی الصباح محمد فضل کے مکان پر اُس کا شکریہ ادا کرنے گئے لیکن معلوم ہوا کہ فضل ابھی ہارون الرشید کے پاس چلا گیا ہے۔ محمد پھر خلیفہ کے محل کیجانب گئے لیکن جونہی کہ فضل کو اُن کا آنا معلوم ہوا وہ دوسرے دروازے سے نکلکر اپنے باپ یحییٰ کے مکان پر چلا گیا اُس کا وہاں جانا معلوم کر کے محمد بھی یحییٰ کے مکان پر گئے وہاں اُنکو معلوم ہوا کہ فضل ابھی اپنے مکان پر چلا گیا ہے یہ وہاں سے فضل کے مکان پر گئے اور اب اُسنے فضل کی ملاقات ہوئی۔ محمد نے فضل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں آپکی فیاضی کا شکریہ ادا کرنے علی الصباح ہی آیا تھا مگر آپ نہ ملے۔ فضل نے جواب دیا کہ دس لاکھ درہم جو میں نے آپ کو بھیجے تھے۔ تو میں نے پھر خیال کیا کہ یہ سب تو آپ اپنے قرضخواہوں کو دیدینگے اور پھر خرچ کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ بچتا تو آپ کو دوبارہ قرض لینا پڑتا۔ اس لیے میں علی الصباح امیر المومنین کیخدمت میں گیا اور آپکی حالت بیان کی۔ امیر المومنین نے دس لاکھ درہم آپ کو عطا کیے اور خلیفہ کے محل پر میں آپ سے نہیں ملا اور دوسرے دروازے سے چلا آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب تک یہ روپیہ بھی آپکے مکان پر نہ پونہچ جاتا۔ اسوقت تک

میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب وہ روپیہ پہنچ گیا ہوگا۔ محمد نے کہا تمہارا احسان مجھسے کس طرح ادا ہو سکے گا صرف اظہار شکریہ کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ میں نہایت ہی پاک قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے سوائے تمہارے نہ کسی کے پاس جاؤنگا اور نہ سوائے تمہارے کسی سے کچھ طلب کروں گا۔ محمد نے اِس بات کی درحقیقت قسم کھالی اور پھر یہ قسم تحریر بھی کردی اور بعدازاں ہمیشہ اس قسم پر پابند رہے۔

محمد عباسی کا ایفائے وعدہ

کچھ عرصے کے بعد جب خاندان برامکہ پر زوال آیا اور اُس کا استیصال ہوا اور فضل بن ربیع وزیر ہوگیا اُس وقت بھی محمد کو پھر قرض کی حاجت پڑی لوگوں نے اُسنے کہا کہ آپ وزیر سے جاکر کہیئے وہ آپکی رفع حاجت کردیگا۔ محمد کو اپنی قسم یاد تھی۔ اِس لیے نئے وزیر کے پاس جانے سے انکار کردیا اور مرتے دم تک نہ کسی سے کسی قسم کا سوال کیا اور نہ کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول کیا۔

ہارون کی بے انتہا فیاضیاں خاص کر شعراء علماء فضلاء اور پیشوایانِ دین پر زیادہ تھیں اسی وجہ سے یہ لوگ اُسکی بہت مدح وثنا بطور شکریہ وادائے احسان کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اُس کے انصاف اور رحم دلی کی شہرت زیادہ ہوگئی تھی اور گو اسمیں یہ عادتیں تھیں لیکن تواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس قدر تعریف و توصیف کا مستحق نہ تھا۔

ہارون رشید کی خلافت میں اہل کمال کی کثرت

ہاروں رشید کے زمانہ میں جسقدر اہل کمال۔ فضلاء۔ اور مفتی۔ علماء۔ شعراء۔ ادیب۔ نحوی۔ قاضی۔ ندیم۔ کتاب۔ موجود تھے اِس قدر اہل کمال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ہوئے اور مغنیوں اور موسیقیوں کی تو کوئی شمار نہیں وہ ان سب کا مربی تھا۔ اور بذاتہ اسمیں سب قسم کی خوبیاں موجود تھیں۔

ہارون خود اپنے زمانہ کا ایک کامل اہل علم تھا اور بڑا عالم و فاضل تھا۔ شاعر بھی تھا۔ شعر بہت اچھا کہتا تھا۔ علم تاریخ۔ علم حدیث۔ اور فقہ و شاعری میں وہ بہرا ہوا تھا مناسب موقعوں پر اُن کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ہارون بڑا ہی صاحب تمیز اور بڑی عقل و فراست اور فہم و کیاست رکھتا تھا۔ ایسا خوش اخلاق۔ بامروت۔ متواضع اور حلیم تھا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اُس کا ادب اور لحاظ کرتا تھا۔

اِس وجہ سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تمام ہمعصر مورخین اُسکی تعریفوں میں رطب اللسان اور متفق اللفظ ہیں اور اس کے اخلاق کی تصویر کے ایک پہلو کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔[1]

ہارون رشید کی سلطنت کی شان و شوکت

ہارون کے زمانہ کے بعد کے مورخین اُسکی اسقدر تعریف نہیں کرتے لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا اور یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت کی تواریخ میں ہارون کی سلطنت اور حکومت کا زمانہ ایک نہایت ہی اعلیٰ ترین شان اور شوکت اور رونق کا زمانہ ہے۔ اُسکی حکومت میں سلطنت کی حدود[2] اتنی وسیع ہوگئیں تھیں کہ اتنی پھر کسی زمانے میں نہیں ہوئیں مشرقی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اور مغربی افریقہ کا ایک بڑا حصہ اُسکے زیر نگین اور تابع فرمان تھا اور ان ملکوں سے اُس کے خزانہ میں خراج آیا کرتا تھا۔ شہر بغداد اُس زمانے میں اپنے کمال عروج اور کامل رونق پر تھا۔ ہارون کی وفات کے بعد ہی فوراً بغداد کی رونق کم

---

[1] مسٹر پامر کو اس بات کا افسوس ہے کہ مورخین نے ہارون الرشید کی خوبیوں کے ساتھ اُسکی بُرائی دبا دی ہے اس میں بُرائی ہو یا نہو کیوں نہیں لکھی ۱۲ مصباح مترجم

[2] ہارون کے زیر نگیں جسقدر سلطنت تھی ہم اُس کا ایک نقشہ واسطے ملاحظہ ناظرین کے مرتب کر کے پیش کرتے ہیں اُس سے معلوم ہوگا کہ دنیا کے کسقدر حصہ پر اُسکی حکمرانی اور کہاں سے کہاں تک اُسکی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا۔ مسٹر پامر نے تو کوئی نقشہ نہیں دیا مگر ہمنے دوسری کتابوں سے بڑی تلاش کے بعد یہ نقشہ مرتب کیا ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

ہونا شروع ہو گئی اور سلطنت سے یکے بعد دیگرے صوبے نکلنا شروع ہو گئے۔ اور خود خلفا کی طاقت اور حکومت جلد جلد کم ہونے لگی۔ مسلمان مورخین۔ اِس سبب[1] سے بھی گذشتہ شان و شوکت کے زمانے کی تعریف کرتے ہیں اور ہارون کی سلطنت اور شوکت عظیم کو بیان کیے جاتے ہیں۔

ہاروں رشید کی اصلی عادات و اطوار سے اِس کتاب کے دوسرے آیندہ بابوں میں ہم کو واقفیت حاصل ہو گی۔



[1] مسٹر پامر کی یہ عجیب رائے ہے۔ حالانکہ جو شخص اجل الملوک تمام دنیا میں مانا گیا ہو اُسکے زمانہ کا حال لکھنا کسی سبب سے نہیں ہوا کرتا بلکہ تاریخ کے مرتب کرنیکی غرض سے ہوا کرتا ہے۔ کیا سوائے شان و شوکت والے بادشاہ کے ادنیٰ درجہ کے بادشاہوں یا چھوٹی چھوٹی سلطنت کے حکمرانوں کا حال تاریخ میں تحریر نہیں ہوا کرتا؟ اس کا جواب مسٹر پامر یا کوئی نفی میں نہیں دے سکتا۔ لہٰذا یہ امر ظاہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ کی تحریر میں واقعات کی ترتیب کے سوائے کوئی غرض یا سبب نہیں ہوا کرتا۔ اگر کوئی غرض یا سبب فرض کر لیا جاوے تو اس کا سبب ہم پر نہیں کھلا کہ خود مسٹر پامر نے اور تمام دیگر یورپین مورخین نے ہارون کو اعلیٰ ترین و اعظم ترین شہنشاہ روئے زمین کیوں تحریر کیا ہے اور اُسکو سکندر اعظم کی طرح ہارون رشید اعظم کا کیوں خطاب دیا ہے؟ ہماری تو یہ رائے ہے کہ مسٹر پامر نے یا دیگر مورخین نے ہرگز کسی سبب سے یہ تاریخ نہیں لکھی بلکہ صرف تاریخ کی حیثیت سے یہ تاریخ لکھی ہے ۱۲ محمد سیا؟ مترجم

باب دوئم

ہاروں رشید کی خلافت کا کمال عروج

دمشق۔ ہاشمیہ۔ بغداد

شہر دمشق[1] جس میں خاندان بنی اُمیہ کے زمانہ کے سلطنت کی عظمت اور شان و شوکت کی بہت سی یادگاریں اور آثار موجود تھے۔ اس سے عباسیوں کو فطرتی طور سے نفرت تھی۔ اِس لیے خلیفہ منصور نے کوفے کے قریب ایک نیا دارالخلافہ بنانا شروع کیا جس کا نام اُس نے اپنے خاندان کے مورث کے نام پر ہاشمیہ رکھا۔

اہل کوفہ اولادِ علی کے بہت طرف داروں میں تھے اور گو علویین اور عباسیوں میں ہنوز

[1] یہ شہر شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے ۸ میل کے دور میں آباد ہے چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ ارم بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا مورخین کا بیان ہے کہ باغ ارم اسی شہر میں تھا جسکو شداد عاد نے عمارت بناکر وسیع کردیا تھا لم یخلق مثلہا فی البلاد اسی کی صفت ہے ۱۳ھ ہجری میں خلیفہ اول کے اخیر عہد میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا ۳۶ھ ہجری میں امیر معاویہ نے اپنا دارالخلافہ بنالیا ۱۵۱۶ء سے ترکوں کے قبضہ میں آیا قدامت کے ہزارہا منظر اس شہر میں ہیں ولید بن عبدالملک کی بنائی ہوئی مسجد جسمیں ۵ کروڑ ۶۴ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے اور جو تمام دنیا میں بے نظیر تھی اور دنیا کی مشہور سیرگاہوں یعنی صغد۔ سمرقند۔ شعب بوان۔ ابلہ بصرہ کے بعد غوطہ دمشق ہے اسکے قرب و نواح میں سایہ دار درخت باغستان جانفزا اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہیں ۱۲ مصباح مترجم

درحقیقت کوئی رنجش یا مخالفت نہ تھی لیکن دونوں خاندان اس بات کو فراموش نہیں
کرسکتے تھے کہ علوئیین کے نام سے جو بغاوت کی گئی تھی اُس کے فائدے کے حصول
سے علوئیین مکروفریب سے محروم کردیئے گئے تھے اور عباسیوں کو جو حکومت
اور طاقت حاصل ہوئی یہ علوئیین ہی کے پُرزور دعاویٔ خلافت کی وجہ سے ہوئی
تھی اس لیے عباسیوں نے اپنی سلطنت کا دارالخلافہ اولادِ علی رضؓ کے ہیڈکواٹر کے
عین جوار میں بنانا مصلحت نہیں سمجھا۔ بدیں وجہ منصور نے ایک اَور جگہ دارالخلافہ کے
لیے پسند کی۔ یہ نیا دارالخلافہ شہر بغداد تھا جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر واقع ہے
یہ شہر قدرتی طور سے ایک عظیم الشان دارالخلافہ ہونے کے لیے بہت ہی مناسب اور
موزوں تھا۔ شمال سے براہ دریائے دجلہ شہر دیار بکر سے تجارت ہوسکتی تھی اور مشرق
میں براہِ خلیج فارس۔ ہندوستان اور چین سے تجارت ہوسکتی تھی۔ علاوہ ازیں دریائے
فرات بھی اُس جگہ سے دریائے دجلہ سے نہایت ہی قریب ہے۔ اور وہاں سے دریار
فرات کو ایک نہایت عمدہ سڑک تھی جو براہ راست ملک شام اور ممالک مغرب کو چلی گئی تھی
بغداد ایک پُرانے زمانے کا نام ہے اِسکے معنے ہیں خدا کا عطا کیا ہوا یا بنایا ہوا شہر[1]
اِس لفظ سے بھی اس کے جائے وقوع کے نہایت عمدہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔
یہ نیا شہر بہت جلد ایک عظیم الشان اور خوب رونق دار شہر بن گیا۔ اُسکے بانی اور اُسکے
بعد کے دو جانشینوں نے اِس شہر کی سجاوٹ میں اور اس کو بارونق بنانے میں کروڑوں
روپے صرف کردیئے اور ساسانی بادشاہوں کے پرانے محلوں اور براعظم ایشیا کے دیگر

[1] مسٹر پامر کی یہ راے ٹھیک نہیں ہے بلکہ بغداد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُسکے قریب نوشیرواں کا ایک باغ تھا جہاں وہ بیٹھکر
مقدمات عدالت فیصل کرتا تھا اِسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہوگیا اور عوام الناس بغداد کہنے لگے ۱۲ از مصباح مترجم

خاص خاص شہروں سے اُسنے تمام نقش و نگار اُترواکر اور عمدہ عمدہ پتھر اور مصالحہ اُن میں سے نکلواکر اُس سے بغداد کی عمارتوں کو زیب دیا جس سے یہ شہر نہایت ہی پر رونق اور بڑا ہی خولصورت ہو گیا۔

وسعت سلطنت

اس شہر بغداد میں جو ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ تھا کہ جو ہندوستان سے اور تاتار کی حدود سے بحر اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی وہ بادشاہ سلطنت کرتا تھا جسکے حکم میں بے انتہا ذرایع آمدنی کے تھے اور جسکی حکومت بالکل مطلق العنان اور خود مختاری کی تھی اور جسکے گرداگرد وہ اہل کمال۔ حکمار۔ علمار۔ فضلار موجود رہتے تھے جنکی مانند اُس زمانے میں اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بادشاہ خلیفہ ہاروں رشید تھا۔

ہاروں رشید کو اپنی رعایا کا کسقدر خیال تھا

ہاروں رشید کی حکومت میں فوجی حس و حرکت کی کارروائی بہت جاری رہتی تھی۔ اس کے کئی سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی تھی اور تمام سلطنت کی حکومت کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ناممکنات سے تھا اور نیز اس خیال سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی تاکہ نگرانی اور خوف سے حریص اور طامع اور نمک حرام گورنران اپنے تئیں خود مختار نہ بنا سکیں یا ذاتی شان و شوکت حاصل کرنے کے لیے عوام الناس اور رعایا پر جبر و اخذ اور ظلم و ستم نکر سکیں

بمشکل کوئی سال ایسا ہوتا تھا کہ جس میں ایک نہ ایک صوبہ میں بغاوت نہ ہوتی ہو۔ متفرق فریق بمثل سابق آپس میں برسرعناد تھے۔ ملک شام اور ملک الجزیرہ میں بنی امیہ کے طرفدار موجود تھے۔ خراسان کے لوگوں میں عربوں کی حکومت اور اُنکے مذہب سے دشمنی قایم تھی۔ عمال اور گورنروں کے جبر و اخذ ناجائز سے ہر جگہ رعایا میں ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ باتیں خلیفہ کی حکومت میں دقتیں اور تکلیفیں پیدا کرتی رہتی تھیں۔ منجملہ خاص خاص

بغاوتی واقعات کے چند واقعے تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ خلیفہ ہارون رشید کی سلطنت کی حالت اور اُسکی حکومت کی ہیبت اور شان و شوکت معلوم ہو سکے اور نیز اس بات سے آگاہی ہوئے کہ مختلف صوبجات کا سنٹرل گورنمنٹ بغداد سے کیا تعلق تھا۔

یحییٰ ابن عبداللہ کا خروج دیلم میں۔

ہارون رشید کے جلوس کے پانچویں سال یعنی ۱۷۵ع میں یحییٰ ابن عبداللہ نے جو حضرت علی ابن ابیطالب کی اولاد میں سے تھے خروج کیا اور خلیفہ کے مقابلہ کو اُٹھے۔ علی محمد صاحب کے چچازاد بھائی اور داماد اور جانشین تھے یعنی منجملہ خلفاء راشدین کے جو تھے جائز خلیفہ تھے۔ یحییٰ کے دو بھائی النفس الزکیہ[1] اور ابراہیم کے ساتھ خلافتِ سابق میں جو کچھ کارروائی ہوئی تھی اُسکی وجہ سے یحییٰ بن عبداللہ کو فطرتی طور سے اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا اور اسی سبب یحییٰ نے ۱۷۶ ہجری میں شہر دیلم میں جا کر پناہ لی۔ وہاں انکے دعاوی امامت کو یعنی اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین دینی پیشوا ہونے کو عوام الناس نے بہت جلد تسلیم کر لیا اور دیلم کے لوگوں نے ان کو اپنا جائز خلیفہ مشتہر کر دیا۔ ہر چہار جانب و اطراف سے اُنکے جھنڈے کے نیچے ہزارہا آدمی جمع ہونا شروع ہو گئے اس کارروائی سے سلطنت میں بہت خوف پھیل گیا اور ہارون رشید نے مجبوراً فوجی کارروائی سے اِس بغاوت کو فرو کرنا چاہا اور باغیوں کے مقابلے کے واسطے فضل بن یحییٰ وزیر اعظم کو پچاس ہزار فوج کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا اور اسکو جرجان اور طبرستان[2] اور رے کا گورنر مقرر کر دیا۔ فضل معہ فوج یحییٰ بن

---

[1] خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ النفس الزکیہ نے جو سیدنا امام حسین رض کے پڑپوتے تھے علماء مدینہ کے فتوے کے موجب خروج کیا تھا لیکن بہت سی خونریزی کے بعد وہ شہید ہوئے تھے اِنکے ایک بھائی ادریس کو ہارون رشید نے زہر سے مروا ڈالا تھا یحییٰ بن عبداللہ روپوش ہو گئے تھے اب اُنھوں نے خروج کیا۔ مصباح مترجم۔

[2] ارض طبرستان اور رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں اور اُنکے دار السلطنت بھی اسی نام سے (بقیہ لصفحۂ آئندہ)

عبداللہ کے ہیڈ کوارٹر کے بہت ہی قریب پہنچ گیا اور اغلباً غنیم کی فوج کے مذہبی جوش کے نتائج سے خوف زدہ ہو کر۔ چونکہ باغی شہزادہ علیؓ کی اولاد میں سے تھا۔ اور اس وجہ سے فرقۂ شیعہ کا جائز پیشوا اور سرگروہ تھا۔ اور اسی فرقہ سے قریباً تمام ایرانی تعلق رکھتے ہیں۔

فضل نے یحییٰ بن عبداللہ سے مقابلہ کرنے سے اجتناب کیا اور اس اُمید میں کہ صلح سے یہ کارروائی ختم ہو جائے یحییٰ بن عبداللہ سے عہد و پیمان کرنا شروع کر دیئے۔ خلیفہ عباسی کے اس سفیر کے اعلیٰ اعلیٰ وعدوں اور اقراروں کے بھروسہ پر آخر کار یحییٰ بن عبداللہ صلح پر رضامند ہو گئے اور اپنے تئیں اس شرط پر سپرد کر دینا منظور کر لیا کہ ہارون الرشید اپنے خاص قلم سے اُنکی معافی جرائم کا ایک خط (امان نامہ) لکھدے اور اُس پر قاضی اور مفتی و فقہائے سلطنت کے بطور گواہی کے دستخط ثبت ہوں۔ اِس بات پر ہارون الرشید بھی رضامند ہو گیا۔ چونکہ وہ اپنے حریف کے دعاوی سے اور اُس کامیابی سے جو یحییٰ بن عبداللہ کو اب تک ہو چکی تھی بہت ہی پریشان تھا۔ ایک معافی نامہ جس میں کہ بہت ہی صاف صاف طور سے شرطیں تحریر تھیں اور جس پر صرف افسران مذکورہ بالا ہی کے دستخط ثبت نہ تھے بلکہ شاہی خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے بھی بڑے بڑے سرداروں کے دستخط تھے ہارون بھی بنی ہاشم میں سے تھا۔ لکھ کر یحییٰ بن عبداللہ کے پاس روانہ کیا۔ اس خط سے جو قیمتی تحائف کے ساتھ اُن کے پاس پہونچا یحییٰ بن عبداللہ کو فضل کے ہمراہ بغداد جانے کی ترغیب ہوئی اور جب یہ بغداد پہونچے تو خلیفہ نے نہایت خلوص اور محبت سے اُن کا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مشہور تھی لیکن رے بہت قدیم شہر تھا چنانچہ بلحاظ قدامت کے عرب رے کو ام البلاد اور شیخ البلاد کہتے ہیں حضرت شیث علیہ السلام نے اسکی بنیاد ڈالی تھی عہد ہوشنگ۔ منوچہر۔ فریدوں میں دن بدن ترقی ہوتی رہی اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام میں مہدی عباسی نے اسکو خوب آباد کیا تھا اب ویران ہے کہ اسکی شمالی حصہ میں طہران آباد ہے طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ میں سے آجتک باقی ہے ۱۲
از مصباح مترجم

استقبال کر کے اُن سے بہت ہی سلوک کیا یحییٰ بن عبداللہ کو ابھی دارالخلافہ میں بہت دن نہ گزرے تھے کہ ہاروں رشید نے اُن کو قید کر دیا اور سلطنت کے تمام علماؑ اور مفتیوں کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا کہ آیا یہ معافی نامہ قابل جواز ہے یا نہیں؟ بعضوں[۱] نے کہا کہ ایسا وثیقہ جس پر حسب ضابطہ ایسی تصدیق ہو رہی ہو اُس کا نقض معاہدہ جائز نہیں ہے اور عملپذیر رہے گا۔ اور بعضوں نے خوشامد سے تاکہ اُن پر خلیفہ کی عنایت و مہربانی مبذول ہو یہ فتویٰ دیدیا کہ یہ معاہدہ ناجائز ہے۔ اور ان ہی لوگوں کی رائے پر شوق سے عمل کیا گیا۔

جب بادشاہ کو اپنی کسی رعایا کو سزا دینے کے لیے عذر و بہانہ کی ضرورت ہوتی

---

[۱] امام محمد صاحب نے اِس فتوے کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس اصرار پر قائم رہے کہ نقض معاہدہ جائز نہیں ہے ان امام صاحب کے حالات ناظرین کی آگاہی کے لیے ہم لکھتے ہیں وہو ہذا۔ امام محمد بن الحسن شیبانی امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں ۱۳۵ھ ہجری میں بمقام حرستا (دمشق کے متصل ایک موضع ہے) پیدا ہوئے۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی۔ ہاروں رشید انکی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا اگرچہ دربار کا تعلق تھا مگر آزادی اور حق گوئی کا سر رشتہ کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اِس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اُتر رہی ہے۔ تمام شاگردوں میں امام شافعی بلند رتبہ تھے اور بمقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی انکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تفسیر۔ حدیث۔ ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کی تصنیفات میں سے موطا۔ مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ کتاب الحج۔ سیر صغیر و کبیر مشہور ہیں۔ بہمراہی خلیفہ ہاروں رشید ۱۸۹ھ ہجری میں رے کے قریب موضع رنبویہ میں انتقال کیا اتفاق سے کسائی نحوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو ہارون کو بہت صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے۔ علامہ یزدی نے نہایت جاں گداز مرثیہ لکھا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے

فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا	بایضاحہ یوماً وانت فقید

(ترجمہ) میں نے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لیے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آویگا ۱۲ مصباح مترجم

ہے تو ہمیشہ ایک نہ ایک گمراہ یا شریر آدمی بخوشی حلف دروغی کر کے اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ملزم نے فلاں جرم کا ارتکاب کیا ہے اور ایسا کرنے سے اُس کو اپنے اوپر بادشاہ کی عنایت و مہربانی زیادہ ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔ چنانچہ یحییٰ ابن عبداللہ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔

زبیر ابن عوام کے خاندان کے ایک آدمی نے ہارون رشید کے حضور میں یحییٰ پر یہ الزام لگایا کہ معافی نامہ کی وصولی کے بعد سے یحییٰ پھر سازشیں کر رہا ہے اور فوج جمع کرنے کی کوشش میں ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ موقع پاتے ہی علَمِ بغاوت پھر کشادہ کرے۔

زبیر ابن عوام کی اولاد۔

خلیفہ نے یحییٰ کو قید خانہ میں سے بلوا کر زبیری سے اُن کا مقابلہ کرایا اور اُس سے دریافت کیا کہ اس شخص نے تم پر یہ الزام لگائے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہیں یا کیا یحییٰ نے حقارت اور غصہ سے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور زبیر سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو قسم کھا کر بیان کر زبیر نے قسم کھانے پر اپنی مستعدی ظاہر کی اور کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم۔ وہ خدا جو مجرموں کو تلاش کرتا اور سزا دیتا ہے۔ . . . . . . زبیری نے قسم کو پورا نہیں کیا تھا اور اسی قدر کہا تھا کہ اتنے میں یحییٰ نے اُسکو روک دیا اور کہا کہ خاموش۔ قسم تنہا ہونی چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہے جو اُسکی عظمت اور جلالت بیان کرتا ہے سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ تو صاف طور سے قسمیہ الزام لگا اور خداوند تعالیٰ کی قوت اور عظمت کا کیا ذکر کرتا ہے وہ تو ایسا ہی ہے۔ تو تو اپنی قوت اور عظمت پر بھروسہ کر کے قسم کھا کر بیان کر کہ یہ معاملہ اس طرح ہے۔

زبیری یہ مقولہ سُن کر کانپنے لگا اور کہا کہ یہ تو بہت بڑی قسم ہے۔ خلیفہ ہارون رشید

نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو تم قسم کھانے سے خوف کیوں کرتے ہو۔ اس بدبخت آدمی نے یہ خیال کرکے کہ اگر جھوٹ بولنے کا اقرار کرلوں گا تو سزا ہوگی اور نیز خلیفہ یحییٰ سے اپنا بدلہ نہیں لے سکے گا اور لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ خلیفہ نے خود ہی اُس کو حلف دروغی کی اجازت دی ہوگی یا یہ کہ جھوٹی شہادت پر خلیفہ نے دانستہ سزا ندی۔ قسم کھالی۔ اور یحییٰ کی موت کے محضر پر دستخط کردیئے۔

زبیری پر قہر خدا و قتل یحییٰ

تمام مورخین اب اُس سزا کا بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زبیری کو دی۔ ذکر ہے کہ زبیری یہ قسم کھاکر دربار سے اُٹھ کر اپنے گھر روانہ ہوا راستہ میں اُس نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی گرا۔ اور گرتے ہی اُس کو ایسا صدمہ پہنچا۔ کہ اُسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے مرگیا جب اُس کو دفن کرنے کے لیے قبرستان میں لے گئے اور اُسکی نعش قبر کے اندر رکھکر قبر پر مٹی ڈالنے لگے تو تمام مٹی اندر دھسی جاتی تھی اور جسقدر مٹی ڈالتے تھے وہ فوراً قبر کے اندر اُتری چلی جاتی تھی۔ لوگ عاجز آگئے۔ اور وہ قبر بند نہوسکی۔ لوگوں نے اُسکو عتاب الٰہی سمجھ کر آپس میں ذکر کیا کہ اِس شخص نے جو حلف دروغی کی تھی یہ اُسکی سزا ہے اور مجبوراً اُس قبر پر ایک چھت سی بناکر اُس کو ویسا ہی چھوڑکر چلے آئے۔

ہاروں رشید حالانکہ اس قدر نیک دل تھا لیکن اُس وقت اُس نے اُس معجزہ کا بھی خیال نہیں کیا کیونکہ یہ اُسکی خواہش کے برخلاف تھا اور باوجودیکہ یحییٰ کو معافی نامہ دیدیا تھا اور اللہ تعالیٰ کیجانب سے بھی اُسکی بے گناہی کی شہادت مل گئی تھی۔ لیکن ہاروں رشید نے یحییٰ کو قید خانے میں بعقوبت مرواڈالا۔

بن عیسیٰ عامل ... موقوفی۔

اسی سال مصر میں بغاوت کے خوفناک آثار ظاہر ہوئے اُس پر ہارون نے موسیٰ

بن عیسیٰ گورنر مصر کو جو ہارون کے باپ خلیفہ مہدی کا چچازاد بھائی تھا مصر سے طلب کیا ہارون کو موسیٰ پر یہ شبہ ہوا کہ اُسکے خیالات میرے بجانب سے اچھے نہیں ہیں اور اُسی کی تحریک سے یہ بغاوت ہوئی ہے۔

عمر بن مہران کا گورنر مصر مقرر ہونا۔

ہارون رشید نے موسیٰ کو موقوف اور اُسکی بجائے اپنے دردولت کے ایک سب سے ذلیل اور ادنیٰ شخص کو گورنر مصر مقرر کرنے کا ارادہ کیا اور جعفر کو حکم دیا کہ عمر بن مہران کو جسکی کنیت ابو حفص ہے میرے حضور میں حاضر کر یہ شخص نہایت ہی بدصورت تھا۔اس کی آنکھیں بھینگی (احول) تھیں اور نہایت خراب وضع کے کپڑے پہنا کرتا تھا اور جس گھوڑے پر خود سوار ہوتا تھا اُسی پر اپنے پیچھے اپنے نوکر کو بھی بٹھالیتا تھا خلیفہ نے اس کریہ منظر آدمی سے دریافت کیا کہ آیا تجھے مصر کی گورنری منظور ہے۔اُس نے کراہیت سے جواب دیا کہ ہاں ایک شرط سے منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مصر میں کامل انتظام اور امن و امان کردوں تو پھر جب میں چاہوں وہاں سے چلا آؤں اور آپ سے دریافت کرنیکی ضرورت نہ ہو۔ہارون نے یہ بات منظور کرلی اور عمر مصر کو روانہ ہوگیا۔قاہرہ میں پہنچکر وہ سیدھا موسیٰ کے مکان پر گیا اور جو لوگ اُسکے دربار میں حاضر تھے اُن سب کے اخیر میں جاکر بیٹھ گیا۔جب سب حاضرین دربار چلے گئے موسیٰ نے اُسکو بیٹھا ہوا دیکھکر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں عمر نے خلیفہ کا پروانہ نکالکر موسیٰ کو دیدیا موسیٰ نے اُسکو پڑھ کر دریافت کیا کہ آیا ابا حفص اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرے تشریف لے آئے ہیں۔حاملِ پروانہ نے کہا کہ ابو حفص میں ہی ہوں۔موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرعون پر لعنت کرے کہ اُس نے کہا تھا کہ کیا ※مصر کی سلطنت میری نہیں ہے۔

※ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے جو بادشاہِ مصر تھا خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اُسکی ہدایت و رہنمائی کے لیے

موسیٰ نے بغیر ذرہ تامل کے مصر کی گورنری ابو حفص کو تفویض کر دی اور اب عمر نے اپنے فرائض منصبی کو انجام دینا شروع کیا۔ اور سب کاموں سے پہلے اپنے سکرٹری کو اول ہی یہ ہدایت کر دی کہ اگر کوئی شخص نذرانہ یا تحفہ تحائف میرے لیے لاوے تو سوائے زر نقد کے اور کوئی چیز تحفہ میں ہرگز نہ قبول کرنا۔ پس جبکہ افسر اور سردار اور بزرگان مصر معمولی تحفے اور ہدیے لیکر حاضر ہوئے۔ اُس نے صرف زر نقد اور قیمتی کپڑے بطور تحفہ کے قبول کر لیے اور دیگر تحفجات مثلاً گھوڑے کنیزیں وغیرہ کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اس زر نقد اور کپڑوں کو باحتیاط تمام رکھا اور ہر ایک چیز پر کاغذ کی چٹ لگا کر اُسکے مالک کا نام اُس پر لکھ دیا۔

مصر کے لوگ خراج وقت مقررہ سے بہت ہی بعد میں دیا کرتے تھے۔ اب عمر نے اِس بات کا انتظام کرنا چاہا۔ اِس لیے بطور نظیر قایم کرنے کے اُس نے ایک شخص سے لگان کا مطالبہ کیا۔ اُس نے اُسکو دھوکا دینا چاہا۔ اور کہا کہ میں بغداد جا کر خود وہیں یہ لگان ادا کر دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے یہیں خراج دینا چاہا اور بہت دلیل کی کہ روپیہ موجود ہے یہیں لے لو مگر عمر نے نہیں لیا اور اس شخص کو حسب وعدہ بغداد بھجوا دیا۔ اسکے بعد کسی شخص نے فریب اور دھوکا نہیں کیا۔ اور پہلی اور دوسری دونوں قسطیں سب نے معمولی وقت پر داخل خزانہ کر دیں۔ جبکہ تیسری قسط کا وقت آیا اور لوگوں کے پاس درحقیقت قسط ادا کرنے کو روپیہ نہیں تھا تو اُنھوں نے مہلت مانگی اور شکایت کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام مامور ہوئے تھے مگر فرعون نے راہ ضلالت نہ چھوڑی اور کہا "الیس لی ملک مصر" بالآخر عذاب الٰہی نازل ہوا اور فرعون مع اپنی قوم کے دریائے نیل میں غرق ہوا۔ موسیٰ نے یہ بات حقارت سے کہی کہ اللہ تعالیٰ تو ایسا قادر ہے کہ ابو حفص جیسے شخص کو بالمنظر کو مصر کا گورنر کرا دیا فرعون پر لعنت ہو کہ اُسنے ایسے بے حیثیت ملک پر غرور اور دعویٰ خدائی کا کیا تھا"

مصباح احمد مترجم

کہ ہمارے پاس ابھی روپیہ نہیں ہے۔ یہ سُن کر عمر نے وہی زر نقد اور تحائف جو اُس کی تقرری کے وقت لوگوں نے اُس کو پیش کیے تھے منگوا کر اُنکے دینے والوں کے نام سے تیسری قسط میں محسوب کر کے داخل خزانہ شاہی کئے اور پھر جو رقمیں خفیف بقایا کی اُن پر اور باقی نکلیں صرف اُسی کا مطالبہ کیا۔ لوگوں نے جب عمر کی اسقدر دیانتداری دیکھی تو اُنھوں نے ایسے دیانت دار عامل کو وقت میں ڈالنے سے توبہ کی اور آپس میں عہد کیا کہ معمولی اور مقررہ اوقات پر اقساط داخلِ خزانہ کر دیا کریں گے۔ ابتدائے آفرینش سے انسان کی یاد میں یہ اول ہی مرتبہ تھا کہ مصریوں نے اپنا اپنا خراج وقتِ مقررہ پر ادا کیا یہ انتظام مکمل کر کے عمر نے اپنے عہدۂ گورنری سے استعفا دیدیا اور بغداد میں واپس آگیا۔

ابو ہیدام کی بغاوت

۱۷۶ھ ہجری میں مُضری اور یمنی قوموں میں وہی پُرانے عناد کی آگ دمشق میں پھر بھڑکی عامر ابن عمارہ جو ابو ہیدام کی کنیت سے مشہور تھا وہ ایک نہایت شجاع اور بہادر عرب تھا اور قوم مضری کا سرگروہ اور پیشوا تھا۔ اِس فتنہ اور فساد کا سبب یہ ہوا کہ ہاروں رشید کے ایک عامل نے سجستان میں ابو ہیدام کے ایک بھائی کو مار ڈالا ابو ہیدام نے یہ سُن کر علمِ بغاوت کشادہ کر دیا اور بہت سے لوگ اُسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

یہ شخص بھی مثل دیگر مشہور عربوں کے شاعر تھا اور اپنے بھائی کا ایک مرثیہ لکھ کر عوام الناس کے مجمع میں پڑھا کرتا تھا اُس مرثیہ کے چند شعروں نے لوگوں کے دلوں کو مشتعل کر دیا۔

ابو ہیدام کی گرفتاری اور رہائی۔

ہاروں رشید نے ابو ہیدام کے ایک بھائی کو ملا لیا۔ اور اُس نے فریب سے اپنے باغی بھائی کو گرفتار کروا دیا۔ چونکہ یہ بغاوت کوئی بڑی بغاوت نہ تھی اور خلیفہ کی حکومت

کے تہ و بالا کرنے کے لیے نہیں کی گئی تھی اس لیے ہارون رشید نے ابوہیدام کو رہا کر دیا۔

عطاف ابن سفیان کی بغاوت اور اسکی فراری

اسی زمانہ یعنی ۱۸۰ھ ہجری میں العطاف ابن سفیان الازدی نے جو شہر موصل کے سرداروں میں سب سے بڑا اور مقتدر اور طاقتور تھا ہارون رشید کے نائب محمد ابن عباس الہاشمی کے برخلاف بغاوت کر دی اور ایک لشکر چار ہزار آدمیوں کا جمع کر کے خراج وصول کرنا شروع کر دیا اور دو برس تک شہر پر قابض رہا۔ پھر ہارون رشید نے خود جا کر موصل پر حملہ کر کے اسکی فصیل منہدم کر دی۔

عطاف آرمینیا کی جانب فرار ہو گیا اور اسی سال ہارون رشید نے فضل ابن یحییٰ برمکی کو جو رَے اور سیستان کا گورنر تھا۔ گورنر خراسان بھی مقرر کر دیا تاکہ ان غیر منتظم صوبجات میں امن و امان قائم کرے۔

مصر میں قوم ہوفیہ کی بغاوت اور اسکی سرکوبی

۱۹۴ھ ہجری میں قوم ہوفیہ نے اپنے گورنر اسحٰق بن سلیمانؓ کے برخلاف بغاوت ملک مصر میں کر دی۔ ہارون نے ہرثمہ بن اعین گورنر فلسطین کو اُنکی سرکوبی کے لیے بھیجا اور آخر کار اُنھوں نے پھر اطاعت قبول کی۔ قوم ہوفیہ کا تعلق اقوام قیس اور قداحہ سے تھا جو اس فسادمیں شریک تھیں جو دمشق میں برپا ہوا تھا۔

ولید شیبانی کی بغاوت اور اس کا قتل ہونا

ملک الجزیرہ میں الولید ابن طارف الشیبانی نے بغاوت برپا کر دی۔ اور خلیفہ کے دو چھوٹے لشکروں کو جو اُسکے مقابلے کے لیے گئے تھے شکست دی۔ آخر کار ہارون رشید نے یزید ابن مزید کو ولید کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ یہ یزید بھی قوم شیبانی سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن غالباً یزید اپنے ہم قوم پر حملہ کرنے سے متنفر تھا اور اسی وجہ سے اُس نے بہت سا عرصہ یوں ہی فضول گزار دیا۔

خاندان برمکی کی یزید سے کچھ مخالفت تھی اُنھوں نے خلیفہ کو اس بات سے

آگاہی دی کہ یزید اور ولید دونوں ایک ہی قوم سے ہیں اس لیے یزید وقت ضایع کر رہا ہے اور ولید سے نہیں لڑتا۔

خلیفہ نے اِس بات سے واقف ہو کر ایک خفگی کا پروانہ یزید کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر میں اس مہم پر بجائے تمھارے کسی ادنیٰ ملازم کو بھیج دیتا تو تم نے جو کچھ ابتک کیا ہے وہ اُس سے زیادہ کارروائی کر کے دکھاتا۔ معلوم ہوا کہ تم قابلِ اعتماد نہیں ہو اور تم اپنی قوم کی بہت طرف داری کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم نے بہ عجلت ولید کو سزا نہ دی تو میں کسی کو بھیجکر تمھارا سر کٹوا منگواؤں گا۔

یزید کو جب یہ پروانہ پہنچا تو اُس نے سوچا کہ اب بغیر لڑائی چارہ نہیں ہے اس لیے اُس نے آخرکار ولید سے لڑائی کی ٹھان لی اور اپنی سرعت سے ولید کے مقابلہ کو بڑھا کہ جب حربگاہ میں پہنچا تو بوجہ شدت پیاس اپنی انگشتری اپنے مونہ میں تسکین ہونے کے لیے رکھہ لی۔ اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے والدین خدا کرے تم پر فدا ہوں۔ ولید کی فوج میں سب کے سب غیر قواعد داں باغی ہیں جو تم سے اب مقابلہ کرینگے تم مستقل رہو اور جب وہ حملہ کر چکیں تو تم اُن پر حملہ کرنا۔ جب باغیوں کو ایک دفعہ شکست ہو جائے گی تو پھر اُن میں بالکل ہمت نہیں رہے گی اور سب منتشر ہو جاویں گے۔ چنانچہ جیسا یزید نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اول باغیوں نے یزید اور اُسکی فوج پر حملہ کیا۔ فوج نے یہ حملہ برداشت کر کے باغیوں پر حملہ کیا اور اُن کو بالکل درہم برہم کر دیا۔

عجیب مشابہت

یزید کا بیٹا اسد اپنے باپ کے ہمراہ اس معرکہ میں موجود تھا کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹے میں اسقدر مشابہت تھی کہ دونوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل تھا سوائے اسکے کہ یزید کی پیشانی پر تلوار کے زخم کا ایک نشان ہو رہا تھا صرف اُس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔

اسد کی یہ خواہش تھی کہ میرے بھی اسی طرح زخم کا نشان پڑ جاوے۔ اس معرکہ میں جب ایک دشمن نے اُس پر تلوار لگانی چاہی تو اُسنے بجائے سپر پر روکنے کے اپنے سر پر روکی اور جس جگہ کہ یزید کے زخم تھا اُسی جگہ اُسکے بھی ہو گیا۔

لیلیٰ خواہر ولید

جبکہ الولید قتل ہو گیا تو اُسکی بہن لیلیٰ مردانہ لباس میں مسلح ہو کر یزید سے لڑنے کے لیے آئی اور ایک فوج جمع کر کے اُس سے یزید کی فوج پر حملہ کرایا لیکن میدان جنگ میں یزید نے اُسے پہچان لیا اور اپنا گھوڑا دوڑا کر اُسکے پاس گیا اور لیلیٰ کے اسپ کے زیر بند پر اپنا نیزہ رکھکر اُس کو زور سے چلا کر نصیحت کی کہ تو گھر میں جا کر بیٹھ کیا تو اپنی قوم کو بدنام کرنے آئی ہے۔ یہ سن کر لیلیٰ کو شرم آئی اور وہ میدان سے چلی گئی۔ یہ لیلیٰ ایک بڑی شاعرہ تھی اپنے بھائی الولید کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے وہ ابتک کتابوں میں موجود ہے

یزید بن حاتم مہلبی عامل افریقیہ

صوبہ افریقیہ میں خلیفہ کی حکومت برائے نام ہونے سے کچھ ہی زائد تھی۔ لیکن یزید بن حاتم بن مہلبی کی پرزور گورنری میں وہاں خوب انتظام اور کامل امن وامان ہو گیا اور خلیفہ کی پورے طور سے حکومت مانی جانے لگی۔

فرقہ عبادیہ کی بغاوت

حاتم ۱۷۸ھ میں مرگیا اور اُس کا بیٹا داؤد عارضی طور سے بجائے اُسکے عامل مقرر ہوا۔ اس وقت خارجیوں کے ایک فرقہ عبادیہ نے وہاں غدر کر دیا۔ داؤد نے اُنکی سرکوبی کے لیے ایک فوج روانہ کی لیکن باغی فتحیاب ہوئے اور اس فوج کو شکست ہوئی پھر داؤد نے اور کمک بھیجی جسنے فرقہ عبادیہ کو بڑی خونریزی کے ساتھ شکست دیکر منتشر کر دیا۔

داؤد نو ماہ تک گورنر رہا پھر ہاروں رشید نے اسکے بجائے روح بن حاتم کو عامل مقرر کر دیا۔ اسکی گورنری میں اس صوبہ میں امن رہا جس کا سبب مورخین یہ بتاتے

ہیں کہ چونکہ اُسکے بھائی یزید نے بہت باغی قتل کیے اِس لیے اُن میں خوف چھایا ہوا تھا وہ خاموش رہے۔ روح شہر قیروان میں ماہ رمضان میں فوت ہوگیا اور اُس کے بھائی کی قبر کی برابر اس کو بھی دفن کر دیا۔

فضل کا عامل افریقیہ ہونا

ہارون رشید نے الفضل بن روح کو صوبجات افریقیہ کا گورنر بجائے حبیب ابن نصر المہلبی کے جسکو کہ ہارون رشید نے اول مقرر کرکے بھیجا تھا اور اب واپس بلا لیا مقرر کیا۔ الفضل نے اپنے بھتیجے المغیرہ کو ٹیونس میں اپنا نائب مقرر کرکے بھیجا۔ المغیرہ نے اپنے طرز عمل سے ٹیونس کے سرداروں اور فوج کو اپنے سے ناراض کر لیا اور اِن سب نے اسکی موقوفی کی درخواست بھیجی۔ لیکن یہ درخواست اُسکے چچا الفضل نے نامنظور کی۔ اِس پر وہاں کے قاعدوں (سرداروں) نے مجتمع ہو کر ایک شخص کو جس کا نام ابن الجارود تھا اپنا افسر مقرر کر لیا۔ اور المغیرہ کو وہاں سے نکالدیا پھر اُنھوں (گورنر)[1] نے الفضل کو ایک نامہ لکھا جس میں ظاہر کیا کہ ہم لوگ خلیفہ کی حکومت سے آزاد ہونا نہیں چاہتے۔ ہمنے صرف لفٹنٹ گورنر المغیرہ کو بوجہ اُسکے جبر وظلم اور بد اطواری کے یہاں سے نکالدیا ہے درخواست ہے کہ آپ اِس عہدہ پر کسی اور شخص کو مقرر فرما کے روانہ کریں۔

ٹیونس میں بغاوت

الفضل نے اِس درخواست کے بموجب اپنے چچازاد بھائی عبد اللہ ابن یزید ابن حاتم کو اپنا نائب مقرر کرکے ٹیونس روانہ کیا۔ لیکن جب عبد اللہ ٹیونس سے ایک منزل رہگیا تو ابن الجارود نے اپنی کچھ فوج بھیجی اور حکم دیا کہ عبد اللہ کے ہمراہ جتنے آدمی ہوں سب کو گرفتار کر لو اور یہ تاکید کر دی کہ بغیر میرے حکم کے اور کچھ نہ کرنا۔ افسران فوج نے یہ خیال کرکے کہ الفضل نے جو اپنے چچازاد بھائی کو یہاں کا عامل مقرر کرکے بھیجا ہے اس سے اُس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر سب کو سزا دیجائے اور اُس کے

بھتیجے کو جو یہاں سے نکالدیا تھا اُس کا بدلہ لیوے - یہ خیال کرکے اِس فوج نے عبداللہ کی
جماعت پر حملہ کردیا اور اس نومقرر شدہ لفٹنٹ گورنر کو مارڈالا اور اسکی فوج کے افسروں کو
قید کردیا - ابن الجارود اور اس کا فریق اب کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور الفضل کے
معزول کرانے کی تمام تدبیریں استعمال کیں - ابن الفارسی جو اس تمام فتنہ و فساد کا بانی

ابن الفارسی

تھا اب اُسنے حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی اور ایک نہایت عاقلانہ لیکن پُر مکر و فریب تدبیر
کی - تاکہ اور دیگر شہروں کے حکام بھی اُس تجویز میں متفق ہوجاویں - اُس نے صوبۂ
افریقہ کے سب شہروں کے مفتیوں اور قاضیوں کے نام ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط
بدیں مضمون روانہ کیئے کہ الفضل نے امیرالمؤمنین کی سلطنت میں ایسا جبر و ظلم کر رکھا ہے
کہ ہم نے مجبور ہوکر اُس کی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی ہے اور چونکہ ہمارے
خیال میں آپ سے زیادہ کوئی شخص اس بات کے قابل نہیں معلوم ہوتا کہ وہ امیرالمؤمنین
کا نائب ہوکر یہاں حکومت کرے اس لیے ہمارا ارادہ ہے کہ اگر ہم فتحمند ہوگئے تو آپ کو
اپنا پیشوا اور حاکم بنالیں گے اور ہمنے امیرالمؤمنین کو بھی اس مضمون کی عرضی روانہ کی
ہے کہ آپ کو وہ اس صوبہ کا گورنر مقرر فرماویں اور بر تقدیر اگر ہم کامیاب نہ ہوسکیں - تو
اُس حال میں اس بات کو آپ کسی سے ظاہر نہ کریں کہ ہم آپ کو گورنر بنانا چاہتے تھے
خدا حافظ -

اِن خطوط کے پہنچتے ہی تمام حکام بھی الفضل سے برگشتہ ہوگئے اور اُنکی کوشش سے
باغیوں کے جھنڈے کے نیچے بہت سے آدمی اور بہت سی فوج جمع ہوگئی اور اُنھوں نے
الفضل کو اول ہی معرکے میں شکست دیدی - الفضل مجبوراً شہر قیروان میں لوٹ آیا
یہاں بھی اُس نے ایک دن تک باغیوں کا مقابلہ کیا - لیکن دوسرے دن ابن الجارود کی

فوج نے شہر پناہ کے دروازے توڑ ڈالے اور الفضل اور اسکی فوج کو وہاں سے بھگا دیا اور شہر قبوس تک اُس کا تعاقب کیا جہاں اُس نے الفضل کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ الفضل کے مارے جانے سے اُسکی فوج نہایت خشمگیں ہوئی اور اُسنے مجتمع ہو کر الاعلیٰ ابن سعید کو گورنر شہر زاب مقرر کر لیا اور ابن الجارود کی فوج کے دو سخت حملے پسپا کیے لیکن شہر قہروان پر قابض نہ رہ سکی۔

ابن الجارود کی بغاوت اور ہرثمہ بن اعین کا گورنر افریقیہ ہونا۔

ہارون رشید نے ابن الجارود کی بغاوت کا حال سن کر ہرثمہ بن اعین کو حکم دیا کہ افریقیہ جا کر اس فتنہ و فساد کو دفع کرے لیکن اس سے پیشتر ہارون رشید نے یحییٰ ابن موسیٰ کو افریقیہ روانہ کر دیا تاکہ وہ بغیر لڑائی ابن الجارود سرگروہ باغیان کو مطیع ہو جانے کی ترغیب دیوے۔ یحییٰ قہروان میں اُس وقت پہنچا جبکہ ابن الجارود وہاں کی قلعہ بندی خوب استحکام سے کر چکا تھا۔ یحییٰ نے خلیفہ کا پروانہ دکھا کر ابن الجارود سے گفتگو شروع کر دی کہ اگر وہ خلیفہ کی اطاعت کرے تو بہتر ہے۔ ابن الجارود نے یحییٰ کو ٹالنا اور دھوکا دینا چاہا اور کہا کہ اگر میں قہروان تم کو سپرد کر دوں تو عوام الناس جنھوں نے کر الاعلیٰ کو اپنا حاکم مقرر کر لیا ہے اِس شہر پر قبضہ کر لیں گے اور پھر یہ شہر خلیفہ کی حکومت سے نکل جاویگا۔ لیکن اُس نے اقرار کیا کہ مَیں اس قلعہ میں سے نکل کر الاعلیٰ کی فوج پر حملہ کرنے والا ہوں۔ اگر مَیں اُس میں کامیاب ہو گیا تو مَیں ہرثمہ کے آنے کے انتظار میں رہوں گا اور اگر میں کامیاب نہ ہوں تو پھر تم کو اختیار ہے جو چاہو سو کرنا۔ یحییٰ کو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ ابن الجارود کا فریب ہے اور اگر اُس نے الاعلیٰ کو شکست دیدی تو وہ پھر ہرثمہ سے بھی ضرور لڑے گا۔ اِس لیے یحییٰ ابن الفارسی کو الگ تخلیہ میں لے گیا۔ اول تو بغاوت میں شریک ہونے پر اُس کو لعنت ملامت کی اور پھر یہ اُمید دلا کر کہ تیری خطا خلیفہ سے

معاف کرادیجاویگی اُس کو یہ ترغیب دی کہ وہ ابن الجارود کے زیرا ور مطیع کرنے میں مدد دیوے اس پر رضامند ہوکر ابن الفارسی نے اپنی پر فریب حکمت عملی پھر چلی اور ابن الجارود کو طرح بطرح کے اتہاموں سے متہم و ملزم کرکے اُسکی فوج کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جانب کرلیا اور ابن الجارود سے لڑائی برپا کردی۔ ابن الجارود نے اب اپنا بدلہ ابن الفارسی سے لینا چاہا اور اُس نے اپنے ایک دوست طالب نامی کو اپنے سے منفق کرکے یہ سازش کی کہ میں ابن الفارسی کو اُس کے مکروفریب سے مطلع کرکے اُس کو ملامت کرکے اپنی جانب اُسکی توجہ کو منعطف کرالونگا اور تو اُس وقت ابن الفارسی کو مارڈالنا۔ چنانچہ اُس تجویز کے مطابق ابن الفارسی مارا گیا اور اُسکی فوج کو شکست ہوئی۔ یحیٰی ہرثمہ کے ساتھ شامل ہونیکو طرابلس میں چلا گیا اور جونہی عوام الناس کو معلوم ہوا کہ ہارون رشید کا فرستادہ سفیر ہرثمہ اسقدر قریب آگیا ہے تو ہر چہار جانب سے اُنھوں نے الاعلیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا شروع کردیا۔ ابن الجارود نے یہ دیکھ کر کہ لوگ مجکو چھوڑتے جاتے ہیں یحیٰی کو ایک خط لکھا اور اُس کو قیروان سپرد کرنا چاہا۔ یحیٰی قیروان کیجانب روانہ ہوا ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ میں ہی اول پونہچوں تاکہ میری عزت زیادہ ہو مگر الاعلیٰ وہاں اول پہنچ گیا اور قیروان پر قبضہ کرکے ہرثمہ کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ ابن الجارود نے اس سے پیشتر ہی اپنے تئیں ہرثمہ کو سپرد کردیا اور ہرثمہ نے اُس کو خلیفہ کے پاس بغداد کو روانہ کردیا۔ اور خلیفہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کی کہ ابن الجارود نے جو بغاوت کی تھی اُس کا باعث الاعلیٰ ہوا تھا۔ ہارون رشید نے الاعلیٰ کو بھی بغداد بُلوایا اور جب الاعلیٰ بغداد پونہچ گیا تو خلیفہ نے اُس کو ایک خلعت اور انعامات عطا فرمائے اور ابن الجارود کو بغداد میں

مقید رکھا۔ ہرثمہ نے شہر قیروان پر ربیع الاول کے مہینے میں قبضہ کرلیا اور اب اِس صوبہ میں پھر ایک بار امن وامان ہوگیا۔

ہرثمہ نے افریقیہ کے لوگوں کو بڑا ہی سرکش اور مفسد پایا۔ جورات دن سرکشی دبغاوت کرتے رہتے تھے۔ آخر کار ہرثمہ نے اِس صوبہ کی گورنری سے ماہ رمضان ۱۸۱ہ ہجری میں استعفا دیدیا

محمد ابن مقاتل

ہارون رشید نے ہرثمہ کی جگہ اپنے رضاعی بھائی محمد ابن مقاتل کو صوبہ افریقیہ کا عامل مقرر کیا۔ محمد نے اپنی فوج کو اسقدر ناراض رکھا کہ فوج نے باشندوں کے ساتھ سازکرکے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی اور مخلد ابن مرہ کو اپنا حاکم بنالیا۔ ابن مرہ کو شکست ہوئی اور اُسنے ایک مسجد میں پناہ لی لیکن وہ وہاں سے گرفتار ہوا اور مارڈالا گیا۔ اب اہلِ ٹیونس نے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی اور تمام ابن تمیم کو اپنا سردار مقرر کرکے قیروان پر ۷۹۹ء میں حملہ کردیا اور تمام نے یہ شہر فتح کرکے محمد کو یہاں سے بلامزاحمت روانہ ہونیکی اِس شرط سے اجازت دیدی کہ وہ افریقیہ سے چلاجاوے

ابراہیم ابن اغلب اور گورنری افریقیہ کا موروثی ہوجانا۔

ابراہیم بن اغلب جو صوبہ زاب کا عامل تھا اُس نے تمام کو شکست دیکر بھگادیا اور محمد کو واپس بلوالیا۔ لیکن ابراہیم بن اغلب نے محمد کو دوبارہ جو بلوایا یہ اُس کا فریب تھا۔ چونکہ اُسنے خلیفہ ہاروں رشید سے یہ ظاہر کیا کہ محمد کی حکومت سے عوام الناس سخت ناراض ہیں اور خلیفہ کو اس بات کی ترغیب دی کہ اگر آپ مجکو افریقیہ کا گورنر مقرر کردینگے تو میں خزانہ شہنشاہی میں چالیس ہزار دینار خراج سالانہ دیا کروں گا۔ حالانکہ وہ اور سب گورنر صوبہ افریقیہ سے ایک لاکھ دینار وصول کیا کرتے تھے۔ ہاروں رشید نے یہ خیال کرکے کہ اگر یہ ابراہیم بھی وہاں دشمنوں سے ملجاویگا تو صوبہ افریقیہ ہمیشہ بغیر بہت سی

خونریزی کے قبضہ میں نہیں رہ سکے گا صرف ابراہیم کی یہ تجویز قبول اور منظور ہی نہیں کر لی بلکہ اس عہدۂ گورنری کو خاندانِ اغلب میں موروثی کر دیا۔

خاندان بنی ادریس

مغربی افریقہ کے بربری باشندے بدعتی مسلمان تھے یعنی وہ ابتک پرانے زمانے کے خیالات اور باتوں میں یقین رکھتے تھے اور مثل ایرانیوں کے اس طرح کے مذہب اسلام کے حامی تھے جو سچے مذہب کے سخت حدود عائد نہ کرے۔ پس وہ بھی انھیں وجوہات کے باعث جیسے کہ ایرانیوں نے کیا تھا اولادِ علیؓ کے مطیع ہوتے جاتے تھے۔ چونکہ علوی اپنے مذہب کو آزادانہ رکھتے تھے اِس سے پیشتر ۷۸۶ء میں خلیفہ المہدی کے زمانے میں ادریس ابن علی جو امام حسنؓ کی اولاد میں سے تھے اور مکہ شریف میں اُنھوں نے خروج کیا تھا اس میں ناکامیاب ہو کر وہ افریقہ میں بھاگ کر چلے آئے تھے اور وہاں دو برس کے بعد اُنھوں نے اپنے تئیں امام مشتہر کر دیا اور بربری قوم کی ایک بڑی تعداد نے اُنکو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اُنھوں نے تمام ملک مغرب پر قبضہ پا لیا اور شہر تلمیزان کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ یہ سنکر یحیٰی برمکی سے ہارون رشید نے مشورہ کیا اور یحیٰی نے ایک عرب سلیمان نامی کو اس جوان شہزادہ کے قتل کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلیمان نے اپنے تئیں علی کے بڑے طرفداروں میں ظاہر کیا اور اسی وجہ سے امام ادریس نے اُس پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا۔ اِس سلیمان نے موقع پا کر اُنکو ایک زہر کی شیشی سنگھا دی جسکی وجہ سے امام ادریس ۷۹۱ء یا ۷۹۲ء میں فوت ہو گئے قاتل بھاگ گیا مگر اُس کے سر پر بھی ایک سخت زخم آیا اور امام ادریس کے دوست و اتالیق رشید نامی نے اُس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس جرم کے ارتکاب سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ چونکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امام ادریس کی بیویوں میں سے ایک کے

ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ اپنے باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ اور شہر فیض جس کو ۸۰۸ء میں اِسی خاندان میں سے ایک نے آباد کیا تھا دارالخلافہ مقرر ہوا۔ ابراہیم بن اغلب نے اول اول تو یہ خیال کیا کہ ادریس ثانی ابھی نابالغ ہے۔ اِس لیے اُس کی سلطنت بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لینی چاہیے۔ لیکن پھر اُس نے لڑائی کرنے سے اجتناب کیا۔ غالباً اِس کام کا یہ سبب ہوا کہ اُس نے خیال کیا کہ بنی اُمیہ کی سلطنت جو اسپین "اندلس" میں قائم ہو گئی ہے اُس کے اسقدر قریب ایک علوی خاندان کی سلطنت ہونے سے بحالت ناراضگی خلیفۂ بغداد مجکو بہت فائدہ ہو گا۔

کریٹ اور قبرس کا فتح ہونا۔

علاوہ اپنی سلطنت کے صوبجات کے فتنہ و فساد رفع کرنے اور مسلمان دشمنوں سے جنگ میں مصروف رہنے کے۔ خلیفہ ہاروں رشید کو سلطنتِ روم (بزنطاین) یا خوزار کی غیر مہذب اقوام ترکمانوں سے ہمیشہ لڑائیاں کرنی پڑتی تھیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک دشمن کے مقابلہ کے لیے وہ اپنی نہ رکنے والی مسلمانوں کی تمام فوج کو نہیں بھیج سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کی بہت سی فوج سلطنت کے کسی نہ کسی حصہ میں بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ لیکن تاہم ہاروں رشید یونانیوں کی سلطنت روم پر ہر سال حملہ کرتا رہتا تھا اور جس سال خود نہ جاتا اپنے ایک نہ ایک نائب کو جہاد پر بھیجتا تھا اور ہر دفعہ فتحیاب ہو کر غنیمت میں بہت سا مال و دولت اور لونڈی غلام لایا کرتا تھا۔ ۷۹۱ء میں جاڑے کے موسم میں ایک بار عربوں کے لشکر کو شکست ہوئی۔ لیکن عربوں کے بیان کے موافق کریٹ میں اور رومی (یونانی) مورخین کے بیان کے بموجب قبرس کی بحری لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور یونانی امیر البحر تھیوفیلوس گرفتار ہوا اور ہارون کے حضور میں لایا گیا۔ خلیفہ نے اُس سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات قبول کر یا اسلام یا موت۔ اور جب اُس نے مسلمان

ہونے سے انکار کر دیا تو اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

سلطنت یونان سے جنگ اور اُس کی باجگذاری

ہارون رشید نے ۱۷۹ھ ۷۹۵ء میں یونانیوں کے شہر صفصاف پر قبضہ کر لیا اور ہارون رشید نے عبدالملک ابن صالح کو یونانیوں کے ملک میں اور آگے روانہ کیا۔ عبدالملک شہر انکیرا تک بڑھے چلا گیا۔ یونانیوں کے شہنشاہ قسطنطین کو اُسکی ستمگر والدہ نے اندھا کر دیا۔ اور اُسکے بعد جو واقعات یونان میں ہوئے اُن سے یونانیوں کی ہمت اور بھی ٹوٹ گئی اور طرفین کے قیدیوں کے تبادلے کے بعد۔ اور یہ تبادلہ عباسیوں کے زمانے میں اول ہی مرتبہ تھا عرب اپنے وطن کو لوٹ گئے اور یونانیوں سے چار برس کے لیے صلح کا معاہدہ ہو گیا اور سلطنت روم کی شہنشاہ بیگم ایرینی نے خلیفہ کو ایک کثیر المقدار خراج دینا منظور کر لیا۔

اس طرف اہالیان خوزار ترکمانوں نے آرمینیا پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ہارون اُنکو اپنی سلطنت کی حدود سے نکالنے کے لیے اُس طرف گیا ہوا تھا۔ اس لیے اس سال وہ سلطنت روم کے غیر محفوظ مقاموں کو فتح کر کے فائدہ نہیں اُٹھا سکا۔

نقفور شاہ یونان کا خط بنام ہارون رشید

۸۰۲ء میں نائیسفورس (نقفور) نے سلطنت روم پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کی اُس سے پھر جنگ شروع ہوئی اس نئے شہنشاہ روم (یونان) نے ہارون کو یہ خط لکھا۔

نائیسفورس شاہ یونان کیجانب سے ہارون شاہ عرب کو معلوم ہو کہ مجھسے پہلی ملکہ جو یہاں تخت نشین تھی وہ اپنے تئیں نہایت کمزور اور تم کو بڑا ہی زبردست خیال کرتی تھی اس لیے وہ تم کو خراج دیا کرتی تھی حالانکہ اُس رقم سے دوہرا خراج خود تم کو ادا کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ وہ عورت تھی یہ اُسکی کمزوری و حماقت تھی۔ مرقوم ہے کہ جسقدر خراج سلطنت روم سے تم کو ابتک وصول ہو چکا ہے وہ سب اور نیز وہ رقم جو اپنے اِس جرم کی معافی کے عوض ادا کرنا چاہو یہ سب میرے پاس بھیجدو ورنہ میرے اور تمھارے درمیان میں تلوار سے فیصلہ ہو گا

جب ہارون رشید نے یہ خط پڑھا تو اُس کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا۔ اُمرا و وزرا کسی میں اُسکی جانب آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی مجال نہیں ہوئی۔ گفتگو کرنا تو درکنار رہا۔ اس لیے تمام درباری خوف زدہ ہوکر اُس کے سامنے سے چلے گئے۔ تب خلیفہ نے دوات اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے نائسفورس کے خط کی پشت پر یہ جواب لکھا۔

ہارون رشید کا خط بنام نقفور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امیر المومنین ہارون کی جانب سے نائسفورس سگ رومی کو معلوم ہو کہ اے پسر کافرہ! تمھارا خط میرے پاس پونہچا اُس کا جواب کانوں سے سُننے کی بجائے تم آنکھوں سے دیکھ لوگے۔

شہنشاہ یونان سے جنگ ہونا اور اُس کا شاہی خراج ادا کرنا

ہارون اُسی دن مع فوج یونان کی جانب روانہ ہوگیا اور شہر ہرکلی (ہرقلہ) میں قیام کیا اور اُس کو فتح کرلیا اور جلا دیا اور ویران کر ڈالا۔ جیسا کہ ایک عرب مورخ لکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نائسفورس نے جو کہ ایک باغی مسمی بارڈینس کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لیے التجا کی اور یہ صلح آخر کار خلیفہ نے اس شرط پر منظور کرلی کہ نائسفورس ہر شش ماہی پر خراج ادا کیا کرے۔

یونانیوں کی بد عہدی اور اُنکی سزا دہی۔

لیکن ہارون رشید جب واپس آگیا اور رقہ میں پونہچ گیا اور نائسفورس نے بارڈینس پر فتح پالی تو یہ خیال کر کے کہ آجکل سردی نہایت سخت پڑتی ہے اس لیے خلیفہ واپس آکر اب میرے ملک پر حملہ نہیں کرسکے گا۔ معاہدہ فسخ کر دیا۔

جبکہ اس امر کی اطلاع رقہ میں پونہچی تو ہارون سے یہ واقعہ کہنے کی کسی میں ہمت نہ پڑی۔ اس خیال سے کہ ایسے سخت موسم میں کہیں خلیفہ اُسی کو لڑائی پر نہ بھیجدے۔ آخر کار ایک شاعر نے اس امر کی آگاہی خلیفہ کو اشعار کے ذریعے سے دی جنکا مطلب یہ تھا کہ نائسفورس نے وہ معاہدہ فسخ کر ڈالا ہے جو امیر المومنین نے اُس سے کیا تھا لیکن

اُمید ہے کہ اس نقض معاہدہ سے وہی برباد ہوگا۔ امیر المؤمنین کو خوشخبری دینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک بڑی فتح عنایت کرے گا اور وہ ایسی فتح ہوگی جو ہمارے زمانہ کی تمام فتوحات سے زیادہ شان و شوکت والی ہوگی۔ جبکہ ہارون رشید کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ کیا نایسفورس نے معاہدہ منسوخ کردیا۔؟ اور وزیروں سے بہت ناراض ہوا کہ اُنھوں نے اِس امر کی اطلاع بھی نہ دی اور مجکو دھوکہ میں رکھا۔ خلیفہ اُسی وقت سرحد یونان کی جانب روانہ ہوا اور اگرچہ سردی نہایت سخت تھی اور مسلمانوں کو بڑی سخت مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن ہارون نے نایسفورس کو شکست دی اور اُس کی چالیس ہزار فوج قتل ہوئی۔ آخر کار بعد تبادلۂ اسیران طرفین پھر صلح ہوگئی۔ لیکن علی ابن عیسیٰ نے جو بغاوت خراسان میں برپا کر رکھی تھی اور جس کا ہم آیندہ تذکرہ کریں گے اُس سے یونانیوں نے فائدہ اُٹھانا چاہا اور پھر دشمنی کا اظہار کیا۔ ہارون نے فوراً ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج سے حملہ کرکے ہرکلی کو فتح کرلیا اور ہارون کے جرنیلوں نے ملک روم کے دیگر تمام قلعجات فتح کرکے منہدم کردیئے اور خلیفہ کے بیڑہ جہازات نے جزیرۂ قبرس پر سترہ ہزار یونانیوں کو گرفتار کرکے ملکِ شام کو روانہ کردیا۔

شاہ یونان نے جزیہ اور خراج دونوں کا ادا کرنا منظور کرلیا

نایسفورس کی اب کے بار بالکل ہمت ٹوٹ گئی اور وہ شکستہ دل ہوگیا اور اب مجبوراً اُس نے نہایت عاجزانہ شرائط منظور کرکے صلح کی التجا کی۔ اپنے اور اپنے بال بچوں اور بی بی وغیرہ کا جزیہ دینا منظور کیا۔ اور اقرار کیا کہ ہرکلی کو اب کبھی آباد نہ کرونگا۔ جونہی کہ خلیفہ وہاں سے واپس آیا یہ سب اقرارات فراموش کردیئے گئے اور ۱۸۶ھ میں یونانیوں نے یزید ابن مخلد کو شکست دی جو ہارون رشید کے حکم سے دس ہزار فوج کے ہمراہ یونانیوں کے مقابلہ کو گیا ہوا تھا۔ یزید کو یہ شکست شہر طرطوس کے نزدیک ہوئی۔

ہرثمہ کی روانگی بجانب عراسان اور یونانیوں کی بدعہدی

ہرثمہ بن اعین جو تیس ہزار فوج کی جمعیت سے قلعہ طرطوس اور سرحد کی حفاظت کے لیے

متعین تھا وہ بھی اچھی طرح کامیاب نہو سکا اور اُسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہرثمہ کو خراسان
کی بغاوت رفع کرنے کے لیے خلیفہ نے اُدھر بھیجدیا۔ اِس لیے رومی (یونانی) کچھ عرصے کے
لیے اِس قابل ہوگئے کہ مسلمانوں کی حکومت کو اُن سے خوف پیدا ہوگیا۔

حضرت عمرؓ خلیفہ دوئم کا معاہدہ عیسائیوں ساکنین بیت المقدس سے

ہاروں رشید نے اپنا غصہ اُن عیسائیوں پر کہ جو اُسکی سلطنت میں رہا کرتے تھے اِس
طور سے اُتارا کہ عمرؓ خلیفہ دوم نے بیت المقدس کے فتح کرنے کے وقت ذمی عیسائیوں کے
لیے جو قواعد[1] اور ضوابط باندھ دیئے تھے اور بعدہٗ وہ منسوخ ہوگئے تھے اُنکا اپنی سلطنت میں پھر
نفاذ کردیا اور وہ ضوابط اور قواعد حسب ذیل ہیں۔

---

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اُس سے بڑھ کر کوئی عمدہ اور آسان اور التعمیل
معاہدہ غیر قوموں کی حفاظت جان و مال اور آزادی کے لیے ہو نہیں سکتا۔ اِس بات کو سب مورخوں نے تسلیم کیا ہے لیکن تعجب
ہے کہ مسٹر پامر جیسا فاضل شخص یوں تحریر کرتا ہے کہ ہاروں رشید نے اپنے غصہ کے جوش میں عیسائیوں کے ستانے کے لیے
اپنے ملک میں یہ معاہدہ پھر جاری کردیا۔ بادی النظر میں تو اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس بادشاہ کو مسٹر پامر ظالم اور سفاک
ثابت کرنا چاہتے ہیں یعنی ہاروں رشید کو۔ تو انکی اس تحریر سے تو برعکس اُسکے ظلم کے اُس کے انصاف بیداور عدل گستری اور نصفت
پسندی اور غیر قوموں کے ساتھ مراعات اور سلوک کی تعریف نکلتی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے معاہدے
کے نفاذ پذیر کرنے سے پہلے اُس (ہارون الرشید) نے عیسائیوں کے لیے نہایت ہی آسان اور سہل قوانین مقرر کر رکھے ہونگے۔
حضرت عمرؓ کا معاہدہ بالکل سخت نہ تھا بلکہ اُس سے جسقدر عیسائیوں کی جان و مال اور آزادی کی حفاظت تھی اُس کی نظیر اُس
زمانہ کی کسی سلطنت اور قوم میں نہیں ملسکتی۔ مسٹر پامر نے حضرت عمرؓ کے معاہدہ بیت المقدس کا غلط ترجمہ لکھا ہے اِس لیے ہم ناظرین
کی آگاہی کے لیے اُس معاہدہ کا صحیح ترجمہ تاریخ ابو جعفر جریر طبری (فتح بیت المقدس) سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔
بیت المقدس کا معاہدہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں ہوا تھا اُسمیں خود اُنھیں کے الفاظ ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ
"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی۔ یہ امان اُنکی جان۔ مال۔ گرجا۔
صلیب۔ تندرست۔ بیمار۔ اور اُنکے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ اس طرح پر کہ اُنکے گرجاؤں میں نہ سکونت کیجاویگی نہ وہ گرائے
جاوینگے۔ نہ اُنکو یا اُنکے احاطہ کو کچھ نقصان پونہچایا جاویگا۔ نہ اُنکی صلیبوں اور اُنکے مال میں کچھ کمی کیجاویگی۔ مذہب کے بارے
میں اُن پر جبر نہ کیا جاویگا نہ اُن میں سے کسیکو نقصان پونہچایا جاویگا۔ ایلیا میں اُنکے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا
(بقیہ بصفحہ آیندہ)

عیسائیوں کی جان اور مال کی پورے طور سے حفاظت کیجاویگی۔ اور اُنکے گرجاؤں کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں۔ اور یونانیوں کو نکالدیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اُسکی جان و مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اُسکو جزیہ دینا ہوگا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لیکر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو اُن کو۔ اور اُنکے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہانتک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جاویں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اُس پر خدا کا۔ رسول خدا کا۔ خلفاء کا۔ مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد ابن ولید اور عمرو بن العاص اور عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان۔ اور ۱۵ ہجری میں لکھا گیا۔"

اس فرمان میں صاف تصریح ہے (جیسا کہ ایک فاضل محقق تحریر کرتا ہے) کہ عیسائیوں کے جان و مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جسقدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہی تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ وہ توڑے جاوینگے نہ اُنکی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جاویگا نہ اُنکے احاطوں میں دست اندازی کیجاویگی۔ مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح کہ لا یکرہون علی دینہم۔ عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے صلیب دیکر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا اس لیے اُنکی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پاوینگے۔ یونانی باوجود اسکے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے تاہم اُنکے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل کر جا سکتے ہیں دونوں حالتوں میں اُنکو امن حاصل ہوگا اور اُنکے گرجا اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ بیت المقدس کے عیسائی اگر چاہیں کہ وطن سے نکلکر رومیوں سے جا ملیں تو اس پر بھی اُن سے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا۔ بلکہ اُنکے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھکر انصافانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟۔

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو حضرت عمرؓ فوراً اُسکے بدلے اُس مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ امام شافعیؒ نے روایت کی ہے کہ قبیلۂ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دیدیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا اور اُس نے اُسکو قتل کر ڈالا (الدرایہ فی تخریج الہدایہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۶)

مال اور جائداد کے متعلق اُنکے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے؟ کہ جسقدر زمینیں اُنکے قبضہ میں تھیں وہ اُسی حیثیت سے بحال رکھی گئیں کہ جس حیثیت سے فتح سے پہلے اُنکے قبضہ میں تھیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو اُن زمینوں کا

(بقیہ صفحہ آیندہ)

حفاظت کی بھی ذمہ داری کیجاتی ہے۔ مسلمانوں کی جانب سے اُنکی مذہبی رسوم کی ادائیگی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) خریدنا بھی ناجایز قرار دیا گیا۔ ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہو سکتا ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں اُنکو حصہ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ اُن انتظامات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورے اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔ عراق کا بندوبست جب پیش تھا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ میں بلا کر مالگذاری کے حالات دریافت کیے۔ مصر میں جو انتظام کیا اُس میں مقوقس (عیسائی حاکم مصر از جانب رومۃ الکبریٰ قبل فتح مصر) سے اکثر رائے لی (مقریزی جلد اول صفحہ ۷۴)۔ جان و مال اور جائداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اُنکی پابندی کی جاتی تھی۔ شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اُسکی زراعت کو پامال کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے دس ہزار درہم اُسکو معاوضہ میں دیئے (کتاب الخراج صفحہ ۶۸)

اور یہ جو بعض رسوم اور عادات کے متعلق بعض احکام تھے مثلاً ذمی مسلمانوں کے ساتھ وضع قطع۔ لباس۔ سواری میں مشابہت نکریں۔ اور لمبی ٹوپیاں اوڑھیں اور اُنکی زین کے آگے گول لکڑی ہو۔ اور اُنکی جوتیوں کے تسمے دوہرے ہوں اور اُنکی عورتیں کجاووں پر نہ سوار ہوں۔ اُسکی وجہ خود حضرت عمرؓ نے یہ ظاہر کی تھی کہ یہ سب باتیں اس لیئے مقرر کی جاتی ہیں کہ ذمیوں کی وضع مسلمانوں کی وضع سے الگ رہے۔ بلاشبہہ یہ حضرت عمرؓ کے احکام ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوئے تھے سخت غلطی ہے۔ بے شبہہ حضرت عمرؓ کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے۔ اُنھوں نے اہل فوج کو اکثر فرمانوں میں لکھا ہے کہ وہ جاڑوں میں دھوپ کھانا نہ چھوڑیں گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں موٹے کپڑے استعمال کریں۔ جن سے مقصد یہ تھا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں۔ اسی بنا پر اُنھوں نے اہل عجم کو جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضایع نہ ہونے دیں۔ اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے۔ لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے۔ اُنکے زین آجکل کے انگریزی زین کے مشابہ ہوتے تھے۔ اُنکی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انھیں رسوم و عادات کی نسبت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اہل ذمہ اُسکی پابندی کریں۔ اول اول یہ حکم تھا کہ اہل ذمہ اسلامی شہروں میں اپنی عبادتگاہیں نہ بنائیں۔ لیکن اُنکا مقصد صرف اسقدر تھا کہ امن و امان میں خلل نہ ہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب کی نسل سے تھی اور ناقوس کی صداؤں سے اُنکے کان آشنا نہ تھے فساد پر آمادہ نہ ہوں جب یہ خوف جاتا رہا۔ تو ذمیوں کو عام اجازت مل گئی۔ چنانچہ بغداد میں جو خاص اسلامی شہر تھا سینکڑوں ہزاروں چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے۔ اضلاع کے حکام کو تاکیدی فرمان بھیجتے تھے کہ ذمیوں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پاوے اور خود بالمشافہہ لوگوں کو اُسکی تاکید کرتے رہتے تھے۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج کے باب الجزیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آ رہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور اُنکے سر پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا

(بقیہ بصفحہ آیندہ)

ہیں یا اُنکے مکانات میں یا دیگر عمارات میں کوئی مداخلت نہیں کیجاوے گی بشرطیکہ ایسے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا ہے اس لیے ان کو سزا دیجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آخر ان کا عذر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا "ناداری"۔ فرمایا کہ چھوڑ دو اور ان کو تکلیف نہ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبہم اللہ یوم القیامۃ"۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لوگوں کو تکلیف نہ دو جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدائے تعالیٰ قیامت میں اُنکو عذاب پہنچائے گا"

مذہبی اُمور میں ذمیوں کو پوری آزادی حاصل تھی وہ ہر قسم کی رسوم مذہبی ادا کرتے تھے علانیہ ناقوس بجاتے تھے صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ انکے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے وہ بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک (پادری اعظم) بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے ادھر اُدھر مارا مارا پھرا۔ عمرو بن العاصؓ نے جب مصر فتح کیا تو ۲۰ ہجری میں اُسکو تحریری امان لکھکر بھیجی۔ وہ نہایت ممنون ہوکر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اُسکو نصیب ہوئی چنانچہ علامۂ مقریزی نے اپنی کتاب صفحہ ۴۹۲ جلد اول میں اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے اُن کا یہ فرض تھا لیکن وہیں تک جہانتک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا۔ ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کردیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا اُسکو ہمیشہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے لیکن جب اُس نے انکار کیا تو فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

ذمیوں کو نئی عبادتگاہوں کو بنانے۔ شراب بیچنے۔ صلیب نکالنے۔ ناقوس پھونکنے۔ اصطباغ دینے سے ممانعت کرنا یہ سب احکام جن قیدوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے دیئے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زمانہ مابعد کے مورخوں نے اُن قیدوں کا ذکر چھوڑ دیا اور اس وجہ سے تمام دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی۔ صلیب کی نسبت معاہدہ میں جو الفاظ تھے اسمیں یہ قید تھی کہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں۔ ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی کہ ذمی رات دن میں جسوقت چاہیں ناقوس بجائیں لیکن نماز کے وقتوں میں نہ بجائیں۔ سور کی نسبت یہ الفاظ تھے کہ ذمی سور کو مسلمانوں کے احاطہ میں نہ لیجائیں۔ اصطباغ کے بارے میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ جسکے باپ مسلمان ہوچکے اُسکی نابالغ اولاد کو اُسکے باپ کے مرنے پر اصطباغ دیکر عیسائی نہ بناویں۔

آجکل جسقدر تاریخیں متداول ہیں اُنمیں غیر قوموں کی نسبت حضرت عمرؓ کے نہایت سخت احکام منقول ہیں۔ لیکن جب اِس بات پر لحاظ کیا جاوے کہ یہ اُس زمانہ کی تصنیفیں ہیں جب اسلامی گروہ میں تعصب کا مذاق پیدا ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ قدیم زمانے کی تصنیفات پر نظر ڈالی جائے جسمیں اس قسم کے واقعات بالکل نہیں یا بہت کم ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر تعصب آتا گیا ہے اُسی قدر روایتیں خود بخود تعصب کے سانچے میں ڈھلتی گئی ہیں۔ خلیفہ دوم یعنی حضرت عمرؓ کا معاہدہ جو بیت المقدس کے مفتوح عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا تھا اُسکی عمدگی کی نسبت اور زائد نتائج اخذ کرنے کا بار ناظرین پر ڈالا جاتا ہے ۱۲ مصباح مترجم

گرجا یا دیگر مذہبی عمارات مسلمان حکام کے ملاحظہ کے لیے رات اور دن کشادہ رہیں۔ تمام
اجنبی اور دیگر قوم کے اشخاص کو اجازت دیجاتی ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس شہر کو
چھوڑکر چلے جاسکتے ہیں لیکن جو شخص کہ یہاں رہنا پسند کریگا۔ اسکو انھیں ضوابط کا پابند ہونا
پڑے گا۔ کسی شخص سے محصول وغیرہ جب تک کہ فصل درو شدہ جمع نکرلیجائے نہ لیا جاویگا
مسلمانوں کا ادب ہرجگہ کرنا پڑے گا۔ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی
سے پیش آنا ہوگا اور جب وہ آویں تو انکی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا چاہیئے اور اپنی مجلسوں میں
اُن کو سب سے اعلیٰ جگہ پر بٹھانا چاہیے۔ شہر ہذا میں یا اُسکے باہر مسلمانوں کے ملک کے
کسی حصہ میں عیسائی۔ گرجا۔ یا خانقاہ۔ یا دیگر مذہبی عمارت نہیں بنا سکیں گے اور وہ اپنی اولاد کو
قرآن شریف نہیں پڑھا سکیں گے۔ لیکن اگر کوئی عیسائی مسلمان ہونا چاہے گا تو اس امر سے
اُسکو ممانعت نہیں کیجاویگی۔ عیسائی مذہب کی کسی رسم کو عام طور پر رسم کرنے کی اجازت نہیں ہے
عیسائی مسلمانوں کے لباس یا اطوار و عادات کی نقل نہ کرسکیں گے۔ نہ مسلمانوں کی زبان میں
تحریر یا نقش و نگار کرسکیں گے۔ نہ مسلمانوں کے نام رکھ سکیں گے نہ ہتیار رکھ سکیں گے۔
نہ گھوڑوں پر زین ڈالکر سوار ہوسکیں گے۔ نہ صلیب کو پہن سکیں گے اور نہ عوام میں اُسکو
ظاہر کرسکیں گے۔ گھنٹیوں کا بھی وہ استعمال نہ کرسکیں گے۔ نہ ناقوس بجاسکیں گے۔
ہاں آہستہ آواز سے بجانے کا مضائقہ نہیں ہے نہ شمع و چراغ اپنی عمارت وقف
میں رکھیں گے۔ اور اپنے مردوں پر روتے ہوئے چلا چلا کے آوازیں نہیں نکال سکیں گے
اور اپنے سر کے آگے کا حصہ منڈوایا کریں گے اور اپنی پوشاک لپیٹے رکھا کریں گے۔ اور
آخری شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کے گھر میں کسی عذر و حیلہ سے مداخلت نہ کرسکیں گے۔ ان
شرائط کے علاوہ عمر رضؓ نے مفصلہ ذیل دفعات اور اِبزاد کردیئے تھے۔ کوئی عیسائی کسی

مسلمان کو نہ مارے گا۔ اور اگر عیسائی مفصلۂ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی پابندی نکرینگے تو عیسائی اقرار کرتے ہیں کہ اُنکی جان کی حفاظت ضبط سمجھی جاوے۔ اور اُنکو وہی سزا دیجاویگی جو باغی رعایا کو دیجاتی ہے۔

اب تک ہم نے ہارون رشید کے صرف اُنھیں واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جو سلطنت سے تعلق رکھتے تھے اور درحقیقت اس میں خلیفہ ہی سب سے زیادہ کارکن معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی تک اُسکے متعلق اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ ان سب واقعات سے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے صرف ہارون رشید ہی نظم و نسق سلطنت نہیں کرتا تھا بلکہ اُس کا وزیر یحییٰ برمکی اور اُسکے بیٹے بھی کیا کرتے تھے۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے ذاتی کارنامے۔ اور تواریخ خاندان برمکی کے ساتھ ایسے وابستہ اور ملے جُلے ہوئے ہیں کہ برمکیوں کے ذکر بغیر خلیفہ ہارون رشید کا حال بطور ایک عام آدمی کے تحریر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

دعوت برمکی

جن ناظرین نے کہ کتاب الف لیلہ دیکھی ہوگی اُنکو جعفر برمکی کے نام سے خوب آگاہی ہوگی۔ چونکہ خلیفہ ہارون رشید جب بغداد میں بھیس بدلکر راتوں کو رعایا کا حال دریافت کرنے پھرا کرتا تھا تو جعفر ہمیشہ خلیفہ ہارون رشید کے ہمراہ ہوا کرتا تھا اور الف لیلہ کے ایک بامذاق قصہ میں جو دعوت برمکی کا ذکر ہے اِسی وجہ سے یہ جملہ "دعوت برمکی" ہماری زبان "و انگریزی زبان" میں ایک ضرب المثل بن گیا ہے۔ برمکیوں کا قصہ اور خاص کر جعفر برمکی کے قتل کا ذکر تمام مشرقی ممالک کی تاریخوں میں سب سے زیادہ رنج دہ اور رقت آمیز بیان ہے اور اب ہم برمکیوں کا حال بیان کرتے ہیں۔

باب سوم

زوالِ خاندانِ برمکی

یحییٰ برمکی ہارون رشید کا قدیمی محافظ اور اتالیق تھا اُسکے خاندان کے ساتھ ہارون رشید نے جو کچھ عمل کیا اور خصوصًا اپنے دوست اور رفیق جعفر کو قتل کیا۔ یہ واقعہ ہارون رشید کے عہد حکومت میں ایک سیاہ داغ ہے۔

ہارون رشید کے برامکہ سے یک لخت ناراض ہوجانے کے اسباب۔

ہارون رشید کی طبیعت کے خاندانِ برامکہ سے یک لخت مکدر ہو جانے کے کئی سبب تھے اور نیز برامکہ کے برخلاف بہت سے مقتدر لوگ درحقیقت ہو گئے تھے۔ سب سے بڑا سبب تو یہ تھا کہ برمکی خالص ایرانی النسل تھے اور سلطنت کے تمام اعلیٰ اعلیٰ عہدے اور مناصب اُنھیں کے خاندان میں مخصوص ہو گئے تھے اور اس طرح سے گویا سلطنت کی حکومت درحقیقت برامکہ کے ہی ہاتھ میں تھی اور یہ بات گروہِ عرب کو ناگوار تھی۔ گروہِ عرب

جس کا سرگروہ فضل بن الربیع تھا اور اس فضل کا باپ عہد حکومت خلیفہ الہادی میں وزیر رہچکا تھا لیکن ہاروں رشید نے اُسکو موقوف کرکے یحیٰی کو اپنا وزیر مقرر کرلیا تھا۔ ہر موقعہ پر برامکہ کے خلاف ہاروں رشید کی طبیعت کو مشتعل اور برہم کرتا رہتا تھا۔

جعفر کی شکایت میں گمنام منظوم عرضی

ایک مرتبہ ایک منظوم عرضی گمنام کسی نے خلیفہ ہاروں رشید کے حضور میں ارسال کی اُن اشعار کا مطلب حسب ذیل تھا۔

زمین پر جو خدا کا امین ہے اور جو حل و عقد کی طاقت رکھتا ہے اُس سے کہدو کہ پسران یحیٰی تیری مانند بادشاہ ہیں تجھ میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ تیرے حکموں کو رد کردیتے ہیں۔ لیکن اُنکے حکموں کی پورے طور سے تعمیل ہوتی ہے۔ جعفر نے ایک ایسا محل بنایا ہے جسکے مانند محل میں۔ کوئی ہندوستانی یا ایرانی کبھی نہیں ہا اُس محل کے فرش زمین میں موتی اور لعل نصب ہیں اور اُسکی چھتگیری عود و عنبر سے بنائی گئی ہے ہم کو یہ خوف ہے کہ جبکہ تو قبر میں چھپ جاویگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری سلطنت پر قابض ہوجاوے۔ سوائے نمک حرام نوکر کے اور کس کا ایسا خیال اپنے آقا کی نسبت ہوسکتا ہے۔

برامکہ میں مذہبی پابندی کم تھی۔

برمکیوں میں مذہبی پابندی بھی بہت کم تھی اور شیعوں نے مذہب اسلام میں جو بدعتیں کرلیں تھیں اُنکی جانب برامکہ کا میلان طبع علانیہ تھا اور نیز برامکہ کے محلوں میں جو مجلسیں ہوتی تھیں اُن میں مذہبی مباحث پر آزادانہ طور سے علانیہ رائیں دیجاتی تھیں۔ اُنکے دشمن یہ سب باتیں تلاش کرکے اور ڈھونڈہ ڈھونڈہ کرکے تاکہ اُن پر الزام آسکے ہاروں رشید تک پونہچاتے تھے۔ ہاروں رشید پکا سنی مسلمان تھا۔ اس کے بعد ہی ایک عرضی جس پر سینکڑوں لوگوں کے دستخط تھے ایک عالم نے ہاروں رشید کے

حضور میں برامکہ کی شکایت میں ایک عرضی پیش کی جسکا مضمون تھا کہ امیرالمومنین آپ خدا کو محشر میں کیا جواب دینگا
اللہ تعالیٰ کے روبرو تو اپنے کاموں کو مستحسن کیسے ثابت کر سکے گا حالانکہ تو نے یحییٰ
ابن خالد اور اسکے بیٹوں اور رشتہ داروں کو مسلمانوں کے اوپر ایک غیر محدود اختیار
دے رکھا ہے اور انکو تمام سلطنت کی حکومت تفویض کر رکھی ہے - یہ لوگ زندیق اور مرتد
ہیں اور زنادیق کے اصولوں پر خفیہ طور سے کاربند ہیں -

ہارون رشید نے یہ عرضی اغلباً تنبیہ اور احتیاط کی غرض سے یحییٰ کو دکھلائی اور اُس
عالم کو مضموں نے یہ عرضی تحریر کی تھی اور جن کا نام محمد تھا قید کر دیا - لیکن اِس امر میں
کوئی شک و شبہہ نہیں ہے کہ اِس عرضی کے مضمون سے ہارون رشید کے دل پر بڑا اثر
ہوا - تاہم اس بات کے یقین کرنے کے لیے بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ خاندان برمکی پر
جو ارتداد اور الحاد یا نمک حرامی اور بے انتہا لالچ کا الزام تھا ان سب باتوں سے خلیفہ
ہارون الرشید چشم پوشی کر جاتا اور ان پر کچھ بھی خیال نہ کرتا - اگر ایک خانگی توہین یا بدنامی
نہ ہوتی جسکی بابت ہارون رشید نے خیال کیا کہ یہ بدنامی اسی طرح سے رفع ہو سکتی ہے
کہ جو جو اشخاص اُس سے تعلق رکھتے ہیں اُن سے فوری اور سرسری طور سے عمل کیا جائے
اِس خانگی امر کی صرف درباریوں اور ندیموں کو ہی خبر ہوتی - لیکن ہارون رشید نے اپنے
خونی (رشتہ دار) کی عزت کے بزور بچانے میں جو ظالمانہ طریقہ اختیار کیا - اس وجہ سے یہ
بات عوام الناس کو بھی معلوم ہو گئی اور تمام آیندہ مورخین کے لیے رائے اور تشریح مختلف
کے واسطے یہ ایک جواب مضمون ہو گیا - یہ بات جعفر برمکی اور عباسہ خواہر ہارون الرشید
کی شادی (جو مثل افسانہ کے ہے) کا واقعہ ہے - ہارون الرشید کو جعفر سے اسقدر محبت
تھی کہ وہ اُس کا تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے پاس سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں کرتا تھا -

جعفر اور عباسہ کی شادی

اور یہ اتحاد اور محبت اس قسم کی ایک غلطی آمیز طول پکڑ گئی تھی کہ ہارون الرشید نے ایک چوغہ اس قسم کا بنوایا تھا کہ جس میں دو گریبان رکھوائے تھے اور اس چوغہ کو خلیفہ اور جعفر ایک ساتھ اور ایک ہی وقت پہنا کرتے تھے۔ اور اسی طرح سے ہارون الرشید کو اپنی بہن عباسہ سے بھی کمال محبت تھی۔ اور چونکہ بوجہ پردہ کے جعفر کی موجودگی میں وہ ہارون الرشید کے پاس نہیں آسکتی تھی۔ اس لیے ہارون الرشید نے یہ خیال کیا کہ عباسہ اور جعفر کا نکاح کر دیا جائے۔ اس سے مروجہ قاعدے آداب (پردہ) کے بھی نہ ٹوٹیں گے اور پردہ کی قید کے رفع ہو جانے کے بعد یہ دونوں آزادانہ طور سے میرے پاس آسکیں گے لیکن ہارون الرشید ہمیشہ یہ بات فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں ہی ایک خالص ہاشمی النسل صرف ایسا خلیفہ ہوں جو کہ تخت پر بیٹھا ہوں۔ پس ہارون الرشید یہ خیال ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اُسکے خاندان کا خالص خون ایک ایرانی جوان کے خون کی آمیزش سے گدلا کیا جاوے۔ اس لیے نکاح کے وقت ہارون الرشید نے جعفر اور عباسہ دونوں سے یہ عہد قسمیہ کرا لیا کہ سوائے ہارون الرشید کے حضور کے اور کبھی آپس میں کہیں ملاقات نہ کریں اور نہ زناشوئی کے تعلقات رکھیں۔ بلکہ یہ یاد رکھیں کہ اُنکا نکاح صرف برائے نام کر دیا گیا ہے۔

اِس طور سے نکاح ہو جانیکی وجہ سے جعفر کو حرم سُلطانی میں آزادانہ طور سے آمد و رفت کی اجازت ہو گئی اور اُس کو اکثر شہزادیوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا لیکن خلیفہ کی ناراضگی کے خطرناک نتیجہ سے وہ خوب آگاہ تھا۔ اِس وجہ سے اُس نے ہمیشہ یہ احتیاط رکھی کہ عباسہ کی جانب نظر بھی نہیں اُٹھاتا تھا۔

عباسہ اور جعفر کی ملاقات اور اُنکے اولاد پیدا ہونا

لیکن عباسہ جعفر کی طرح محتاط نہ تھی اور اُس نے یہ ٹھان لی تھی کہ میں تجرد میں

اپنی زندگی نہیں گزارونگی - علاوہ ازیں جعفر نہایت حسین اور خوبصورت تھا - عباسہ کو اُس سے اعلیٰ درجہ کا تعشق ہوگیا - آخرکار لالچ اور خوف سے عباسہ نے جعفر کی ماں کو اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ جعفر اور عباسہ دونوں کی ملاقات کوشش کرکے کرا دیگی - اِس لیے اُس نے جعفر سے اول ہی سے یہ کہنا شروع کیا کہ ایک بڑی ہی صبیح و ملیح کنیز بکتی ہے اور وہ بڑی قابل و لایق ہے اور یہاں تک اُسکی تعریف کی کہ جعفر اُس کنیز کے نام پر غائبانہ عاشق ہوگیا اور جعفر کی ماں نے اسی کنیز کے دھوکہ میں عباسہ اور جعفر کی ملاقات کرادی - جب صبح ہوئی اور جعفر سے شراب کا نشہ اُترا جو اُسکی ماں نے اُسکو پلادی تھی اور اُس نے عباسہ کو شناخت کیا تو جعفر خلیفہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اپنی ماں سے شکایت کی کہ تم نے ہم دونوں کو برباد کرڈالا -

بہرحال - اب بچاؤ کی صرف ایک تدبیر باقی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ بات نہایت خفیہ رکھی جاوے اور کسیکو اسکی خبر نہ ہو - اب اِن دونوں کی دوستی ہوگئی یہانتک کہ عباسہ کے دو لڑکے بھی ہوگئے اور جونہی کہ ان دونوں کے بچپن کا زمانہ گزر گیا تو اُن دونوں کو تعلیم کی غرض سے مکہ شریف کو بھیجدیا - اور نیز اس بھیجنے سے یہ بھی غرض تھی کہ ہارون الرشید کی نظر سے وہ علیحدہ رہیں اور اُس کو اُنکا حال معلوم نہ ہوئے - شہزادیاں حرم جعفر کو نہایت عزیز رکھتی تھیں اس وجہ سے کہ وہ اُنکے کام ہمیشہ کرادیا کرتا تھا - لیکن بدقسمتی سے جعفر نے مغرور زبیدہ کو رضامند رکھنے میں کوتاہی کی - زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اُسکی نہایت ہی عزیز بیوی تھی اور اسی وجہ سے آخرکار جعفر کا راز افشا ہوگیا -

یہ واقعہ اور نیز دیگر واقعات بھی ایسے موجود ہوگئے کہ جنکی وجہ سے خاندان برامکہ پر یکایک اور کامل طور سے تباہی اور بربادی آگئی - بعض مورخین بیان کرتے ہیں

خلیفہ کی برامکہ سے ناراضگی کی وجوہات

کہ ہارون الرشید کی خاندان برامکہ سے اول ہی اول ناراضگی کی یہ وجہ ہوئی (۱) کہ ہارون الرشید نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص یحییٰ بن عبداللہ کو قتل کرنے کے لیے جعفر کو حکم دیا تھا (یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں) جعفر نے اُنکو قتل کرنے میں تامل کیا اور اُن کو قید سے رہا کر دیا تاکہ وہ کسی طرف فرار ہو جاویں کسی نے اِس بات کی خبر ہارون الرشید کو بھی کر دی کہ جعفر نے آپکے حکم کی تعمیل نہیں کی اور یحییٰ کو قید خانے سے رہا کر دیا۔ یہ سُنکر ہارون الرشید نے جعفر کو بلایا اور اُس سے دریافت کیا کہ یحییٰ کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا کہ وہ قید خانے میں قید ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم میری جان کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ وہ قید ہے؟ جعفر سمجھ گیا کہ کسی نے میری مخبری کر دی۔ تب کہا کہ امیرالمومنین! مَیں نے اُسکو چھوڑ دیا کیونکہ مجھے اُسکی بے گناہی کا یقین تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا اور مجھے بھی اس بارے میں تمھاری رائے سے اتفاق ہے۔ لیکن جونہی کہ جعفر رخصت ہوا۔ تو ہارون الرشید نے کہا کہ یااللہ! یا تو تُو مجھے مار ڈال یا میں جعفر کو قتل کروں۔

(۲) جعفر نے ایک مکان بنایا تھا اور اُس پر بے شمار روپیہ صرف کر ڈالا تھا۔ ہارون الرشید نے ندیموں سے کہا کہ دیکھو جب جعفر نے ایک مکان پر اسقدر روپیہ صرف کیا ہے تو معلوم نہیں کہ اُسکے اور دیگر مصارف ملا کے کسقدر ہوتے ہونگے۔

(۳) بعض اشخاص کہتے ہیں کہ خاندان برمکی میں جو اسقدر بے حد خوش اخلاقی اور تواضع اور فیاضی اور سخاوت تھی اور اس وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہو گئے تھے یہ بھی اُنکی بربادی کا سبب ہے۔

(۴) اور بعضوں کا بیان ہے کہ فضل اور جعفر کو ہارون الرشید نے غیر محدود

اختیارات اور آزادی دے دی تھی۔ اُس کی وجہ سے وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے یہ وجہ بھی اُنکے استیصال کی ہے۔

اسمٰعیل اور خلیفہ کی گفتگو۔

اسمٰعیل بن یحییٰ ہارون الرشید کا ایک رشتہ دار ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں برامکہ کی جانب سے اول ہی اول غصہ کی چنگاری اس طرح روشن ہوئی کہ ہارون الرشید ایک دن شکار کھیلنے گیا۔ جعفر مع اپنے سواروں کے پہلے ہی چلا گیا تھا اور خلیفہ کے جلو میں نہ تھا جس راستے سے خلیفہ کے ہمراہ ہم سب جا رہے تھے اُس کے دونوں جانب میلوں تک جعفر کی جاگیر کی زمین زرخیز اور آباد آ رہی تھی۔ اِس پر خلیفہ نے مجھ سے مفصلہ ذیل گفتگو کی۔

"ہارون ان برمکیوں کو دیکھو! ہم نے اِن کو تو امیر کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو غریب کر دیا ہم نے انکو بہت ڈھیل دیدی"

"اسمٰعیل (علیحدہ ہوکر) خدا اپنی پناہ میں رکھے! (زور سے) امیر المومنین! کیوں۔ کیا کوئی خطا ہوئی"

"ہارون۔ دیکھو! میں نے ان برامکہ کی خاطر عزیز رکھی۔ اور اپنی اولاد سے غفلت کی۔ برامکہ کی جیسی یہ جائداد ہے میرے خیال میں میرے بیٹوں میں سے کسی ایک کی بھی ایسی نہیں ہے اور جبکہ دار الخلافہ کے عین جوار میں ایسا حال ہے تو خدا جانے اور جگہ کا تو کیا حال ہوگا"

اسمٰعیل۔ امیر المومنین! پسران برمک آپکے غلام ہیں۔ آپکے نوکر ہیں۔ اُنکی جاگیریں اور زمینیں اور وہ خود سب آپکا ہی ہے۔

ہارون۔ (ایک بڑی غمگین شکل بنا کے) کیا بنی عباس اسقدر غریب ہیں کہ اُن کے پاس کچھ

دولت نہیں ہے۔ اور نہ اُنکے بیٹے کوئی عہدہ ہے۔ اور جو کچھ ہے کیا وہ پسران برمک ہی نے اُنکو عطا کیا ہے؟"

"اسمٰعیل۔ امیر المومنین آپکے دیگر ملازم بھی تو مثل برامکہ ہی کے امیر ہیں۔"

"ہارون۔ اسمٰعیل مَیں نے جو کچھ تم سے کہا ہے۔ اِس کا مجھے شبہہ ہے کہ تم یہ سب باتیں برامکہ سے نہ کہدو۔ اور پھر وہ اپنی حفاظت کرلیں۔ یاد رکھو کہ مَیں نے سوائے تمھارے اور کسی سے یہ تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اگر یہ بات مشہور ہوئی تو مَیں سمجھ جاؤنگا کہ تم نے ہی یہ راز افشا کرکے امانت میں خیانت کی ہے۔ جاؤ خدا حافظ۔"

اسمٰعیل بہت ہی پریشان و متفکر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور اس سوچ میں رہتا تھا کہ مَیں اپنے سے بلا ٹالنے کی کیا فکر کروں دوسرے دن وہ پھر خلیفہ کے پاس حاضر ہوا خلیفہ اُس وقت اپنے محل میں جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر ہے اور بغداد کے مشرق میں ہے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس محل کے عین مقابل میں مغربی کنارہ پر جعفر کا محل تھا۔ ہارون نے جعفر کے محل کے دروازے پر بہت سے گھوڑے کھڑے دیکھکر اسمٰعیل کیجانب مخاطب ہوکر کہا کہ "دیکھو مَیں نے جو تم سے کل ذکر کیا تھا سو اب دیکھ لو۔ جعفر کے دروازے پر کسقدر فوج اور غلام اور سواران فوج موجود ہیں۔ اور میرے دروازے پر کوئی بھی نہیں ٹھیرتا۔"

اسمٰعیل نے کہا کہ امیر المومنین! آپ خدارا ایسے خیالات کو دل میں جگہ نہ دیں۔ جعفر آپ کا ملازم اور غلام ہے۔ اور آپنے اُسکو اپنا وزیر اور فوج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر فرما رکھا ہے۔ امیر المومنین! اگر اُسکے دروازے پر فوج نہ ہو۔ تو فرمایئے کہ کس کے دروازے پر ہو؟

جعفر کا خلیفہ کی نسبت کلمات ناسزا کہنا۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جعفر بھی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون الرشید نے

اُس سے نہایت ہی محبت سے گفتگو کی۔ اور جب جعفر جانے لگا تو خلیفہ نے اسکو ازرہ مہربانی اپنے دو ہشیار غلام عطا فرمائے تاکہ وہ جعفر کی اردلی میں رہا کریں۔ ظاہرا تو یہ عطیہ خلیفہ کی مہربانی اور عنایت کا اظہار تھا لیکن حقیقت میں یہ دونوں غلام خلیفہ کے جاسوس تھے اور ہر روز خلیفہ کو جعفر کی تمام کارروائی سے اطلاع دیا کرتے تھے۔ جعفر اس عطیہ سے بہت خوش ہوا اور اُسکو اس بات کا ذرا بھی شبہہ نہیں ہوا کہ موت اُس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔

اسمٰعیل کہتا ہے کہ مَیں اس واقعہ کے تین دن کے بعد جعفر سے ملنے گیا اور چونکہ اُن دونوں غلاموں میں سے ایک غلام موجود تھا اِس لیے مَیں نے جعفر سے بہت ہی احتیاط سے گفتگو کی۔ چونکہ مَیں جانتا تھا کہ ہماری سب باتیں خلیفہ کے کان میں پونہچینگی۔ چونکہ اب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا عامل (گورنر جنرل) مقرر کر دیا تھا اور لشکر فوج و علَم اور رایت اور عالیشان ساز و سامان کہ جس سے اُسکے مرتبہ کے موافق شان و شوکت ظاہر ہو عطا فرمایا۔ اِس لیے اسمٰعیل نے جعفر سے کہا کہ ابتو آپ ایسے ملک میں تشریف لیجاتے ہیں کہ جو نہایت ہی زرخیز اور دولت سے مالامال ہے۔ اگر مَیں آپ کی بجائے اِس طرح مقرر ہو کے جاتا تو اپنی جاگیروں میں سے ایک جاگیر امیر المؤمنین کے بیٹے کو دیدیتا۔ جعفر نے جواب دیا کہ اسماعیل تمھارا چچازاد بھائی خلیفہ ہارون الرشید میری ہی بخشش اور عنایت سے زندہ بھی ہے۔ اور یہ ہمارے ہی خاندان کی وجہ سے ہے کہ خلیفہ کا خاندان ابتک زندہ اور قائم ہے۔ کیا خلیفہ کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ مَیں نے اُس کے اُوپر کسی قسم کی دقت یا کسی قسم کا فکر امور سلطنت کا نہیں رہنے دیا۔ نہ خلیفہ کو اپنا فکر کرنا پڑتا ہے نہ اپنے بیٹوں یا ملازمین یا کسی رعایا برایا کا۔ اور مَیں نے

اُس کا خزانہ معمور اور مالا مال کر دیا ہے۔ اور خلیفہ کے لیے دولت کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ باوجود میری اس سب جانفشانی کے اب خلیفہ کی آنکھیں اُس پر لگی ہوئی ہیں کہ جو کچھ مَیں نے اپنے بیٹے اور میرے بعد میری اولاد کے لیے بچا رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے حسد اور تکبر کا اثر اُس میں آگیا ہے۔ اور کیا اب خلیفہ اسقدر طامع ہوگیا ہے؟ اسمٰعیل نے کہا کہ جناب خدارا ایسا خیال نہ کریئے۔ خلیفہ نے اِس معاملہ میں مجھسے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ جعفر نے کہا کہ پھر ایسی بیہودہ باتوں کا مجھسے تذکرہ کرنے میں کیا مطلب ہے۔ خدا کی قسم! اگر خلیفہ نے مجھ سے ان جاگیروں میں سے ایک جاگیر بھی مانگی۔ تو یہ بات اُس کے لیے بڑی خرابی کی ہوگی۔"

اسمٰعیل کہتا ہے کہ اسکے بعد نہ تو مَیں جعفر کے پاس جاتا نہ خلیفہ کے پاس حاضر ہوتا کیونکہ وہ دونوں مجھپر مخبری کا شبہ کرنے لگے۔ اور مَیں نے دل میں غور کیا کہ ایک خلیفہ ہے اور دوسرا اس کا وزیر اعظم ہے۔ مَیں کیوں اُنکے درمیان میں دخل دوں لیکن میں نے یہ خیال کر لیا کہ اب برامکہ کا استیصال اور زوال قریب ہے۔

اسمٰعیل کہتا ہے کہ جعفر کی ماں کے ایک نوکر نے مجھے بعد ازاں اطلاع دی کہ اُس غلام نے ہماری گفتگو کے ایک ایک لفظ سے خلیفہ کو اطلاع دی۔ ہارون الرشید نے غلام کی یہ عرضی پڑھ کر جس میں میری اور جعفر کی گفتگو تحریر تھی اپنے تئیں تین دن تک کوٹھری میں بند رکھا۔ اور تین دن تک کسی شخص سے ملاقات بھی نہیں کی۔ لیکن خلیفہ نے یہ تین دن جعفر سے بدلہ لینے کی تدابیر کے سوچنے میں گزارے۔ خلیفہ کی خفگی کا دیگر ذرائع سے بھی اظہار ہوتا تھا۔

یحیٰی کی خدمات دیرینہ اور محبت کی وجہ سے ہارون الرشید نے اُس کو اسقدر

معزز کیا تھا کہ اُس کو یہ اجازت تھی کہ جس وقت چاہے خلیفہ کے پاس حاضر ہو جاوے۔ لیکن جب خلیفہ کو برامکہ کیجانب سے اشتباہات ہو گئے۔ تو یحییٰ کی یہ حسب اجازت بلا روک ٹوک آمد و رفت کو خلیفہ نے غصہ اور رنج کیوجہ سے مداخلت بیجا سمجھا اور اسکو یحییٰ کے باغیانہ ارادوں کی ایک شہادت خیال کیا۔

بختیشوع طبیب کا بیان۔

ایک دن ہارون الرشید کے حضور میں بختیشوع[1] طبیب حاضر تھا۔ اتنے میں یحییٰ خلیفہ کے پاس چلا آیا اور سلام کیا۔ خلیفہ نے بمشکل سلام کا جواب دیتے ہی بختیشوع کیجانب مڑ کے اُس سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بغیر اجازت کے تمھارے مکان میں بھی آجاتا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ کوئی نہیں آتا۔ خلیفہ نے کہا تب یہ برامکہ میرے مکان میں بلا اجازت کیوں آتے ہیں؟

یحییٰ نے رنجیدگی سے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! میں نے تو ابھی آنا شروع نہیں کیا ہے۔ آپ ہی نے خاص حکم دے رکھا ہے کہ میں جسوقت چاہا کروں آپ کے پاس حاضر ہو جایا کروں۔ چاہے آپ نے کپڑے ہی اُتار رکھے ہوں۔ یا بستر پر آرام کرنے تشریف لے گئے ہوں۔ مجکو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ امیر المؤمنین کو ابتک جو بات پسند تھی وہ اب ناپسند ہو گئی ہے۔ لیکن چونکہ اب مجھکو یہ بات معلوم ہو گئی اس لیے امیر المؤمنین میرے لیے جو جگہ تجویز فرمائیں گے میں وہیں تک حاضر ہوا کروں گا"

---

[1] طبقات الاطبا میں مرقوم ہے کہ حکیم بختیشوع بن جبرئیل یونانی اطبا میں نہایت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا۔ خلفاء عباسیہ سے جسقدر دولت کے خزانے اُس کو حاصل ہوئے وہ دوسرے کو نہیں سلے۔ خلیفہ متوکل کے عہد میں اس سے اعلیٰ رتبہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ لباس اور دیگر سامانِ آرائش میں خلیفہ میں اور اس میں کچھ فرق نہ تھا۔ سنہ ۲۵۶ ہجری میں فوت ہوا ۱۲ از مصباح مترجم

اِس بات پر ہارون الرشید ذرا کچھ شرمندہ ہوا اور یحییٰ کو جواب دیا کہ اس بات سے میرا مطلب تم کو رنج دینے سے نہ تھا۔ یحییٰ وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے تمام دربانوں اور غلاموں کو حکم دیدیا کہ یحییٰ آیا کرے تو تم اب اُسکی تعظیم کو کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ تمھارا ابتک قاعدہ تھا۔ اِس کے بعد جب یحییٰ آیا اور غلام اسکی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تو یحییٰ اس کا سبب سمجھ گیا اور آنا کم کر دیا۔ بعد اس کے جب کبھی یحییٰ آتا تو غلام ٹل جاتے اور اُس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

قصر الخلد

بختیشوع طبیب بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں خلیفہ کے حضور میں قصر الخلد[1] میں بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ دریا کے پار یحییٰ کے محل کیجانب اور جو لوگ وہاں آتے جاتے تھے اُنکو بغور دیکھ رہا تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ خدا یحییٰ کا بھلا کرے کہ اُس نے مجھے کاروبار سلطنت سے بچا رکھا ہے اور میرے عیش و عشرت کے لیے مجھے خوب فرصت دے رکھی ہے لیکن بختیشوع کہتا ہے کہ جب دوسری دفعہ میں اُسی محل میں خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ اُسی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ کچھ خفا سا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے کہا کہ "معلوم ہوتا ہے یحییٰ نے کل کاروبار سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں لاتا۔ خلیفہ تو درحقیقت وہی ہے میں نہیں ہوں"

خلیفہ کا زبیدہ سے مشورہ۔

آخر کار جعفر کا راز طشت از بام ہوگیا۔ ہارون الرشید تین دن تک کوٹھری میں بند رہا۔ چوتھے دن اپنی عزیز بیوی زبیدہ کو بُلوایا اور اس سے جعفر کی شکایت کی اور وہی عرضی دکھلائی جو اُس غلام نے ارسال کی تھی۔ جعفر اور زبیدہ میں بہت عرصے

---

[1] شہر مدینۃ السلام (بغداد) میں قصر الخلد ایک اعلیٰ درجے کی شاندار عمارت اور ہارون الرشید کا محل تھا۔ یہ قصر بھی منجملہ دیگر مشہور عمارات بغداد یعنی قصر الذہب۔ ایوان خلافت اور گنبد الخضرار وغیرہ کے ایک بڑا خوبصورت محل تھا ۱۲ از مصباح مترجم

سے آپس میں دشمنی تھی۔ زبیدہ کو جعفر کا راز معلوم ہوتے ہی وہ اُس کے قتل کے درپے ہوگئی۔ خلیفہ نے زبیدہ سے جعفر کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا کہ "مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خراسان پر برامکہ کا ایک دفعہ بھی قبضہ ہو جاوے گا تو میرے ہاتھ سے حکومت نکل جاویگی۔

زبیدہ نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کی اور برامکہ کی ایسی تمثیل ہے کہ جیسے کوئی نشہ میں مدہوش ہوں اور دریا میں ڈوب رہے ہوں۔ اگر آپ کا نشہ اب اُتر گیا ہے اور آپ ڈوبنے سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ نے جو کچھ سُنا ہے اُس سے بھی زیادہ ایک اہم امر کا آپ سے تذکرہ کرتی ہوں جسکے سننے کی آپ کو مشکل سے برداشت ہو سکے گی لیکن اگر برامکہ کے بارے میں آپ کی قوت فیصلہ اب بھی مثل سابق کے ناقص ہے تو میں آپ سے اندریں بارہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ آپ کو اختیار ہے۔ جو چاہو سو کرو۔ خلیفہ نے کہا کہ میں یہ بات سمجھا نہیں ذرا اسکی تشریح اور زیادہ کرو۔ یہ سُنکر اُس نے ایک غلام کو جس کا نام آرزو تھا بُلوایا اور خلیفہ سے عرض کیا کہ یہ غلام وہ سب حال جانتا ہے۔ ہارون الرشید نے آرزو سے کہا کہ "اگر تو وہ حال نہ بتلاویگا تو تجھے قتل کردوں گا۔ اور اگر صحیح صحیح بتلاویگا تو تجھکو معاف کردوں گا" آرزو نے جعفر اور عباسہ کی تمام حقیقت کہہ سُنائی اور کہا کہ امیر المؤمنین! آپنے تو اُن دونوں کا برائے نام نکاح کردیا تھا اور جعفر نے درحقیقت عباسہ سے نکاح کرلیا ہے اور اُنکے اولاد بھی ہوگئی ہے۔

اِس بدلہ لینے والی عورت (زبیدہ) نے خلیفہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! جعفر کو عباسہ کے پاس بیٹھنے کی اجازت دینا۔ جو ظل اللہ کی بیٹی ہے اور ہر طرح سے جعفر سے افضل اور بہتر ہے ایسی تمثیل رکھتا ہے جیسے آگ اور پھوس باہم رکھے جاویں اور نتیجہ

نجومی نے آفتاب کی بلندی دیکھکر عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے ہیں۔ ہارون الرشید بھی علم نجوم سے آگاہ تھا۔ اُس نے خود زائچہ کھینچا اور جعفر سے کہا کہ برادر من! یہ روز تمہارے لیے نامبارک ہے اور یہ وقت بھی نحس ہے۔ مجھے خوف ہے کہ تم کو کچھ آفت نہ پونہچے۔ لہٰذا یہ بات مناسب ہوگی کہ تم کل جمعہ کی نماز کے وقت تک اُدھر کا قصد نہ کرو۔ اور سفر پر اسوقت جانا جبکہ مبارک اور سعید ستارے تمہارے سامنے آجاویں اور پھر رات شہر نہروان میں بسر کر کے علی الصباح وہاں سے روانہ ہو جانا اور بہ نسبت اِس وقت کے جانے کے کل تمہارا جانا بہت بہتر ہوگا۔ جعفر کا دل خلیفہ کے کہنے کے بموجب ٹھیرنے کو نہیں چاہتا تھا اِس لیے جعفر نے منجم سے اصطرلاب لیکر خود اپنا زائچہ بنا کر دیکھا۔ اور دیکھکر عرض کیا کہ امیر المومنین! خدا کی قسم! آپ کا فرمانا سچ ہے۔ جیسا کہ زائچہ میں اِس وقت ستارہ تیزی سے جل رہا ہے مَیں نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ نہ کبھی اشکال بروج میں ایسا تنگ تر راستہ دیکھا تھا۔ جیسا کہ آج نظر آرہا ہے۔" بعدازاں جعفر رخصت ہو کر اپنے گھر گیا۔ راستہ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب اُسکی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جعفر برمکی کا قتل ہونا۔

آخر کار جعفر اپنے محل پر پونہچا جسکے گرداگرد فوج پڑی ہوئی تھی اور جو لوگ کہ اُسکے محل پر عرض و معروض کے لیے کھڑے تھے اُنکو جوابات دیکر رخصت کر دیا۔ لوگوں کو رخصت کر کے جعفر بمشکل اپنے مکان میں گیا ہوگا کہ ہارون الرشید نے مسرور سے کہا کہ جلد جاؤ اور جعفر کو بُلا لاؤ۔ اُس سے کہنا کہ خراسان سے ایک عرضی آئی ہے اُسکے پڑھنے کے لیے آپ کو بُلایا ہے۔ اور جب جعفر حرم سلطانی کے اول دروازے پر آجاوے تو پھر وہاں سپاہیوں کو تعینات کر دینا اور اسی طرح دوسرے دروازے پر غلاموں کو مقرر کر دینا اور اُسکے ہمراہ کسی آدمی کو نہ آنے دینا۔ بلکہ اُس کو یہاں تک تنہا لانا اور پھر اُس کو اُس

ترکی خیمہ میں لیجانا جو کہ کل تم سے نصب کرایا تھا اور جب وہ خیمہ کے اندر پہنچ جاوے تب
جعفر کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا۔ اور جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا ہے اِس سے خدا
کی مخلوق میں سے کسیکو بھی آگاہ نہ کرنا اور گھڑی گھڑی دریافت کرنے سے مجکو تکلیف
نہ دینا اگر تم نے میری ہدایتوں کے بموجب عمل نکیا تو پھر میں تمھارا سر بھی جعفر کے سر کے
ساتھ کٹوا منگواؤں گا۔ بس اب جلد جاؤ" دیکھو! کبھی جعفر کو اس حال سے آگاہی ہو جاوے
جلد جاؤ" مسرور جعفر کے مکان پر گیا اور اُس سے اپنی اطلاع کرائی جعفر نے اسوقت
اپنے کپڑے اُتار کر آرام کرنا ہی چاہا تھا۔ جعفر اُٹھ بیٹھا۔ اور مسرور کو اپنے پاس اندر بلا لیا
مسرور نے کہا کہ خلیفہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے چونکہ خلیفہ نے سختی سے مجھکو جواب دیا تھا
اس سبب میں اُن کا حکم نہیں ٹال سکا۔

جعفر نے کہا کہ مسرور! میں تو ابھی خلیفہ کے حضور میں سے آیا ہوں۔ اب اِس وقت جو بلایا
ہے ایسا کیا معاملہ ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ خراسان سے کچھ عرضیاں آئی ہیں اور آپ کو اُنکے پڑھنے کے
لیے بلایا ہے۔ اِس پر جعفر کو تسلی ہو گئی اور وہ اپنے کپڑے پہن اور تلوار لگا مسرور کے ہمراہ
روانہ ہوا لیکن جونہی کہ وہ اول دروازے میں داخل ہوا تو وہاں سپاہیوں کو مقیم پایا۔ اور
جبکہ دوسرے دروازے میں داخل ہوا تو وہاں غلاموں کو متعین پایا اور تیسرے دروازے
میں داخل ہو کر اور پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو اپنے ساتھ اپنے کسی غلام یا خادم کو نہیں پایا۔ اور یہ
دیکھکر کہ میں دربار میں تنہا ہوں۔ اُس نے اپنے اِس طرح آنے پر افسوس کیا۔ لیکن اب تو
وقت گزر چکا تھا اب پچتانے سے کیا ہوتا تھا۔ پھر مسرور جعفر کو اُسی رومی خیمے میں لے گیا
اور کہا کہ یہاں بیٹھ جائیے اور جب جعفر نے وہاں کسی اور شخص کو نہیں دیکھا تو وہ سمجھا کہ اب

میری خیر نہیں ہے اور مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ برادر من! یہ کیا بات ہے؟
مسرور نے جواب دیا کہ تم اس معاملہ کو خود خوب جانتے ہو۔ اب تمھارا وقت اخیر آپہنچا۔
امیرالمومنین نے مجھکو یہ حکم دیا ہے کہ مَیں تمھارا سر کاٹ کر اُنکے حضور میں فوراً پیش کروں۔
جعفر یہ سن کر رونے لگا اور مسرور کے ہاتھ اور پیر چوم کر اُس سے کہا کہ اے برادر! اے
مسرور! تم اِس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ شاہی غلاموں میں اور خاندان شاہی میں
مجھے تمھاری خاطر سب سے زیادہ منظور تھی اور تم مجھ سے جو کہا کرتے تھے۔ مَیں ہمیشہ تمھارے
سب کام چاہے دن ہو یا رات ہو کر دیا کرتا تھا تم جانتے ہو کہ میرا کیا رتبہ ہے اور امیرالمومنین
پر میرا کسقدر اقتدار ہے اور امیرالمومنین اپنے راز کی تمام باتیں مجھ سے فرمادیا کرتے ہیں
معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امیرالمومنین سے میری چغلی کھائی ہے۔ اگر تم مجھکو یہاں سے
صرف چلے جانے کی اجازت دیدو تو مَیں تم کو دو لاکھ دینار (ایک لاکھ پونڈ) ابھی لا کے
دیدوں گا۔ مسرور نے کہا کہ نہیں مَیں اجازت نہیں دے سکتا۔ تب جعفر نے کہا کہ اچھا مجھے
خلیفہ کے سامنے ہی لے چل۔ شاید مجھے دیکھکر اُس کو رحم آجائے اور معاف کردے۔
مسرور نے کہا کہ نہیں مَیں یہ بھی نہیں کرسکتا ہیں خلیفہ کے پاس جانیکی جرأت نہیں رکھتا۔
مَیں خوب واقف ہوں کہ اب تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ جعفر نے دوبارہ کہا کہ اچھا تم
اتنا ہی کرو کہ خلیفہ کے پاس جاکر اتنا کہہ دو کہ جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل ہوگئی۔ پھر
دیکھو خلیفہ کیا چاہتا ہے۔ اور پھر آکر جو تمھارا جی چاہے وہ کرنا۔ اگر تم میرا یہ کہنا مانوگے اور
میری جان بچ جاویگی تو مَیں خدا اور فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے
اُس میں سے آدھے کا تم کو مالک کردوں گا اور تم کو فوج کا سپہ سالار (کمانڈر ان چیف)
مقرر کرادوں گا۔ جعفر روتا ہوا مسرور سے یہ التجا کر رہا تھا مسرور کو بھی رحم آگیا۔ اُسنے کہا

اچھا میں جاتا ہوں۔ پس اُسنے چالیس حبشی غلاموں کو خیمہ کے گرد اگرد پہرہ پر کھڑا کرکے اور اپنی پیٹی اور تلوار لگا کے خلیفہ کے حضور میں گیا۔ خلیفہ بیٹھا ہوا تھا اور غصہ کی وجہ سے اُس کے چہرہ پر پسینا آرہا تھا۔ ایک لکڑی اُسکے ہاتھ میں تھی اُسکی نوک آہستہ آہستہ زمین پر مار رہا تھا۔ مسرور کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا کہ خدا کرے تیری ماں تیرا ماتم کرے۔ تو نے جعفر کے معاملہ میں کیا کیا؟ مسرور نے کہا کہ جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل کرآیا ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ جعفر کا سر کہاں ہے۔ مسرور نے عرض کیا کہ خیمے میں ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سر فوراً یہاں لے آ۔ مسرور خیمے میں واپس گیا جعفر کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اُس وقت رکوع میں تھا۔ مسرور نے جعفر کو نماز بھی ختم کرنے نہیں دی اور تلوار نکال کر اُس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور پھر ڈاڑھی سے پکڑ کر سر کو خلیفہ کے روبرو لیجا کر زمین پر ڈالدیا۔ تمام راستہ میں خون سر میں سے بہتا گیا! اور اب تک خون بہ رہا تھا خلیفہ نے سر دیکھکر ایک بڑا سا لمبا سانس بھرا اور زار وقطار رویا اور بولتا جاتا تھا اور ایک ایک لفظ پر اپنی لکڑی سے زمین کھودتا جاتا تھا اور بعض وقت لکڑی کو اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا۔ پھر سر کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ "اے جعفر! کیا تجھے مَیں نے اپنے برابر نہیں کرلیا تھا؟ اے جعفر تو نے میرا حق نمک بھلادیا۔ تو نے میرے حقوق کو اور اپنے معاہدہ کو فراموش کردیا۔ تو نے میری عنایتوں اور مہربانیوں کو بُھلادیا اور تو نے ان سب باتوں کے نتیجہ پر خیال نہیں کیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ زمانہ ایک دم میں بدلجاتا ہے اور انسان کی حالت دگرگوں ہوجاتی ہے۔ اور قسمت ذرا کی ذرا میں پلٹ جاتی ہے۔ اے جعفر تو نے مجھکو دھوکہ دیا۔ اور تمام آدمیوں کے سامنے مجھے کلمات ناسزا کہے۔ اے جعفر! تو نے اپنے تئیں اور مجھکو بھی دونوں کو برباد کردیا۔"

عباسہ و جعفر کی اولاد کا قتل

اس کے بعد جعفر و عباسہ کے دونوں لڑکوں[1] کو لانے کے لیے ہارون الرشید نے کسی شخص کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور اس نے ان دونوں کو لا کر خلیفہ کے حضور میں محل میں حاضر کیا۔ خلیفہ نے ان کو دیکھ کر انکی بہت تعریف کی۔ یہ لڑکے بہت ہی حسین تھے۔ پھر ہارون نے ان سے کچھ گفتگو کی۔ گفتگو میں اسکو معلوم ہوا کہ ان لڑکوں میں اہالیان مدینہ کی سی طلاقت لسان اور بنی ہاشم کی سی فصاحت اور بلاغت موجود ہے۔ پھر خلیفہ نے بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ نور چشم من! تمھارا کیا نام ہے؟ اسنے جواب دیا کہ میرا نام الحسن ہے۔ پھر دوسرے سے پوچھا کہ برخوردار من! تمھارا کیا نام ہے؟ اسنے کہا کہ مجھے الحسین کہتے ہیں خلیفہ ان دونوں کو دیر تک دیکھتا رہا اور پھر رونے لگا اور انسے کہا کہ لڑکو! تمھاری خوبصورتی اور بے گناہی کی وجہ سے میرے دل پر اثر ہوتا ہے۔ خدا اس پر رحم نہ کرے جو تم سے برائی کرے۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم کہ خلیفہ کا ہماری بابت کیا ارادہ ہے۔ اتنے میں خلیفہ نے مسرور سے پوچھا کہ وہ کنجی کیا ہوئی جو میں نے تجھکو احتیاط سے رکھنے کے لیے کہا تھا؟ مسرور نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہ رہی۔ میرے پاس موجود ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ لا مجھے دے۔ پھر خلیفہ نے چند غلاموں اور خادموں کو بلوایا اور حکم دیا کہ جعفر کے مکان میں ایک گڑھا کھودو۔ بعد اسکے خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو مار ڈال۔ اور انکی ماں کے ساتھ انکو بھی اسی گڑھے میں دفن کردے۔ یہ کہکر خلیفہ رویا۔ مسرور کہتا ہے کہ خلیفہ کو روتا دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ شاید رحم کر کے لڑکوں کو چھوڑ دیگا۔ مگر خلیفہ نے انکو مروا ہی ڈالا اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھکر تمام حاضرین کو حکم دیا کہ خبردار۔ آج سے کوئی برامکہ کا

[1] یہ محض افسانہ ہے۔ اس میں اصلیت بالکل نہیں ہے ۱۲ مصباح

نام تک نہ لیوے۔ جعفر کے قتل کے بعد الفضل کو بھی اُسی رات بُلا کر اپنے محل میں قید کر دیا۔ یحییٰ کو اُسی کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ برامکہ کی تمام جائداد ضبط کر لی اور خاندان برامکہ کے ایکہزار[1] سے زائد آدمیوں کو قتل کرا دیا۔

العمرانی مورخ

العمرانی۔ ایک مورخ۔ خاندان برامکہ کے یکلخت زوال و استیصال کی بابت ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دفترِ خزانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میری نظر ایک بہی کے ایک اندراج پر پڑ گئی جس میں تحریر تھا کہ وہ جعفر بسپر یحییٰ کی خلعت اور پوشاک کے لیے چار لاکھ دینار طلائی (دو لاکھ پونڈ) دیئے گئے"

چند دنوں کے بعد میں جب پھر خزانہ میں گیا تو اُسی بہی پر یہ تحریر تھا کہ وہ جعفر بسپر یحییٰ کی نعش کے جلانے کے لیے روغنِ نفط اور چٹائی کے لیے دس قیراط دیئے گئے"

اور قیراط ۱/۲۴ حصہ دینار کے مساوی ہوتا ہے

متذکرۂ بالا واقعہ ۱۸۳ھ میں ہارون الرشید کے مکہ شریف سے واپس لوٹتے ہوئے وقوع پذیر ہوا۔ اور غالباً یہ بات خیال کیجاتی ہے کہ حج کے لیے جانے سے پہلے ہی خلیفہ کو برامکہ پر شبہات ہو گئے تھے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان مقدس شہروں (مکہ شریف اور مدینۂ منورہ) کی زیارت کے لیے خلیفہ اِس لیے آیا تھا تاکہ وہ عباسہ کے لڑکوں کو خود جا کے دیکھے اور لڑکوں کو دیکھ کے پہچانے کہ جیسی کہ افواہ مشہور ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اور عباسہ یا جعفر کسی کی شکل سے اُنکی شکل ملتی ہے یا نہیں۔ اور صحیح

---

[1] جن عربی کتابوں سے مسٹر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ اُن میں تو صرف یہ تحریر ہے کہ ہارون نے صرف اکیلے جعفر ہی کو قتل کرایا۔ مسٹر پامر نے ایکہزار آدمی بے نام و نشان خدا جانے کہاں سے لکھ دیئے ۱۲ از مترجم

اور ٹھیک یہی بات ہے کہ جعفر کے قتل کا حکم حجاز سے لوٹتے ہوئے خلیفہ نے مقام انبار میں دیا تھا۔

فہ کے برامکہ سے ناراضگی • دیگر اسباب

جعفر نے عبدالملک بن صالح کے ساتھ جو فیاضی کی تھی (جیسا کہ ہم اول تحریر کر چکے ہیں) کہ اُسنے اُنکو خزانہ شاہی سے ایک تم کثیر دلادی تھی اور اُسکے بیٹے کے ساتھ خلیفہ کی دختر کی شادی کرنے پر خلیفہ کو راضی کر لیا تھا۔ اگرچہ اُس وقت تو یہ اُمور بادی النظر میں حقیقت معلوم ہوتے تھے۔ مگر ایسے ہی اُمور سے ہارون الرشید کے دل میں حسد پیدا ہوتا گیا۔ اور نیز یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید جعفر سے اِس سیلے بھی ناراض تھا کہ اس کا رجحان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور اولاد کی جانب زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں جب جعفر کیجانب سے ایک دفعہ رنج پڑ گیا تو وہ رنج بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس کے بعد جو شخص جعفر کی شکایت کرتا تھا ہارون الرشید اُس کی بات بہت ہی مستعدی اور دل سے سُنتا تھا۔

مفصلۂ ذیل بیان سے جو ایک عرب مورخ نے لکھا ہے۔ یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جعفر کو پولیٹیکل[1] وجوہات سے نہیں بلکہ ایک مفروضہ بدسلوکی کا بدلہ لینے کی خاطر۔ یا اپنے خاندان کے دامن پر سے دھبہ مٹانے کے سیلے ہارون الرشید نے قتل کرا دیا تھا۔

ہارون الرشید کی ایک بہن نے اُس سے دریافت کیا کہ آپنے خاندان برامکہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ برتاؤ کس لیے کیا ہے تو خلیفہ نے جواب دیا کہ اگر میرے پیرہن کو بھی اس کا

---

[1] ناظرین! عباسہ کا قتل ہونا اور اُس کا جعفر کے ساتھ شادی کا افسانہ بالکل لغو اور نادرست ہے۔ اِس قصہ کو الف لیلہ کے دیگر فرضی قصوں سے زیادہ وقعت نہیں ہے۔ عرب مورخین نے اسکو روایت اور درایت دونوں طور سے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعہ اور اسکے متعلقات از سرتاپا بالکل سب غلط ہیں۔ درحقیقت جعفر کا قتل پولیٹیکل وجوہات سے تھا اور وہ سب وجوہات اسی کتاب میں درج ہیں ۱۴۰۔ از مصلح مترجم

سبب معلوم ہو جائے۔ تو میں اُسکے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔

خلیفہ کے بچپن کے دانت اور بال۔

یحییٰ کی بیوی جو ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی۔ جب اُسنے یہ سُنا کہ یحییٰ قید ہو گیا۔ تو ہارون الرشید سے ملنے گئی۔ اور بڑی دقتوں سے خلیفہ کے حضور میں پہونچی۔ اور خلیفہ کو اُسکے بچپن کے دانت اور بالوں کی لٹ جو نہایت احتیاط سے ابتک رکھی تھیں دکھائیں۔ اور خلیفہ سے التجا کی کہ مجھکو تجھ سے اسقدر محبت ہے کہ تیرے بچپن کی یہ چیزیں باحتیاط رکھ چھوڑی ہیں۔ اب تو ان کا ہی عوض کر کہ یحییٰ کو قید سے چھوڑ دے۔ خلیفہ نے ان بالوں اور دانتوں کو اُس سے مول لینا چاہا لیکن یحییٰ کو چھوڑنے کا اقرار نہیں کیا۔ اس بات پر اِس عورت نے غصہ میں آکر ان چیزوں کو اپنے پاؤں میں ڈالکر کچل ڈالا۔ اور کہا کیا یہ میں تجھے بطور ہدیہ کے پیش کروں! اور جب اُس کا مطلب حاصل نہ ہوا تو وہ چلی آئی۔

یحییٰ او فضل کا قید ہونا

جعفر کا باپ یحییٰ اور اس کا بھائی فضل بھی قید ہو گئے تھے (جیسا کہ ہم اُوپر تحریر کر آئے ہیں) لیکن قید میں اُنپر بہت سختی نہیں تھی۔ اُن کو ذاتی ملازم اور عورتیں رکھنے کی قیدخانہ میں بھی اجازت تھی۔ وہ بہت دنوں تک قید خانہ میں اسی آرام سے رہے۔ مگر جب عبدالملک ابن صالح قید ہو گئے۔ جن کا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔ تب خلیفہ نے اُن سب پر قید خانہ میں بڑی سختی کی۔

یحییٰ کو قتل جعفر کی اطلاع ہونا۔

جب کسی نے یحییٰ کو قتل جعفر سے خبر دی کہ ہارون الرشید نے جعفر کو مار ڈالا۔ یہ سنکر یحییٰ نے کہا کہ اسی طرح خدا بھی اُسکے بیٹے کو مار ڈالے گا۔ اُس شخص نے کہا کہ اُسنے تمھارے مکانات بھی ویران کر دیئے ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ خدا اسی طرح اُس کا گھر بھی ویران کرے گا۔ ہارون الرشید کو جبکہ اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور پریشان ہوا اور کہا کہ مَیں نے یحییٰ کے مونہ سے آجتک ایسی کوئی بات کبھی نہیں سُنی کہ جو سچ نہ ہوئی ہو

یحییٰ برمکی کی دعا کعبہ شریف میں۔

یحییٰ کے خاندان کے لوگوں کو جو اسقدر بڑے بڑے عہدے حاصل ہو گئے تھے اور جس عیش و عشرت میں اُن سب نے اسقدر عرصۂ مدید تک بسر کی۔ اس سے یحییٰ اکثر خوف کھایا کرتا تھا۔ چونکہ وہ اپنے آقا کی تلون المزاجی سے واقف تھا۔ اور یحییٰ ڈرا کرتا تھا کہ خلیفہ کہیں برہم ہو کر سب کو موقوف نہ کر دے۔ مورخین کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایک روز یحییٰ کو مکہ شریف میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے (اور یہ طواف بھی مناسک حج میں سے ہے) یہ دعا خدا سے مانگتے ہوئے سُنا کہ "اے خدا۔ اگر تیری مرضی اسی میں ہو کہ تو لے جو کچھ مجھکو دُنیاوی جاہ و حشم دیا ہے اُس سے تو مجھکو محروم کر دے۔ اور مجھسے میری دولت اور بیوی اور سب بچے لیلے۔ تو یا اللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ تو ان سب سے مجھکو محروم کر دے۔ مگر یا اللہ تو میرے بیٹے فضل کو زندہ اور سلامت رکھ" پھر یحییٰ کعبہ سے چلا آیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کعبہ میں آیا اور یہ دعا مانگی کہ "اے مالک میرے۔ مجھسے بڑی خطا ہوئی۔ اور میں بڑا نالائق ہوں جو تجھسے بھی دعا میں استثنا چاہتا ہوں۔ اے خدا تو مالک ہے تو چاہے فضل کو بھی لیلے" مسلمان مورخین اس دعا کو مقبول مثل کلام پیغمبران سمجھتے ہیں۔ چونکہ اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہارون الرشید نے خاندانِ برامکہ کو نیست و نابود کر ڈالا۔

ایک اور موقع پر لوگوں نے یحییٰ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا کہ "اے خدا تو میرے گناہوں کی سزا مجھکو اسی دنیا میں دے لینا۔ اور عقبیٰ میں مجھکو سزا نہ دینا" اور یحییٰ کے خاندان کا برباد ہونا گویا اُسی کی دعا کے قبول ہونے کا اثر ہے۔

فضل برمکی کے تازیانے مارنا۔

ایک دفعہ ہارون الرشید نے مسرور کو فضل کے پاس قیدخانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے فضل سے اُسکی دولت کا صحیح صحیح پتہ لگا تاکہ اگر فضل نے کچھ دولت چھپا دی ہو تو وہ بتلا دے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اُس کے دو سو دُرّے (تازیانہ) لگانا

مسرور نے فضل سے جا کر یہ پیغام کہا اور شکوصلاحاً یہی ترغیب دی کہ اپنی سلامتی اور صحت
جسمانی پر لحاظ کر کے اپنی دولت کو اُنپر ترجیح نہ دے۔ فضل نے جواب دیا کہ اے مسرور با
واللہ۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور امیر المؤمنین بھی اس بات سے واقف ہیں کہ ایک تازیانہ
لگنے کی بہ نسبت میں مرجانے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور اے مسرور اس بات کو تو تم لوگ
سب جانتے ہو کہ ہمنے ہمیشہ دولت کو صرف کر کے اپنی عزت قایم رکھی ہے۔ تو اب یہ کیونکر
ممکن ہوسکتا تھا کہ ہم دولت کو چھپا کر اپنے جسموں کو تکلیف پانے دیتے؟ اور اگر تم نہیں مانتے
تو خلیفہ نے جو کچھ حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کرو۔ یہ سُنکر مسرور نے رومال میں سے ایک کوڑا
نکال کر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ فضل کے دو سو کوڑے مارو۔ غلاموں نے اسقدر بیرحمی
سے فضل کو کوڑے لگائے کہ وہ اِس سزا کے ختم ہونے پر بالکل مردہ کے مانند ہوگیا۔
خوش قسمتی سے قید خانہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا کہ جو عملِ جراحی جانتا تھا۔ اُس کو
فوراً فضل کے علاج کے لیے بُلایا گیا۔

جراح نے فضل کی کمر دیکھ کر کہا کہ انکے تو صرف پچاس کوڑے لگے ہیں اور انکو یہ زیادہ کی
تعداد جو یاد رہی یہ انکی غلطی ہے۔ جراح نے یہ بات صرف فضل کے اطمینان اور تسلی کے لیے
کہی تھی۔ چونکہ بعد علاج کے اُسنے کہا تھا کہ انکو دو سو کوڑوں کا اسقدر صدمہ ہوا تھا کہ ہزار کا بھی
اور اتنا ہی ہوتا۔ جراح نے فضل کو کمر کے بل ایک چٹائی پر لٹایا۔ اور سینے پر کھڑے ہو کر اُس کو
خوب پیروں سے مَلا۔ پھر اُس کو زمین پر کھینچنا شروع کیا۔ کوڑوں کے لگنے سے جسقدر فضل
کی کھال پھٹ گئی تھی وہ سب اُتر کے کھنچنے کیوجہ سے گوشت نکل آیا۔ علاج کے اِس
واہیات طریق سے درحقیقت فضل کی جان بچ گئی۔ کیونکہ اس طرح گھسیٹنے سے خون کا دورہ
پھر شروع ہوگیا اور زخم ایسے ہوگئے جن کے عرصۂ قلیل میں مندمل ہو جانیکی اُمید ہوگئی۔

عنسل صحت کے بعد فضل نے اپنے ایک دوست سے ہزار درہم قرض لیے اور اپنے کامیاب جرّاح کو پیش کیے۔ لیکن جرّاح نے اُنکے لینے سے انکار کر دیا۔ فضل نے یہ خیال کرکے کہ شاید یہ خفیف رقم تھی اور اسی واسطے جرّاح نے قبول نہیں کی۔ اپنے دوست سے ایکہزار درہم اور قرض لیے اور یہ دو ہزار درہم جرّاح کو نذر کیے۔ لیکن جرّاح نے اُنکے لینے سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے ایسے سخی کا علاج کیا ہے کہ جو دنیا میں سب سخیوں سے زیادہ سخی اور فیاض ہے۔ میں اُسکے علاج کرنے کے لیے کوئی اُجرت۔ چاہے وہ کسیقدر رقم کثیر کیوں نہ ہو۔ ہرگز ہرگز نہ لونگا۔ چونکہ یہ ڈاکٹر درحقیقت ایک غریب آدمی تھا۔ اُس کی اس سخاوت نے فضل کو بہت ہی تعجب میں ڈالا۔ اور فضل نے اقرار کیا کہ اس جرّاح کی یہ فیاضی میری بڑی سے بڑی سخاوت سے بھی بہت ہی زیادہ ہے۔

یحیٰی برمکی کی موت۔

یحیٰی نے ستر برس کی عمر میں ماہِ نومبر ۸۰۵ء میں یکایک جیلخانہ میں قضا کی۔ یحیٰی کے مرنے کے بعد اُس کے بستر پر سے ایک کاغذ کا پرچہ ملا جس میں مفصلۂ ذیل الفاظ تحریر تھے "مستغیث عدالت کے روبرو جاتا ہے اور مستغاث علیہ بھی اُسکے پیچھے بہت جلد آنیوالا ہے۔ اُس عدالت کا مجسٹریٹ ایسا شخص منصف (خدائے تعالیٰ) ہے۔ جو کبھی غلطی نہیں کرتا ہے اور نہ اُس کو گواہ اور شاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" یہ پرچہ ہارون الرشید کے حضور میں پیش کیا گیا اور اس پرچے نے ہارون الرشید پر وہی اثر کیا جو اُسکے لکھنے والا کا منشا تھا یعنی خلیفہ کو نہایت ہی رنج اور خوف ہوا۔

فضل برمکی کی موت

یحیٰی کے انتقال کے تین برس کے بعد فضل بھی قیدخانہ میں زبان میں پھوڑے (ثقل بالّلسان) کے نکل آنے سے مرگیا۔ یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ فضل خلیفہ ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا جس وقت ہارون الرشید نے فضل کی موت کا حال سُنا تو کہا کہ اب

میری بھی موت قریب ہے اور خلیفہ کے تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہونے سے یہ بات
پایۂ ثبوت کو پونہچ گئی کہ ہارون الرشید سچ کہا کرتا تھا۔

عبدالرحمٰن عباسی جو شاہی خاندان میں سے تھے اور خلیفہ کے رشتہ دار تھے۔
ایک بڑے عالم با وقار تھے۔ کوفہ میں رہا کرتے تھے وہ اس شریف لیکن بدقسمت خاندان
برامکہ کی گردش کا ایک عجیب رقت انگیز واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "ایک دن
عید الضحیٰ کے دن مَیں سلام کے لیے اپنی والدہ کے پاس گیا۔ تو مَیں نے دیکھا کہ ایک بزرگ
اور معمر عورت کے ساتھ وہ باتیں کر رہی ہیں لیکن اُس بزرگ عورت کی پوشاک بہت ہی ادنیٰ
درجے کے کپڑے کی تھی۔ میری ماں نے مجھسے پوچھا کہ تو جانتا ہے یہ کون عورت ہیں ؟
جو میری ملاقات کو آئی ہیں۔ اور میرے یہ کہنے پر کہ مَیں نہیں جانتا۔ میری ماں نے مجھے
کہا کہ یہ جعفر برمکی کی ماں ہیں۔ مَیں نے پھر اُنکو سلام کیا اور نہایت ہی ادب سے اُن سے
گفتگو کی۔ اور مَیں نے اُنسے کہا کہ اے محترمہ! کسی ایسی سب سے زیادہ عجیب چیز کا ذکر کریے
جو کبھی آپ کی نظر سے گزری ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اے برخوردار! ایک زمانہ ایسا تھا
کہ جب اِس تہوار (عید الضحیٰ) کا دن آتا تھا تو میری خدمت میں چار سو لونڈیاں ہوا کرتی تھیں
اور پھر بھی میں یہی خیال کرتی تھی کہ جیسی کہ چاہیئے ویسی خدمت میرا بیٹا (جعفر) نہیں کرتا۔
لیکن اب یہ تہوار آیا ہے اور اب مجھکو دو بھیڑوں کی کھالوں کی ضرورت ہے تاکہ ایک کو مَیں
اپنا بستر بناؤں اور ایک کو چادر بناؤں۔ مَیں نے یہ سُن کر اُن کو پانسو درہم نذر کیے۔ وہ نہایت
خوش ہوئیں۔ پھر وہ اکثر ہمارے مکان پر آیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ موت نے ہمکو اُنسے جُدا کیا"

برامکہ کے زوال اور استیصال کے بعد بہت سے آدمی اُنکی بدقسمتی پر دلی افسوس
کیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ برامکہ خلیفہ موجودہ وقت کی ناراضگی کیوجہ سے مارے گئے تھے

عبدالرحمٰن
عبرت

ابراہیم کا قتل

اِس لیے اُن پر ماتم کرنے یا اُنکے لیے رونے میں اکثر سلامتی اور حفاظت متصور نہ تھی۔ ایک شخص جس کا نام ابراہیم تھا وہ جعفر کا دوست تھا اور جعفر اُس پر بہت ہی مہربانی کیا کرتا تھا۔ جعفر کے قتل کا اُسکو ایسا رنج تھا کہ وہ جب شراب پیا کرتا تو جعفر کو یاد کرکے بہت رویا کرتا۔ اور کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم! جعفر کے قاتل سے مَیں اُس کا قصاص ضرور لونگا۔ ابراہیم کی یہ باتیں خود ابراہیم کے بیٹے اور غلام نے ہارون الرشید سے کہدیں۔ خلیفہ نے ابراہیم کو بُلایا۔ اُس سے اپنی دوستی کا اظہار کیا اور اُس کو خوب شراب پلائی۔ جبکہ اُسکو نشہ بہت ہوگیا تب خلیفہ نے جعفر کو یاد کرکے رونا شروع کیا اور کہا کہ وہ اب جعفر کا سا دوست کہاں مل سکتا ہے۔ ہائے! مَیں نے جعفر کو کیوں قتل کیا۔ اِس سے تو یہی بہتر تھا کہ میری سلطنت ہی چلی جاتی۔ اور جبدن سے جعفر قتل ہوا ہے اُس وقت سے ابتک مجھکو نیند نہیں آئی ہے" یہ سُن کر ابراہیم خوب رویا۔ اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپنے درحقیقت یہ کام اچھا نہیں کیا جعفر کا سا آدمی ہونا اب مشکل ہے۔ جب اس طرح ہارون الرشید نے فریب سے ابراہیم سے اُس کا راز معلوم کرلیا تو پھر وہاں سے ابراہیم پر لعنت کرتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ اُسکے کھڑے ہونے کے چند لمحہ کے بعد یہ بیوقوف ہمدرد خاندانِ برامکہ بھی قتل کردیا گیا۔



باب چہارم

ہارون الرشید کی خلافت کا آخری زمانہ اور اُسکی وفات

شہر رقہ

خاندان برامکہ کے زوال و استیصال کے بعد اور اُنکے تمام آوردوں اور ماتحتوں کی بربادی سے باشندگان بغداد پر ایسا خراب اثر ہوا کہ ہارون الرشید نے بغداد کو چھوڑ کر شہر رقہ کو اپنا دار الخلافہ مقرر کر لیا۔ اِس سے پہلے بھی ہارون الرشید نے بغداد سے اپنی نفرت ظاہر کی تھی اور کوفہ کو اپنی جائے سکونت مقرر کرنا چاہا تھا۔ لیکن کوفیوں کی اولادِ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طرفداری کیوجہ سے اُس نے کوفہ کو پسند نہیں کیا تھا۔ ہارون الرشید نے دار الخلافہ کی تبدیلی کے وجوہات جو اور جو غالباً صحیح معلوم ہوتے ہیں، یہ بتلائے تھے کہ چونکہ ملک الجزیرہ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور شمالی صوبجات میں بنی اُمیّہ کی طرفداری میں ابتک بہت جوش باقی تھا۔ اِس لیے یہی بات مناسب تھی کہ ہارون الرشید

کم سے کم وہاں (الجزیرہ) جاکر اپنی موجودگی سے وہاں کی غیر مطیع رعایا کے دلوں میں اپنی ہیبت اور خوف دل نشین کردے۔

ایران کی بدانتظامی

صوبۂ خراسان جو ایرانی قومی فرقوں کا ہیڈ کوارٹر تھا اور یہ ملک مذہب شیعہ کے نشوونما کے لیے بہت مناسب جگہ ثابت ہوئی تھی۔ یہ صوبہ تمام سلطنت کے صوبجات میں ایک بڑا ہی پُرفتنہ وفساد اور بغاوتی صوبہ تھا۔ ہم قبل ازیں اسی کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ خاندان اُمیہ کی خلافت کے زمانے میں ابومسلم کی ماتحتی میں یہیں سے شور و فساد شروع ہوا تھا اور بالآخر اسی بغاوت کے باعث بنی اُمیہ سے سلطنت اور تاج و تخت جاتا رہا تھا اور بظاہر اب معلوم ہوتا تھا کہ خاندانِ عباسیہ کو بھی یہ صوبہ اسی طرح مضر ثابت ہوگا

حمزہ بن اترک کی بغاوت

سنہ ۷۹۶ع میں وہاں ایک بغاوت پھوٹی جس کا بانی اور عنصر ایک شخص مسمی حمزہ بن اترک تھا۔ اِس شخص نے صوبۂ کوہستان میں لوٹ مار مچادی اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے آخرکار شہر بُشنج میں (اسکو فتح کر کے اور قابض ہوکر) قیام کیا۔ گورنر ہرات اُس کے مقابلہ کے لیے چھ سو فوج لیکر گیا۔ لیکن اول ہی معرکہ میں شکست کھائی اور مارا گیا۔

عیسٰے بن علی کی فتح

یہ سُن کر علی ابن عیسٰی گورنر خراسان نے اپنے بیٹے الحسین کو دس ہزار لشکر کا افسر مقرر کر کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ لیکن الحسین نے حمزہ پر حملہ کرنا نہیں چاہا۔ اِس لیے الحسین موقوف کردیا گیا اور بجائے اسکے اُس کا بھائی عیسٰے جنرل فوج مقرر کیا گیا۔ اول اول تو عیسٰی ناکامیاب رہا۔ لیکن بعدازاں اُسنے باغی فوجوں کو شکست دیکر منتشر کردیا اور بہت سے باغیوں کو قتل کیا۔ بعد شکست کے حمزہ صرف چالیس ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ گیا اور کوہستان میں پناہ لی۔ جن جن لوگوں نے اِس بغاوت میں شرکت کی تھی عیسٰی نے اُنسے سخت بدلہ لیا۔ تیس ہزار سے زائد آدمیوں کو قتل کرایا اور جسقدر

دیہات کہ باغیوں کے طرفدار ہو گئے تھے اُن سبکو جلا دیا۔

طاہر ابن حسین

حمزہ نے خود مختار بننے کی پھر دوبارہ کوشش کی لیکن شکست پائی اور اس دفعہ اُسکے چہرہ پر ایک زخم لگا اور وہ بھاگ کر شہر اسفرائین انگوروں کے باغوں میں چھپ گیا۔ اور وہاں سے پھر نکلکر اُس نے قرب و جوار کے دیہات کو ویران کر ڈالا اور تمام باشندگان دیہات کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ حمزہ کے مظالم کے منجملہ ایک یہ بھی ظلم تھا کہ اُسنے اور اُس کے ہمراہیوں نے ایک مدرسہ پر حملہ کرکے اُستاد اور تیس طالب علموں کو بھی مار ڈالا۔ طاہر ابن حسین (یہ بعد ازیں اُس خانہ جنگی کا کہ جو بعد وفات ہارون رشید کے واقع ہوئی مشہور سرغنہ ہے) جو اُس وقت پشنج کا لفٹنٹ گورنر تھا حمزہ کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا اور اس نے باغیوں کا خوب قلع و قمع کیا۔ طاہر کا سزا دینے کا طریقہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ وہ دو درختوں کو باہم جھکوا کر اور اُن میں باغی کو بندھوا کر اُن درختوں کو کھلوا دیتا تھا اور جب وہ اپنی اصلی جگہ پر جانے لگتے تو اُنکی کشش اور زور سے بدقسمت مجرم کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔

حمزہ فرار ہو گیا اور بعد ازاں اُس نے خلیفہ کی اطاعت اختیار کر لی۔

علی بن عیسیٰ گورنر خراسان

علی ابن عیسیٰ نے اب جبر و ظلم سے باشندگان خراسان سے زر نقد اور روپیہ لیکر جمع کرنا شروع کر دیا اور بڑا دولتمند ہو گیا۔ اُس کا ظلم اور ناانصافی اسقدر کثرت سے تھی اور اغذ و جبر غیرجائز اتنا بے انتہا تھا کہ خراسان کے باشندوں نے اُسکی شکایتہائے عظیم کی بیشمار عرضیاں۔ اور استغاثے ہارون رشید کی خدمت میں پیش کیے۔ خلیفہ نے اِن معاملات کی تحقیقات بذات خود کرنا چاہی۔ اور علی ابن عیسیٰ کو حکم بھیجدیا کہ شہر رَے میں حاضر ہووے جہاں خلیفہ مع اپنے دونوں بیٹوں کے موجود تھا۔ لیکن یہ عاملِ خراسان خلیفہ کے حضور میں بے شمار تحائف گرانبہا لیکر حاضر ہوا۔ ہارون رشید نے بھی اُسکو خلعت گراں بہا عطا فرمایا اور اپنا اعتماد اُس پر ظاہر

کر کے اُسکو پھر دوبارہ خراسان کی گورنری پر مقرر کر کے بھیجدیا۔ باشندگان خراسان کی عرضیوں اور دعووں پر خلیفہ نے جو بےپروائی ظاہر کی اُس سے ان لوگوں کا جوش حد جنوں تک پہنچ گیا۔ اہالیانِ خراسان اپنے آقا اور حکمران عربوں کو اول ہی ناپسند کرتے تھے اب ایسی نفرت ہوگئی کہ جو چھپ نہیں سکتی تھی۔

رفیع بن لیث کی بغاوت

خاندان برامکہ کے قتل اور استیصال سے اُن میں اور بھی زیادہ جوش اور غصہ ہوگیا اور اس دفعہ ایک اور باغی سرغنہ نے جو وہاں خروج کیا تو اُسنے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا تمام باشندگان خراسان کو مشتاق پایا۔ یہ باغی سرغنہ۔ رفیع بن لیث تھا اور یہ نصر ابن سیار کا پوتا تھا اور نصر ابومسلم کی بغاوت میں مارا گیا تھا۔

جس واقعہ کی وجہ سے کہ رفیع نے بغاوت پر کمر باندھی وہ مثل ایک قصہ کے ہے اور اس سے اُس وقت کے مسلمانوں کے طرز معاشرت کا احوال معلوم ہوتا ہے۔ رفیع بہت حسین اور بڑا شجاع شہسوار تھا۔ خلیفہ کے ایک آزاد کردہ بردہ کی زوجہ پر وہ عاشق ہوگیا اُس عورت کو اُسکے خاوند نے چھوڑ رکھا تھا اور وہ بغداد میں ایک گھر علیحدہ آباد کر کے رہا کرتا تھا۔

رفیع نے اول تو اس عورت کے خاوند کو ترغیب دی کہ تو اسکو طلاق دیدے۔ نیز اس عورت کے ذاتی جائداد بہت تھی۔ لیکن جبکہ اُسکے خاوند نے یہ بات منظور نکی تو رفیع نے اُس عورت کو یہ فریب سکھایا کہ تو یہ بہانہ کرلے کہ مَیں نے مذہب اسلام کو ترک کر دیا۔ تبدیلِ مذہب کیوجہ سے اُسکے خاوند نے اُسکو طلاق دیدی اور طلاق سے عورت اپنے خاوند کی بی بی دوبارہ نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح کرے اور وہ دوسرا شخص بھی پھر اُسکو طلاق نہ دیوے۔

ہارون رشید نے جب اس فریب اور مکر کا حال سُنا تو وہ سخت غضبناک ہوا اور حکم دیا
کہ رفیع کے دُرّے لگائے جائیں اور بعد ازاں اُسکو قید کر دیا جاوے اور اُس عورت
کے واسطے یہ سزا مقرر کی کہ اُس کا مُونہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے سمرقند کے ہر کوچہ
برزن میں اُسکو تشہیر کیا جاوے۔ اِس حکم کے اول حصہ کی تعمیل ہو گئی۔ لیکن اشخاص متعلقہ نے
عورت کو سزا نہ ملنے کا بندوبست کرا لیا۔

اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد رفیع زندان میں سے پھر فرار ہو گیا اور علی ابن عیسیٰ
کے پاس جا کر پناہ لی۔ لیکن جب رفیع کو یہ معلوم ہوا کہ اُسکی بی بی اب بھی اُس سے علیحدہ
رکھی گئی ہے تو اُسنے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی۔

علی بن عیسیٰ کی شکست

چونکہ علی ابن عیسیٰ کے برخلاف تمام باشندے اول ہی سے بغاوت کرنے پر تیار
بیٹھے ہوئے تھے۔ اِس لیے رفیع کے علمِ بغاوت برپا کرتے ہی بڑے جوش کے ساتھ لوگ
اُس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ علی نے اس فتنہ و فساد کے دبانے کے لیے اپنے
بیٹے کو فوج دیکر روانہ کیا لیکن اُسکی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ علی مقابلہ کے لیے پھر
خود میدانِ جنگ میں گیا لیکن وہ بھی پسپا ہوا۔ علی کے پسپا ہوتے ہی یہ بغاوت تعجب انگیز
سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ بلخ کے لوگ بھی باغیوں سے مل گئے۔ اور علی کیجانب سے جو حکام
مقرر تھے بلخیوں نے اُن سب کو تہِ تیغ کیا اور علی کا محل لوٹ لیا۔

چاروں جانب سے شکست پر شکست پا کر علی مرو کو بھاگ گیا اور تمام احوال کی ایک
عرضی لکھ کر خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں ارسال کی۔ اس طرف باغیوں نے شروع
ہی سے اپنی تابعداری اور خلیفہ کی اطاعت کا اظہار کر رکھا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ ہماری
شکایت کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ علی خراسان کا گورنر جنرل نہ رہے۔

ہارون رشید نے اس ناراضگی اور بددلی کے سبب (علی) کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن ایسے حالات میں ایسے گورنر جنرل کی معزولی جسکے اختیار میں ہنوز خزانہ۔ زرنقد اور فوج تھی بڑی ہی احتیاط سے عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

ہرثمہ کا گورنر خراسان مقرر ہونا۔

ہارون رشید نے اس مشکل کام کی انجام دہی کے لیے ایک شخص ہرثمہ کو منتخب کیا جو کہ اسکا ایک نہایت معتمد جنرل فوج تھا۔ ہرثمہ خود بھی ایرانی تھا اور اس لیے یہ جن لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے منتخب کیا گیا اُنکی عادات و اطوار سے خوب واقف تھا اس مشہور افسر (ہرثمہ) کو بلاکر خلیفہ ہارون رشید نے اُس سے یہ فرمایا کہ میں تم کو ایک مہم پر بھیجتا ہوں مگر یہ راز مناسب وقت تک پوشیدہ رکھنا اور تمھارا قمیص بھی اس راز سے واقف ہو جائے تو تم اُس کو بھی جلا ڈالنا وہ یہ ہے کہ میں تم کو گورنر خراسان مقرر کرتا ہوں۔ لیکن اگر علی بن عیسیٰ کو یہ بات معلوم ہو جاویگی تو وہ فوج سے مقابلہ کرکے تم کو روکے گا۔ تم اپنی فوج میں یہ مشہور کردو کہ تم علی کی مدد کو جاتے ہو۔ لیکن جب تم مرو میں پہنچ جاؤ تو تم علی کو گرفتار کرلینا اور جو کچھ مال و اسباب علی نے وہاں کے باشندوں کا بجبر واخذ ناواجب لیا ہے وہ تم اُن سب کو واپس دلا دینا۔ خلیفہ نے پھر اپنا حکم باضابطہ ہرثمہ کو گورنر خراسان مقرر کرنے کا تحریر کردیا۔ اور ہرثمہ کو تین پروانے دیئے کہ اپنے ہمراہ لیتا جاوے۔ ایک پروانہ فوج کے نام تھا کہ وہ قیام انتظام میں اپنے نئے گورنر (ہرثمہ) کو مدد دیویں۔ دوسرا پروانہ باشندگان خراسان کے نام تھا اُس میں اقرار تحریر تھا کہ جو کچھ تمھاری شکایتیں ہیں وہ دور کردیجاوینگی اور نیز اُس میں اُنکو یہ نصیحت اور ہدایت لکھی ہوئی تھی کہ وہ ہر حال میں امیر المؤمنین خلیفہ ہارون رشید کے منقاد اور مطیع فرمانبردار رہیں کہ اسی میں اُنکی بہتری متصور ہے۔ تیسرا پروانہ علی بن عیسیٰ کے نام تھا۔ خلیفہ نے

یہ پروانہ اظہار خفگی میں اور ناراضگی سے نہایت سخت و شست الفاظ میں تحریر کرایا تھا۔ اور علی ابن عیسیٰ کو بہت سی لعنت و ملامت لکھ رکھی تھی کہ تو نے ایسے ایسے جبر و ظلم کیے کہ اُنکی وجہ سے لوگوں اور رعایا کے دلوں میں سے تو نے اپنے بادشاہ کی محبت کو محو کرا دیا۔

ہرثمہ بیس ہزار فوج لیکر مرو کو روانہ ہوا اور چونکہ علی کو یہ خیال تھا کہ وہ میری مدد کے لیے آیا ہے اس لیے اُس نے شہر پناہ کے دروازے تک آکر ہرثمہ کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا۔ ہرثمہ علی کے ہمراہ محل تک آیا اور جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب ہرثمہ نے علی کو خلیفہ کا پروانہ دکھایا۔ اِس معزول گورنر نے پروانہ دیکھتے ہی فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور ہرثمہ نے اُس کو گرفتار کرکے اُس کے پیروں میں بھاری بیڑیاں ڈالدیں اور مرو کی جامع مسجد میں بیٹھکر وہ ہر روز انصاف کیا کرتا تھا۔ اور جن لوگوں سے کہ علی نے ناواجب طور سے زر نقد لیلیا تھا اور اب اُنھوں نے ہرثمہ کے حضور میں اُسپر دعاوی کیے تھے اُنکی جوابدہی کے لیے علی کو اسی حالت میں روزمرہ جوابدہی کے لیے جامع مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

علی بن عیسیٰ کی گرفتاری

ہرثمہ نے علی کو ایک بے کاٹھی کے اُونٹ پر سوار کراکر خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونیکے لیے رقہ کو روانہ کیا اور علی کے تمام رشتہ دار اور دوستوں کو گرفتار کر لیا اور علی کی جائداد جس میں تین ملین پونڈ طلا دساڑھے پانچ کروڑ روپیہ اور اسقدر خزانہ تھا کہ پانسو اونٹوں پر لد سکے ضبط کر لیے۔ یہ زر نقد درحقیقت خلیفہ کے خزانے میں داخل کیا گیا اور اُن بدقسمت خراسانیوں کو نہیں ملا جن سے کہ علی نے یہ رقم کثیر لوٹی تھی۔ مرو کے باشندوں کو کہ جن سے علی نے ناواجبی طور پر روپیہ لوٹ لیا تھا اور جنھوں نے عدالت میں باضابطہ درخواست اُسکے واپس ملنے

کے لیے کی تھی اُس کا معاوضہ دلا یا گیا۔

اِس اثنا میں رفیع کی بغاوت بڑھتی جاتی تھی اور جیحون کے پار کا تمام علاقہ (ترکستان) اُسکی بغاوت میں شریک ہو گیا۔ ہرثمہ کی فوج نے جیحون کے عبور کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تلک اور کمک نہ آجاویگی ہم جیحون کو عبور نہیں کرینگے۔ جب یہ خبر خلیفہ کو پونہچی تو ہارون رشید نے بذات خود میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔

ہارون رشید کا بذات خود میدان جنگ میں جانا

۱۹۲ھ ہجری میں ہارون رشید خراسان جانے کے لیے رقہ سے بغداد کو روانہ ہوا اور اپنے بیٹے القاسم کو رقہ کی حکومت اور حفاظت سپرد کی۔ ماہ شعبان کی ۵ تاریخ کو ہارون رشید بغداد سے نہروان روانہ ہوا اور اپنے دوسرے بیٹے المامون کو دار الخلافہ (سابق) بغداد کا گورنر مقرر فرمایا۔ خلیفہ کی روانگی کے وقت الفضل[۱] ابن سہل نے جو ایرانی النسل تھا مامون اپنے آقا سے عرض کیا کہ خدا جانے خلیفہ ہارون رشید کو کیا اتفاق پیش آوے اس سے آپ بھی واقف نہیں ہیں اور خراسان تو آپ ہی کا صوبہ ہے اور آپ کے بھائی الامین نے آپ پر یہ فوقیت پا ہی لی ہے کہ وہ آپ سے پہلے تخت نشین ہووے۔ اور اگر آپ امین سے کچھ بھلائی کی اُمید کرتے ہیں تو آپ صرف یہی اُمید رکھیں کہ وہ آپ کو ہر طور سے حقوق تخت نشینی سے محروم کرے گا۔ کیونکہ وہ زبیدہ کا بیٹا ہے۔

۱؎ فضل بن سہل نسباً و مذہباً مجوسی تھا۔ مامون کے ہاتھ پر ۱۹۰ھ ہجری میں اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے اس کو ہارون رشید کی خدمت میں شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لیے پیش کیا تھا اُسکے ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہونے اور رعب کی وجہ سے سلام نکرنیکی حکایت مشہور ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ میں مامون کا ندیم رہا۔ مامون پر نہایت محیط ہو گیا تھا اور سوائے خود پرستی کے اس میں سب خوبیاں تھیں۔ مامون کی خلافت میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔ تیس لاکھ درہم ماہوار کی شکی تنخواہ تھی اس کے بعد کسی وزیر اعظم کی اتنی بڑی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی۔ اس کا لقب ذو الریاستین تھا ۲۰۲ھ ہجری میں مامون کے ایما سے ایک حمام میں قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی حسن بن سہل وزیر اعظم ہوا جسکی بیٹی بوران سے مامون نے شادی کی ۱۲ مصباح مترجم

اور اُسکے تمام رشتہ دار بنی ہاشم ہیں۔ اِس لیے یہ بات بہتر ہے کہ آپ سے جس طرح سے ہو سکے خلیفہ کو رضا مند کر کے اُس کے ہمراہ ہی رہیئے۔ یہ نصیحت المامون نے قبول کر لی اور بھوڑیسی وقت کے بعد خلیفہ نے اُسکی یہ درخواست منظور کر لی۔

فضل بن سہل

یہ فضل بن سہل ایرانی النسل تھا اور خاندان برامکہ کا آوردہ تھا اصلاً تو وہ مذہب کا مجوسی تھا لیکن تھوڑے عرصے قبل ازیں وہ اسلام لے آیا تھا۔ ہارون رشید نے اُس کو المامون کا اتالیق مقرر کر دیا تھا اور اس نوجوان شہزادہ (مامون) پر اُس کا پُورا پورا قابو ہو گیا تھا ہارون رشید کے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی وجہ سے بھی وہی جنگ و جدل دونوں برادروں میں ہونے والا تھا کہ جسنے ابتدائے زمانہ ہی سے اسلام کو ہلا رکھا تھا۔ مامون کی ماں ایک ایرانی عورت تھی۔ اور امین ہارون رشید کی عزیز بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا۔ اور زبیدہ ہارون رشید کے چچا کی بیٹی تھی اس وجہ سے امین خالص عربی نسل سے تھا

خلیفہ کو ولیعہد مقرر کرنے میں سخت دقت پڑی

ہارون رشید کو بھی مثل اپنے پیشرو خلفاؤں کے کسی بیٹے کو اپنا ولیعہد یا جانشین مقرر کرنے میں بڑی دقت ہوئی اور اس مشکل کے رفع کرنے کے لیے ہارون رشید نے جو کچھ کوششیں کیں اُنکا وہی نتیجہ ہوا کہ جسکو وہ رفع کرنا چاہتا تھا اور آخر کار اسی وجہ سے سلطنت کئی حصوں پر منقسم ہو گئی اور اخیر میں اسی وجہ سے سلطنت کو زوال ہوا۔

امین و مامون

ہارون رشید کے دو بڑے بیٹے تھے ایک کا نام محمد (الامین) اور دوسرے کا نام عبداللہ (المامون) تھا۔ اِن میں سے امین صرف خالص عربی نسل ہی سے نہ تھا۔ بلکہ محمد صاحب پیغمبر خدا کے خاندان میں تھا یعنی بنی ہاشم تھا۔ اور اسی وجہ سے عربوں کا گروہ فطرتاً امین ہی کا ولیعہد ہونا پسند کرتا تھا۔ امین میں عربوں کی مانند تمام خوبیاں تھیں وہ بڑا

حسین اور خوبصورت شجاع اور بہادر تھا لیکن اُس میں لیاقت انتظامی بالکل نہ تھی۔ عیش وعشرت میں پڑا رہتا تھا۔ برعکس اسکے عبداللہ المامون۔ ایک ایرانی عورت کے بطن سے تھا اور اس لیے ایرانی گروہ کی فطرتاً سب سے زیادہ خواہش یہ تھی کہ المامون ہی ولیعہد مقرر ہوئے علاوہ ازیں مامون میں عقل وتمیز بہت تھی اور اُلوالعزم بھی تھا۔

ہاروں رشید اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ میرے مرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں جنگ ہو کے رہیگی۔ گو کہ یہ دونوں از خود لڑائی نکرینگے مگر لوگ انکو آپس میں ضرور لڑاوینگے۔ چونکہ عربوں کے گروہ کو بعد زوال خاندان برامکہ کے جو عروج حاصل ہو گیا ہے اِس لیے وہ خلقی طور سے اپنے فریق کو اور زیادہ طاقتور اور اپنے تئیں مقتدر بنانے کے لیے ایسے شہزادہ کا تخت پر بٹھینا چاہیں گے کہ جو ماں اُسکے خالص عربی النسل ہو۔ اور برخلاف اُسکے ایرانی گروہ اپنی زائل شدہ قوت پھر حاصل کرنے کے لیے اور مقتدر بننے کی کوشش کرنے میں یہ خواہش کرینگے کہ ایسا خلیفہ مقرر ہووے جو ایرانیوں کا بالکل طرفدار ہو۔ یہ بات اب صاف طور سے معلوم ہوتی تھی۔ کہ عرب اور ایرانیوں میں جو دشمنی ہمیشہ سے چلی آرہی ہے وہ ان ہر دو شہزادگان کے نام سے بدیر یا جلدی جنگ و جدل کی صورت میں ظاہر ہونے والی ہے۔

ہاروں رشید کا سلطنت کو بیٹوں میں تقسیم کرنا

اِس خوفناک اندیشہ کے دفعیہ کے لیے ہاروں رشید نے یہ تدبیر کی کہ اپنی سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا جسکی رو سے مامون کے حصہ میں مشرقی صوبجات جہاں ایرانی عنصر کا زیادہ زور تھا آئے۔ اور اسبات کی قرار داد ہو گئی کہ مامون اپنا دارالسلطنت مرو کو مقرر کرے گا۔ اور امین کے حصہ میں عرب اور عراق شام و مصر اور شمالی افریقہ کے ملک آئے جہاں کہ عربوں ہی کا اقتدار تھا۔ ماسوا اسکے امین کے

حصہ میں بغداد کی سلطنت اور مقدس شہروں (حرمین شریفین) کی متولیت بھی آئی اور ہارون رشید کی وفات کے بعد امین کا مذہب اسلام کا دینی پیشوا (خلیفہ) مقرر ہونا بھی قرار پاگیا۔

اور یہ بھی معاہدہ ہوگیا کہ اگر دونوں میں سے کوئی مرجائے تو اُس کے بعد جو زندہ رہے اُسی کو تمام سلطنت کی حکومت اور خلافت بطریق حق بازگشت کے ملے گی۔ اگر اس معاہدہ اور قرارداد کی تمام کارروائی کو پیش بینی اور مآل اندیشی اور احتیاط سے خالی نہ کہا جاوے تو یہ آخری شرط تو اس معاہدہ کی جسقدر خوفناک تھی اُس کا بیان فضول ہے۔ ہارون رشید نے جب اِس تقسیم کا ارادہ کرلیا تو حج کرنے کے لیے مکہ شریف گیا اور ان دونوں بیٹوں کو اپنے ہمراہ لیگیا۔ تاکہ تقسیم سلطنت کا جو انتظام کہ اُسنے کیا ہے اُسکی پابندی کی دونوں برادروں سے اُس مقدس جگہ میں حلف لے۔ چنانچہ خاص کعبہ کے اندر اُن دونوں سے قسم کھائی اور معاہدہ کیا کہ ہمارے والد مکرم نے جو کچھ انتظام ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے اُس پر ہم پابند رہیں گے اور مذہبی طور سے بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے حقوق کے لیے پابند رہیں گے جس وثیقہ پر یہ شرائط تحریر تھیں اُس پر سلطنت کے بڑے بڑے ارکان اور اعلیٰ افسروں اور خاندان شاہی کے دستخط بطور شاہدوں کے ثبت کرائے گئے۔ پھر یہ وثیقہ کعبہ شریف کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا۔ جو شخص کہ درِ کعبہ پر یہ کاغذ آویزاں کرنے گیا اُسکے ہاتھ میں سے چھوٹ کر یہ وثیقہ زمین پر گر پڑا۔ تمام حاضرین نے اُسکو بدفالی خیال کیا گو درحقیقت اُسکے نتائج کی پیش بینی کے لیے کسی فال وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

یہ مسئلہ جانشینی ہارون رشید کو بہت پریشان اور بے چین رکھا کرتا تھا ذیل کی حکایت سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

الکسائی (کسائی نحوی)، جو اُس زمانہ کا ایک بہت بڑا مشہور عالم و فاضل تھا ذکر کرتا ہے

کہ میں ایک دن خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں حاضر ہوا۔ بعد معمولی سلام و آداب کے میں اپنے گھر جانا ہی تھا کہ ہارون رشید نے مجکو حکم دیا کہ ذرا بیٹھے رہو۔ پھر جب تمام درباری رخصت ہو گئے صرف میں اور خلیفہ کے دو چار عزیز اور ندیم رہ گئے تو خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ اے علی کیا تم محمد و عبداللہ (امین و مامون) سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین مجھے تو اُنکے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور مجھے تو یہ دیکھکر بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے امیرالمؤمنین کے گھر میں اُنکو پیدا کیا۔ یہ سُن کر ہارون رشید نے اُن دونوں کو بُلوایا اور تھوڑی دیر میں وہ مثل چمکتے ہوے ستاروں کے سامنے آ گئے۔ نہایت ادب اور رعب وداب سے وہ دونوں نیچی نظریں کیے ہوے کمرہ کے وسط میں آ گئے۔ ہارون رشید نے امین کو اپنے دست راست اور مامون کو اپنے دست چپ کی جانب بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھسے فرمایا کہ قرآن شریف اور دیگر علوم میں اُنکا امتحان لو اُن دونوں نے میرے تمام سوالات کا ایسے جلدی جلدی تہذیب کے ساتھ جواب دیا کہ ہارون رشید کی طبیعت نہایت خوش اور محظوظ ہوئی اور پھر خلیفہ نے اُن دونوں کو سینہ سے لگا کے اور خوب پیار کر کے رخصت کر دیا اور جب وہ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ہارون رشید کے رخساروں پر آنسو بہ رہے ہیں۔ میرے دریافت کرنے پر خلیفہ نے فرمایا کہ مجھے اس خیال نے رُلا دیا کہ ان دونوں بھائیوں میں آیندہ بڑے بڑے جھگڑے اور لڑائیاں ہونگی۔ خلیفہ کو اُس وقت بھی اُنکا آیندہ حال معلوم تھا۔ گروہ عرب نے ابتدا ہی سے ہارون رشید پر زور ڈال رکھا تھا کہ وہ امین ہی کو اپنا جانشین مقرر فرماوے۔

نعمانی شاعر

ایک شاعر النعمانی نے اِس مضمون پر خلیفہ کے حضور میں ایک ایسی مؤثر تقریر کی کہ ہارون رشید نے اُس سے فرمایا کہ اے نعمانی خوش ہو کہ تیری خواہش کے مطابق میرا

جانشین امین ہی ہوگا۔ اُسنے عرض کیا کہ اَے امیرالمؤمنین مَیں اب ایسا خوش ہوا ہوں کہ جیسے بارش سے سبزی اور فرزند کے ہونے سے زنِ عقیمہ۔ اور بیمار ازسرِ نو صحت پانے سے خوش ہوتا ہے۔ امین ایک بے نظیر اور لاثانی شہزادہ ہے اور وہ اپنی بقا سے شہرت اور عزت کے لیے سرگرم رہے گا اور اپنے عملوں سے اپنے پیشرو خلفاء کا نظیر ہوگا۔ ہارون رشید نے پھر اس سے پوچھا کہ تمھارا خیال اُسکے بھائی ماموں کی نسبت کیا ہے اُس نے عرض کیا کہ وہ مثل اچھی گھاس کے ہے لیکن سعدان[1] کی مانند نہیں ہے۔ ہارون رشید نے کہا کہ اللہ تعالی اس ریگستانی عرب کو ضائع کرے کہ یہ تشبیہ کس طرح بنا دیتا ہے۔ اگر مجھ سے پوچھا جاوے تو خدا کی قسم مَیں ماموں کے اندر خلیفہ منصور کا عزم خلیفہ مہدی کا رحم اور خلیفہ ہادی کی شان وشوکت پاتا ہوں۔ اگر مَیں اسکو چوتھے[2] سے بھی تشبیہ دوں یعنی (پیغمبر خدا سے) تو ماموں اس بات کا بھی مستحق ہے۔

اصمعی کی روایت

الاصمعی[3] بیان کرتا ہے کہ مَیں نے ایک دن خلیفہ ہارون رشید کو ایک غیر معمولی حالتِ اضطراب میں پایا۔ گاہ بیٹھ جاتا اور کبھی پلنگ پر لیٹ جاتا تھا۔ جبکہ مَیں خلیفہ کے حضور میں داخل ہوا تو خلیفہ آبدیدہ تھا اور آہستہ آہستہ اشعار پڑھ رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تمام اقوام پر

---

[1] سعدان ایک کانٹوں دار پودا ہوتا ہے مویشی کے لیے نہایت مفید پودا ہے اسکے کھانے سے مویشی موٹے اور ترو تازہ ہو جاتے ہیں یہ تمام فقرہ عرب میں ضرب المثل ہے ۱۲

[2] پیغمبر صاحب سے نہیں بلکہ انھیں ناموں کی ترتیب سے ہارون رشید چوتھا خلیفہ ہوتا ہے اُس نے اپنے سے تشبیہ دینے کے لیے اشارہ کیا تھا جس طرح کہ دیگر عربی تاریخوں میں موجود ہے۔ یہ لفظی غلطی اغلباً مشہر یا مترجم نظر ثانی کے وقت بھی شاید بسبب سہو نظر انداز ہونے کے درست نہ کیجا سکی فقط ۱۲ از مصباح مترجم

[3] اصمعی ایک بڑا عالم بصرہ کا رہنے والا تھا عربی علم لغت قریباً ایک خمس اسکی روایت سے مدون ہوا ہے۔ بڑا شاعر تھا ہر قسم کے اشعار ایک طرف صرف رجز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے صاحب تصنیف بھی ہے ذہین بہت تھا ۱۲۲ھ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۱۶ھ ہجری میں مر گیا ۱۲ از مصباح مترجم

اُسی شخص کو حکومت کرنے دو کہ جو مستقل مزاج اور خالص دل رکھتا ہو۔ اور متلون المزاج بیوقوف شخص کو بادشاہ نہ کرو چونکہ اُسکے خیالات اور اقوال پر کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا" یہ اشعار سن کر مَیں نے خیال کیا کہ خلیفہ آج کسی ضروری تجویز کے سوچنے میں مشغول ہے تھوڑی دیر میں خلیفہ نے مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ یحییٰ کو بُلا لا۔ چنانچہ اس امر سے میرے خیال کی اور تصدیق ہو گئی۔ جب یہ بوڑھا وزیر اعظم حاضر ہو گیا تو ہارون رشید نے اُس سے کہا کہ اے ابوالفضل[۵] ! حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وصیت کیئے ایسے وقت میں وفات پائی جبکہ اسلام کا گویا زمانہ طفولیت ہی تھا اور مذہب تازہ تازہ تھا۔ آنحضرت کیوجہ سے کل عرب کی اقوام متحد اور متفق ہو گئیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حظرہ اور جاہلیت کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے اِن عربوں پر رحمت فرما کر انکو عزت عطا فرمائی۔ اس کے بعد خلافت کے جھگڑے اُٹھے جنکے وہ وہ صدمے وہ پُہنچے ہوئے کہ جن سے تم بھی خوب واقف ہو۔ لہذا میرا یہ ارادہ ہے کہ میرے بعد کے جانشینوں کے لیے مَیں کچھ انتظام کر جاؤں۔ اور خلافت اُسکو سونپوں کہ جسکا چال وچلن اور عادات واطوار مجھے پسند ہوں اور جسکی ملکداری (ڈپلومیٹیکل) کی لیاقتوں پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو۔ مَیں عبداللہ (المامون) کو اس قابل سمجھتا ہوں۔ لیکن بنی ہاشم یہ چاہتے ہیں کہ مَیں محمد (امین) کو اپنا جانشین مقرر کروں اور اس میں عرب اپنے لئے بہتری سمجھتے ہیں گو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امین متلون المزاج فضول خرچ ہے اور عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا ہے اور عورتوں کے کہنے میں بہت ہے۔ اب اگر مَیں عبداللہ کو امین پر ترجیح دیتا ہوں تو بنی ہاشم

---

[۵] عموماً مسلمانوں کا نام اپنے بڑے بیٹے کے نام پر لفظ ابو (باپ) زیادہ کرنے سے مشہور ہو جاتا ہے مثلاً یحییٰ۔ ابوالفضل کے نام سے (یعنی فضل کا باپ) مشہور ہے۔ اور فضل اسکے بڑے بیٹے کا نام تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے قاسم کی وجہ سے ابوالقاسم مشہور تھے۔ قاسم طفولیت ہی میں فوت ہو گئے ۱۲ از مصباح مترجم

مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور اگر میں امین کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ سلطنت میں بڑی خرابیاں نمودار ہو جاوینگی۔ آخر کار بعد طول طویل مشورہ کے ان دونوں کی یہی رائے قرار پائی کہ سلطنت منقسم کردیجائے۔ جس کا حال اس سے پہلے تحریر ہو چکا ہے۔

زبیدہ خاتون کی شکایت۔

زبیدہ نے بھی اپنے بیٹے کی طرفداری میں اپنے خاوند پر زور بہت ڈالا اور اس بات کی سخت شکایت کی کہ آپنے ماموں کو تو فوجی مصارف کے لیے زر نقد عطا فرمایا اور امین کو کچھ نہ دیا۔ ہارون رشید نے غصہ سے جواب دیا کہ تم میرے کاموں کی چھان بین کرنے والی کون ہوتی ہو۔ تمھارے بیٹے کے حصے میں جو ملک آیا ہے وہ بڑا امن اور انتظام والا ملک ہے اور عبداللہ کے حصہ میں جو صوبجات آئے ہیں وہ بڑے بغاوت انگیز ہیں۔ وہاں ہمیشہ جنگ وجدل رہتا ہے اس لیے عبداللہ کو فوج اور روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے مجھے اس بات کا بالکل خوف نہیں ہے کہ عبداللہ سے تمھارے بیٹے کو کسی قسم کا خوف ہوگا بلکہ مجکو بڑا خوف یہ ہے کہ تمھارے بیٹے سے عبداللہ کو بہت خطرہ ہوگا۔

خلیفہ کی صحت بوقت روانگی جانب خراسان

خلیفہ ہارون رشید جب خراسان کی جانب روانہ ہوا تو اُسکی صحت اچھی نہ تھی۔ اور اس لیے دونوں شہزادوں کے طرفداروں کو یہ بات ضروری ہوگئی کہ وہ اب ہوشیار رہیں اور ہر بات کی خبر دیتے رہیں اور یہ دونوں فریق اب اپنے بادشاہ کی موت کے منتظر رہتے تھے تاکہ اُنکی علت غائی اور مقصد براری کے لیے راہ کھلے۔ اور یہ انتظار اُنکو زیادہ عرصہ تک نہ کھینچنا پڑا۔ ہارون رشید نے خراسان کیجانب ابھی دو چار ہی منزلیں طے کی ہونگی کہ اُسنے

الصباح التباری سے خلیفہ کا تخلیہ

اپنے ایک ندیم سے جس کا نام الصّباح التباری تھا یہ کہا کہ مَیں خیال کرتا ہوں کہ مَیں تم لوگوں میں اب زیادہ عرصہ تک نہ رہوں گا اب میری موت قریب ہے۔ کیونکہ جو تکلیف مجھے ہے

اُسی شخص کو حکومت کرنے دو کہ جو مستقل مزاج اور خالص دل رکھتا ہو۔ اور متلون المزاج بیہودہ شخص کو بادشاہ نہ کرو چونکہ اُسکے خیالات اور اقوال پر کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔" یہ اشعار سُن کر مَیں نے خیال کیا کہ خلیفہ آج کسی ضروری تجویز کے سوچنے میں مشغول ہے تھوڑی دیر میں خلیفہ نے مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ یحییٰ کو بُلا لا۔ چنانچہ اس امر سے میرے خیال کی اور تصدیق ہو گئی۔ جب یہ بوڑھا وزیر اعظم حاضر ہو گیا تو ہاروں رشید نے اُس سے کہا کہ اے ابوالفضل[1]! حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وصیت کیئے ایسے وقت میں وفات پائی جبکہ اسلام کا گویا زمانہ طفولیت ہی تھا اور مذہب تازہ تازہ تھا۔ آنحضرت کیوجہ سے کل عرب کی اقوام متحد اور متفق ہو گئیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حظرہ اور جاہلیت کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے اِن عربوں پر رحمت فرما کر انکو عزت عطا فرمائی۔ اس کے بعد خلافت کے جھگڑے اُٹھے جنکے وہ وہ صدمے وہ نتیجے ہوئے کہ جن سے تم بھی خوب واقف ہو۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ میرے بعد کے جانشینوں کے لیے مَیں کچھ انتظام کر جاؤں۔ اور خلافت اُسکو سونپوں کہ جسکا چال وچلن اور عادات واطوار مجھے پسند ہوں اور جسکی ملکداری (پولیٹیکل) کی لیاقتوں پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو۔ مَیں عبداللہ (المامون) کو اس قابل سمجھتا ہوں۔ لیکن بنی ہاشم یہ چاہتے ہیں کہ مَیں محمد (امین) کو اپنا جانشین مقرر کروں اور اس میں عرب اپنے لئے بہتری سمجھتے ہیں تو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امین متلون المزاج فضول خرچ ہے اور عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا ہے اور عورتوں کے کہنے میں بہت ہے۔ اب اگر مَیں عبداللہ کو امین پر ترجیح دیتا ہوں تو بنی ہاشم

---

[1] عموماً مسلمانوں کا نام اپنے بڑے بیٹے کے نام پر لفظ ابو (باپ) زیادہ کرنے سے مشہور ہو جاتا ہے مثلاً یحییٰ۔ ابوالفضل کے نام سے (یعنی فضل کا باپ) مشہور ہے۔ اور فضل اسکے بڑے بیٹے کا نام تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے قاسم کی وجہ سے ابوالقاسم مشہور تھے۔ قاسم طفولیت ہی میں فوت ہو گیئے ۱۲ از مصباح مترجم

مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور اگر میں امین کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں تو مجھے اِس بات کا خوف ہے کہ سلطنت میں بڑی خرابیاں نمودار ہوجاوینگی۔ آخر کار بعد طول طویل مشورہ کے اُن دونوں کی یہی رائے قرار پائی کہ سلطنت منقسم کردیجائے۔ جس کا حال اس سے پہلے تحریر ہوچکا ہے۔

زبیدہ خاتون کی شکایت۔

زبیدہ نے بھی اپنے بیٹے کی طرفداری میں اپنے خاوند پر زور بہت ڈالا اور اس بات کی سخت شکایت کی کہ آپنے ماموں کو تو فوجی مصارف کے لیے زرِ نقد عطا فرمایا اور امین کو کچھ نہ دیا۔ ہارون رشید نے غصہ سے جواب دیا کہ تم میرے کاموں کی چھان بین کرنے والی کون ہوتی ہو۔ تمھارے بیٹے کے حصے میں جو ملک آیا ہے وہ بڑا امن اور انتظام والا ملک ہے اور عبداللہ کے حصہ میں جو صوبجات آئے ہیں وہ بڑے بغاوت انگیز ہیں۔ وہاں ہمیشہ جنگ وجدل رہتا ہے اِس لیے عبداللہ کو فوج اور روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے مجھے اِس بات کا بالکل خوف نہیں ہے کہ عبداللہ سے تمھارے بیٹے کو کسی قسم کا خوف ہوگا بلکہ مجکو بڑا خوف یہ ہے کہ تمھارے بیٹے سے عبداللہ کو بہت خطرہ ہوگا۔

خلیفہ کی صحت اور روانگی جانب خراسان

خلیفہ ہارون رشید جب خراسان کی جانب روانہ ہوا تو اُسکی صحت اچھی نہ تھی۔ اور اس لیے دونوں شہزادوں کے طرفداروں کو یہ بات ضروری ہوگئی کہ وہ اب ہوشیار رہیں اور ہر بات کی خبر دیتے رہیں اور یہ دونوں فریق اب اپنے بادشاہ کی موت کے منتظر رہتے تھے تاکہ اُنکی علت غائی اور مقصد براری کے لیے راہ کھلے۔ اور یہ انتظار اُنکو زیادہ عرصہ تک نہ کھینچنا پڑا۔ ہارون رشید نے خراسان کیجانب ابھی دو چار ہی منزلیں طے کی ہونگی کہ اُسنے

الصباح التباری سے خلیفہ کا تخلیہ

اپنے ایک ندیم سے جس کا نام الصّباح التباری تھا یہ کہا کہ مَیں خیال کرتا ہوں کہ مَیں تم لوگوں میں اب زیادہ عرصہ تک نہ رہوں گا اب میری موت قریب ہے۔ کیونکہ جو تکلیف مجھے ہے

تم اس سے واقف نہیں ہو۔ الصبّاح نے ہارون رشید کی تسلّی اور طمانیت کے لیے
کوشش کی۔ اس بات پر ہارون الرشید ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا
اور جو خدمت گار اور ملازم کہ ہمرکاب تھے اُن کو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور تخلیہ کردو
جب سب ہٹ گئے تو خلیفہ نے اپنے کپڑے اُتارے اور صبّاح کو ایک ریشم کی پٹی اپنے
جسم پر بندھی ہوئی دکھائی۔ اُس پٹی سے خلیفہ نے اپنا سارا بدن کس رکھا تھا۔ پھر صباح
سے مخاطب ہو کے کہا کہ مَیں بہت بیمار ہوں اور میرے بدن میں سخت درد ہے۔ لیکن
میں اپنی حالت سے کسی شخص کو آگاہ نہیں کرتا ہوں۔ چونکہ میرے تمام نوکر میرے گرداگرد
میرے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک کے جاسوس ہیں۔ ماموں کی جانب سے مسرور میرا
نگراں ہے اور جبرئیل[1] بن بختیشوع امین کیجانب سے جاسوس ہے اور اس جگہ کوئی ایسا
شخص نہیں ہے جو میرے سانس نہ گنتا ہو اور اُس وقت کا کہ جب تک میری زندگی ہے
شمار نکرتا ہو۔ اِس بات کی تصدیق کے لیے دیکھو۔ مَیں ایک گھوڑا لانے کے لیے
حکم کرتا ہوں اور اب تم دیکھ لینا کہ ایک نہایت تھکا ماندہ اور اڑیل گھوڑا حاضر کرینگے
تاکہ مجھ کو اور زیادہ سخت تکلیف ہو۔ لیکن اِس بات کا تم کسی سے ذکر نہ کرنا۔ صبّاح نے یہ سُنکر

جبرئیل بن بختیشوع طبیب

---

[1] جبرئیل بن بختیشوع بن جارجس یونانی۔ دربار ہارون رشید کا مشہور و فاضل طبیب تھا۔ اُسکے علاج بڑے بڑے معرکے کے مشہور ہیں ۱۷۵ھ ہجری جبکہ جعفر برمکی بیمار ہوا تو خلیفہ نے اسی طبیب کو علاج کے لیے مقرر کیا تھا۔ دربار رشید میں اس کا رتبہ وزارت سے کم نہ تھا جب امین تخت نشین ہوا تو وہ بھی اُسکی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اُس کے پانی تک نہ پیتا تھا تیرہ برس ہارون رشید کی اسنے خدمت کی۔ عہد ماموں میں بمقام مدائن ۲۱۳ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور دیر مالس میں دفن ہوا۔ علاوہ طب کے دیگر فن میں بھی اُسکی تصنیفات ہیں۔ ہارون کی بے تعصبی کی اس حکیم کی نظیر سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ باوجودیکہ ایسا عظیم القدر شہنشاہ تھا تکلف و تعصب مزاج میں برائے نام بھی نہ تھا۔ جبرئیل اور بختیشوع وغیرہ عیسائی اطبا کا جو اعزاز دربار میں تھا آج اُسکی نظیر سے یورپ اور ایشیا خالی ہے۔ جو عزت عیسائیوں کو دربار میں تھی ویسا ہی مرتبہ یہودی پارسی۔ ہندو علما اور حکما کا بھی تھا ۱۲۔ از مصباح احمد تحریم

دیر در مالس میں دفن ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ احکم الحاکمین خلیفہ کی عمر دراز کرے۔ پھر جب خلیفہ نے گھوڑا منگایا تو درحقیقت وہ گھوڑا ایسا ہی نکلا جیسے کہ خلیفہ نے اول ہی پیشین گوئی کر دی تھی۔ خلیفہ نے صباح کی جانب ایک نظر اٹھا کر دیکھا۔ گویا اشارہ تھا کہ میں جیسا کہتا تھا وہی بات ہے کہ نہیں اور پھر کسی سے ایک لفظ بھی بولے بغیر سوار ہو گیا۔

عبرت

اس حکایت سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس عظیم القدر شہنشاہ ہارون رشید اعظم کی سلطنت کا آخری زمانہ کسقدر رنج اور مصیبت میں گزرا ہے۔ خود بینی اور حد اعتدال سے متجاوز فخر و تکبر کی وجہ سے اُسنے اپنے سب سے عمدہ دوستوں کو مستاصل اور اپنے رشتہ داروں کے دلوں سے اپنی محبت زائل کر دی تھی۔ اور اپنی رعایا کے دلوں میں بجائے الفت اور محبت کے خوف اور ہیبت دلنشین کر دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ میرے بیٹے میری موت کا بڑی آرزو کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں اور میں اُنکے لیے جو ورثہ چھوڑ جاؤنگا اُس پر وہ مثل دو کتوں کے لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جائے عبرت ہے کہ یہ طاقتور اور عظیم الشان خلیفہ کہ جسکے سر کے ایک اشارے سے ایک سلطنت کی سلطنت متزلزل اور ویران ہو سکتی تھی اپنے خاص طبیب سے اپنی اُس تکلیف دہ بیماری کا حال کہ جس میں وہ مبتلا تھا ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ نہ اپنے ملازموں سے ایک اور عمدہ گھوڑے کے حاضر کرنیکے لیے حکم دیتا ہے۔

اِس مہم کے دوران میں ہارون الرشید اپنے وزرا پر ہمیشہ ناراضگی ظاہر کرتا رہا اور باوجودیکہ خود ہی اس امر کا بانی تھا مگر خاندان برامکہ کی ہر موقع کارروائیاں اور عمدہ مشوروں کو یاد کر کے وہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ میں نے اُنکی قدر نکی۔

خلیفہ نے کرمان شاہ میں فوج سے گفتگو کی۔

حلوان کی پہاڑیوں کو عبور کر کے ہاروں رشید نے شہر کرمان شاہ میں قیام کیا

اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ "مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں ہمیشہ فوجی کارروائی
کی ضرورت رہی۔ مغرب میں تو اب امن وامان ہے اور اب میں مشرق میں بھی بغاوتیں
وغیرہ فرو کر کے امن وامان قایم کرنا چاہتا ہوں۔ گو کہ یحییٰ اور اُسکے بیٹے اب مجھے اپنے
مشوروں سے مدد دینے کے لیے موجود نہیں ہیں"۔

فضل بن ربیع وزیر اعظم۔

اِس مہم میں نیا وزیر اعظم فضل بن ربیع بھی خلیفہ کے ہم رکاب تھا۔ اِس فضل کا باپ
خلیفہ المہدی والد ہارون رشید کے عہد میں وزیر تھا اور خلیفہ الہادی کے مختصر عہد حکومت
میں یہ فضل خود بھی وزیر رہ چکا تھا۔ مگر ہارون رشید نے تخت پر جلوس فرماتے ہی اُسکو
موقوف کر کے یحییٰ برمکی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا تھا۔ بعد ازاں یحییٰ اور اُسکے بیٹوں نے
اُس سے اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ اُس سے بہ تکبر پیش آئے تھے۔ اِس لیے فضل کو برامکہ
سے کچھ اُنس نہ تھا۔ برامکہ کے زوال واستیصال کے بعد یہ فضل وزیر اعظم مقرر ہوا اور
عربوں کا سرگروہ تسلیم کیا گیا۔

خلیفہ کا طوس میں پہونچنا۔

طوس کے نواح میں پہونچکر ہارون رشید نے اب بھی اپنی ناطاقتی اور کمزوری کے
چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن اب وہ ایسا صاحب فراش ہو گیا کہ خدام وملازم اُس کو پکڑ کر
اُٹھاتے بٹھاتے تھے اُسکی بیماری کی اس حالت سے تمام فوج میں بڑی گھبراہٹ
پڑ گئی۔ جب اُسکو یہ بات معلوم ہوئی تو ہارون رشید نے گھوڑے پر سوار ہونے کی
بڑی کوشش کی تاکہ فوج اُسکو بچشم خود دیکھکر تسلی اور قرار پکڑے۔ خلیفہ نے اول تو ایک
بڑے عربی اسپ پر اور پھر ایک یابو پر اور بعد سب کے ایک خچر پر چڑھنے کی بار بار کوشش
کی مگر وہ چڑھ نہ سکا۔ اِس لیے اُسنے غلاموں کو حکم دیا کہ مجکو واپس لیچلو۔ واپس لیچلو۔
واللہ لوگ سچے ہیں۔

ہارون رشید کو ملہم غیبی کا طوس میں دفن ہونیکی اطلاع دینا

جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی بیان کرتا ہے کہ مَیں ایک دن شہر رقہ میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا کہ خلیفہ بالکل چپ چاپ لیٹا ہوا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے نہ کچھ حرکت کرتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ امیر المومنین کیسی طبیعت ہو رہی ہے۔ ہارون رشید نے فرمایا کہ آج رات مجھے ایک الہام ہوا ہے جسکی وجہ سے میری روح پر صدمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آج شب ایک ہاتھ اور ایک بازو جسکو میں پہچانتا ہوں مگر میں اُسکے مالک کا نام بھول گیا ہوں میرے بستر کے نیچے سے برآمد ہوا اور مجھے کچھ سُرخ مٹی دکھائی۔ پھر اُسی وقت ہاتفِ غیب نے یہ آواز دی کہ یہ اُس زمین کی مٹی ہے جہاں تم دفن کیے جاؤ گے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ اُس ملک کا نام کیا ہے۔ پھر ہاتفِ غیب نے یہ جواب دیا کہ اُس ملک کا نام طوس ہے۔ جبرئیل کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں نے ہارون رشید کی تشفی اور تسکین کی اور کہا کہ امیر المومنین معدہ کی بُرائی کیوجہ سے یا سلطنت کے اُس حصہ میں جو بغاوت ہو رہی ہے اُس کا خیال بندھ گیا ہوگا۔ اِس وجہ سے آپنے یہ خواب پریشان دیکھا ہے آپ کچھ فکر ہرگز نہ کریں خدانخواستہ یہ بات سچ کیوں ہونے لگی اب آپ آرام فرماویں اور دل کو اور باتوں سے بہلاویں میری اس طرح کی گفتگو سے خلیفہ کے خیالات پریشان بہت جلد تبدیل ہو گئے۔ لیکن طوس کی لال مٹی ہی میں خلیفہ کا دفن ہونا مقدر ہو چکا تھا۔

رفیع ابن لیث کی بغاوت کے فرو کرنیکے دوران میں ہارون رشید نے طوس کے قریب ایک گاؤں میں قیام کیا یکایک بڑے جوش کے ساتھ اُسکے پیر کانپنے لگے اور خلیفہ سے کھڑا نہ ہوا جا سکا۔ غلام اور خدام اور اُسکی حرم و مستورات اُسکے گرد اگرد جمع ہو گئیں اُس وقت خلیفہ نے جبرئیل بن بختیشوع سے کہا کہ طوس کی بابت رقہ میں جو مجھے الہام ہوا تھا اور مَیں نے تم سے اُسکی بابت ذکر کیا تھا وہ بات تمھیں یاد ہے کہ نہیں۔

پھر خلیفہ نے سر اٹھا کر مسرور کیجانب دیکھکر اسکو حکم دیا کہ اس باغ کی جہاں میں مقیم ہوں ذراسی مٹی اٹھا لا۔ مسرور فوراً اس باغ کی مٹی اپنی کھلی ہتیلی پر لے کر حاضر ہوا اور ہارون رشید کو دکھلائی۔ خلیفہ نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہی سُرخ مٹی ہے اور یہ وہی ہاتھ اور بازو ہے جو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ خلیفہ سے پھر ضبط نہ ہوسکا۔ مثل بچوں کے رونے اور سُبکیاں لینے لگا۔

بشیر بن لیث کی گرفتاری

ہارون رشید کی اِس قابلِ رحم حالت کے وقت بشیر برادرِ رفیع سرغنۂ باغیان قید ہو کر کیمپ شاہی میں لایا گیا۔ ہارون رشید نے اُسکو اپنے حضور میں بُلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر میری زندگی میں صرف اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ مَیں اپنے ہونٹ ہی ہلا سکتا تو اُس وقت تو میں یہ کہتا کہ اسکو مار ڈالو۔ پھر ایک قصاب کو بُلا کر خلیفہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اِس زندہ قیدی کا ایک ایک عضو کٹوا کر ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ جب اس خوفناک سزا کی تعمیل ہو چکی تو خلیفہ کو غش آگیا۔ ہارون رشید اعظم کا بطور شاہنشاہ کے یہی آخری کام تھا۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو اُسکو معلوم ہو گیا کہ اب میرا وقت قریب آلگا لبقولیکہ۔

آن پہونچی سر گردابِ فنا کشتیِ عمر ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھوکا ہم کو

ہارون رشید کا موت کے لیے تیار ہونا

ہارون رشید نے اپنے خادموں اور غلاموں کو حکم دیا کہ مَیں جس مکان میں بیٹھا ہوا ہوں یہیں میرے لیے ایک قبر کھود دو۔ بعد اس کے بہت سے حافظوں کو بُلوایا جنھوں نے دو دو تین تین پارے پڑھ کے تمام قرآن شریف اُسکو سُنایا۔ خلیفہ اس اثنا میں اپنی قبر کے کنارے ایک پلنگ پر لیٹا رہا۔

انتقال سے پیشتر خلیفہ کو ایک اور غش آیا اور جب ہوش آیا تو اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے وزیر کیطرف دیکھکر تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے فضل! اور کیا وہ وقت

آپونہچا جس کا مجکو خوف تھا دیکھو حاضرین کی آنکھیں میری جانب نگراں ہیں جو لوگ گزشتہ زمانہ میں ہم پر حسد کرتے تھے وہ اب ہم کو بنظر ترحم دیکھ رہے ہیں۔ ہم سب کو صبر کرنا چاہیئے جو قسمت میں ہے وہ ہوکر رہے گا۔ مَیں اب اُن دوستوں کے لیے روتا ہوں جنسے میں محبت کیا کرتا تھا۔ درحقیقت میرا یہ سب عیش وعشرت فانی تھا جو اب پھر نہیں آویگا۔ اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خلیفہ نے ایک موٹا کمبل لانے کے لیے حکم دیا۔

سہل بن سعد سے خلیفہ کی گفتگو۔

اور اُسکو اوڑھ کر اپنے ایک ملازم سہل ابنِ سعد کی کمر پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اِس کے بعد فوراً خلیفہ کو بیماری اور تکلیف کا دورہ شروع ہوا۔ سہل خلیفہ کے سنبھالنے کے لیے کُودا خلیفہ نے اُسکو حکم دیا کہ نہیں کچھ نہیں۔ تُو پھر اسی طرح آکر بیٹھ جا اور تو کہاں ہے۔ سہل نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین میں یہیں حاضر ہوں گو مَیں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں لیکن امیرالمؤمنین کی تکلیف دیکھکر مجکو سخت رنج ہے یہ سُن کر ہاروں رشید نے بڑے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ اَے سہل! یاد رکھ ایک شاعر نے جو ذیل کے مضمون کا شعر کہا ہے اُس کا مصداق مَیں اِس وقت ہو رہا ہوں۔ اُس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مَیں ایک بہادر قوم کی نسل سے ہوں اِس وجہ سے میں اس وقت سخت ترین تکلیف کو بڑے استقلال اور رضا سے برداشت کر رہا ہوں"

ہاروں رشید کی وفات

ہاروں رشید کی یہ آخری کوشش تھی اور اس سے تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم فضل اور مسرور اور ایک یا دو دیگر درباریوں کے سامنے خلیفہ ہاروں رشید نے اپنا آخری سانس لیا اور وفات پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہاروں رشید کی وصیت

ہاروں رشید نے اپنے وزیر کو آخری ہدایت اور احکام یہ دیے تھے کہ میرے مرنے کے بعد تمام فوج اور خزانہ جو میرے ساتھ ہے وہ ماموں کو دیدینا تاکہ وہ خراسان کی بغاوت

بآسانی فرو کرسکے اور سلطنت میں سے اُس کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر امن و امان کی حالت میں قبضہ کرسکے۔

مگر اس وزیر کو اپنے فریق کے فوائد زیادہ مدنظر تھے۔ ہارون رشید کو دفناتے ہی وہ امین سے ملنے کے لیے بغداد کو روانہ ہوگیا۔ ماموں نے ایک سفیر کو بھیجکر اُس کے ٹھیرنے کے لیے کہلا بھیجا مگر اُس نے ماموں کے اعتراضوں کی کچھ پروا نکی اور بغداد چلا آیا۔

ماموں کا غصہ فضل بن ربیع پر اور اُسکے وزیر کی نصیحت۔

فضل ابن ربیع کی اس بغاوت پر ماموں کو نہایت طیش آیا۔ ماموں کی جانب اُس کا وزیر فضل ابن سہل تھا یہ ایرانیوں کا نہایت طرفدار تھا اور اپنے ہمنام یعنی امین کے وزیر (فضل ابن ربیع) سے اُسکی بہت دشمنی تھی اُس نے اپنے آقا (ماموں) سے کہا کہ اب آپکو ایک قطعی فیصلہ کرنے والی لڑائی کے لیے ضرور تیار رہونا چاہیئے کیونکہ آپکے بھائی کے وزیر نے جو آپ کو فوج اور خزانہ نہیں دیا اس سے اُس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکے حصہ میں بطور وراثت جو سلطنت آئی ہے اُس کے حصول سے آپ کو محروم کردے۔ اُس نے ماموں کے دل میں یہ بات بھی ذہن نشین کردی کہ ابو مسلم کے زمانہ میں ایرانیوں کے زور بازو ہی کی وجہ سے عباسیوں کو سلطنت اور عروج حاصل ہوا تھا اور اگر اب بھی آپ ایرانیوں کی دلجمعی اور تسخیر قلوب کرلیں گے تو آپ بہت قوت پکڑ سکتے ہیں اور پھر آپ تنہا تمام سلطنت کے شہنشاہ ہو سکتے ہیں۔

ماموں نے اِس مشورہ کو پسند کیا اُس نے خراسانی باغیوں کے ساتھ صلح کرلی اور حتی الامکان ہر ایک طور سے اپنی نئی رعایا پر احسانات اور مراعات شروع کردیں۔ ماموں بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا اُس نے اپنے بھائی سے علانیہ تو بگاڑ نہ کی لیکن اس بات کا منتظر رہا کہ امین ہی علی رؤس الاشہاد کوئی ایسی کارروائی کرے جو میرےجانب منتج ہو

دشمنی ہو تاکہ پھر میں جو کارروائی کروں عوام اُسکو بے انصافی نہ کہیں اور خود حفاظتی کی کارروائی سمجھیں۔

امین کا معاہدہ کو منسوخ کردینا

ماموں کو اسباب کا بہت انتظار کرنا نہ پڑا فضل ابن ربیع کی ترغیب سے امین نے اول تو اپنے بعد ماموں کا حق خلافت منسوخ کردیا اور اپنے صغیر السن بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین مقرر کردیا اور پھر یہ حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے خطبوں میں سے ماموں کا نام نکالدیا جاوے اور سب سے آخر میں ماموں کے پاس ایک سفارت بھیجکر یہ کہلایا۔ کہ اپنے صوبجات میں سے تین صوبے دیدیوے۔ ماموں نے اِس آخری درخواست کو منظور کرنے سے بالکل انکار کردیا اور اب جنگ کا ہونا اٹل ہوگیا۔

امین کا ماموں پر فوج کشی کرنا اور امین کا قتل ہونا

امین نے اپنے وزیر کی بغیر سوچی سمجھی ہوئی ترغیب سے علی ابن عیسیٰ کو رہا کردیا اور اُس کو ایک لشکر کا افسر مقرر کرکے گورنر خراسان مقرر کیا اور کہا کہ جب تو ماموں پر فتح پاوے تو تو خراسان پر قبضہ کرلینا۔ علی کی اس تقرری سے ماموں کی طاقت اور قوت اور بھی زیادہ مضبوط ہوگئی۔ کیونکہ ایرانی جو اُس کے طرفدار تھے وہ عربوں سے اول ہی رنجیدہ تھے اور بدلہ لینا چاہتے تھے اس پر جب اُنھوں نے یہ سُنا کہ ہمپر وہی ظالم شخص پھر حکمراں مقرر کیا جاوے گا جسکے جبر و اخذ ناجائز سے رہائی پانے کے لیے ہمنے اپنا خون ضایع کیا تھا۔ اس لیے وہ ماموں کے اور بھی زیادہ طرفدار ہوگئے۔ اُدھر امین نے علی کے زیر حکم ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور امین کی ماں زبیدہ نے اس جنرل فوج کو نقرئی زنجیریں بناکر دیں کہ ان میں باندھ کر ماموں کو قید کرکے لانا اور جب یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی۔ تو امین بھی فوج کے ہمراہ (۵) میل بغداد سے چلکر آیا اور پھر اُسکو جانب خراسان رخصت کردیا۔

ہمارا ارادہ اس کتاب میں اُس خانہ جنگی کو مفصلاً تحریر کرنے کا نہیں ہے کہ جسکی ابتدا اسکے لیے

یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی ہے۔ ہم صرف اسی قدر بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر معرکے کے بعد مامون فتحیاب ہو گیا اور پھر اُس نے بغداد کا محاصرہ کر کے اُسکو بھی فتح کر لیا امین گرفتار ہو کر مارا گیا اور مامون خلیفہ ہو گیا۔

خلیفہ ہارون رشید کے خزانہ کی تعداد

ہاروں رشید نے اپنے پیچھے ایک بیشمار خزانہ چھوڑا بعض مورخین کے نزدیک نوسو ملین[۱] دینار یا چار سو ملین پونڈ یا آٹھ ارب روپیہ سے کم نہ تھا۔ علاوہ ازیں جائداد اور زمین اور لونڈی اور غلام علیحدہ تھے۔ یہ کل ایک بیشمار خزانہ موجود تھا۔ باوجودیکہ ہاروں رشید نہایت ہی سخی اور فیاض تھا اور کثرت سے روپیہ صرف کیا کرتا تھا۔ اِس دولتِ کثیر کا مقابلہ اگر ہم صرف بعض رومی (یونانی) شہنشاہوں کی جمع کی ہوئی دولت سے کرتے ہیں تو شہنشاہی خزانہ میں جو اسقدر کثیر التعداد روپیہ آتا تھا اُسکی بابت کئی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

اور وہ یہ ہیں کہ یہ روپیہ اکثر واجبی طور یا دیانت داری سے نہیں آتا تھا۔ اس زیادہ وصولی کی وجہ سے صرف صوبجات ہی پر اثر نہیں پڑتا تھا جہاں کہ کسی نہ کسی صوبہ میں ہمیشہ بغاوت رہا کرتی تھی بلکہ جنرلان فوج اور لفٹنٹ گورنرانِ صوبجات بھی اکثر اس بات پر مجبور کیے جاتے تھے کہ وہ اپنا تمام جمع کیا ہوا خزانہ دیدیویں اور عوام کی جائداد کا بھی اکثر لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ اس معاملے میں ہم خلیفہ کی خود سرانہ کارروائی کی ایک

---

[۱] مسٹر پامر نے ہارون کے کثیر التعداد خزانہ سے بڑا تعجب کیا ہے کہ اسقدر خزانہ واجبی طور اور دیانت داری سے نہیں آتا ہوگا اور پھر اس خزانہ کا یونان (بزنطائن) بادشاہوں کے خزانہ سے مقابلہ کیا ہے اور پھر تعجب کیا ہے کہ کئی بادشاہ یونانی اسقدر خزانہ جمع نہ کر سکے جتنا ہاروں رشید نے مرنے کے بعد چھوڑا۔ اس کا صاف جواب یہ ہو کہ یہ کوئی تعجب اور خیال دوڑانے کی بات نہیں ہے سلطنت (بزنطائن) کی نسبت ہاروں رشید کی سلطنت آٹھ گنی زیادہ تھی اس نسبت سے آٹھ یونانی بادشاہ جتنا خزانہ جمع کر سکتے تھے اتنا ہاروں رشید اکیلا ہی کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں ہارون کی سلطنت میں نہایت درجہ کا امن وامان وفارغ البالی تھی جیساکہ خود پامر صاحب نے اس کتاب میں درج کیا ہے اور (بزنطائن) کی سلطنت میں بڑی ابتری اور فتنہ و فساد رہے جیساکہ مسٹر سینڈرسن

(بقیہ بصفحہ ۱۳ آیندہ)

محمد بن سلیمان عباسی کی بغاوت

تمثیل بیان کرتے ہیں اور یہ محمد بن سلیمان خلیفہ منصور کے چچازاد بھائی کا واقعہ ہے جسنے ۱۷۳ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔ محمد کے انتقال پر جو اُسکی بیشمار جائداد باقی رہی اُس کی ضبطی کے لیے خلیفہ نے حکم بھیجدیا۔ عمال نے جو چیز خلیفہ کے قابل سمجھی وہ ضبط کرلی اور اُس کا ساٹھ ملین زرِ نقد بھی ضبط کرلیا۔ ہارون رشید نے اِس کثیر التعداد روپیہ کو وصول

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

صاحب مورخ رومی (یونانی) (سلطنت بزنطائن) کا حال لکھتے ہیں کہ اس سلطنت کی وسعت تو یہ تھی کہ بحر روم کے کنارہ کے ممالک اس سلطنت میں شامل تھے مثلاً یونان اٹلی کا کچھ حصہ اسپین اور کچھ فریقیہ کا مالک اور انتظام کا یہ حال تھا کہ یہ سلطنت اندرونی بیرونی حملوں کے مقابلے کے لیے بالکل کمزور تھی۔ لوٹ مار اور خواہشات نفسانی اور کوئی ایسی بُرائی نہ تھی جو وہاں کے امرا اور رعایا میں موجود نہو۔ جنرلان فوج باغی ہوجاتے تھے بادشاہ اکثر معزول کر دیے جاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کی بیٹی اور بی بی خود ہی بادشاہوں کو زہر دیدیتی تھیں یا دیگر طور سے مار ڈالتی تھیں علم و اخلاق کچھ بھی نہ تھا۔ جس سلطنت کا یہ حال ہو پھر وہاں خاک خزانہ جمع ہوسکتا ہے جو شخص قوت پکڑ جاتا ہوگا وہی خزانہ خوب صرف کرتا ہوگا تاکہ اپنے قیام کے لیے مضبوطی کرے اور ہارون رشید کی سلطنت ایک تو خود بڑی ہی وسیع تھی اور دوسرے اسے بزنطائن سلطنت کا بادشاہ اسکو شنشاہی خراج دیا کرتا تھا جیسا کہ اسی کتاب میں پامر صاحب تحریر کرچکے ہیں اور سلطنت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے زمانے سے خزانہ جمع ہوتا چلا آتا تھا اور جب سے اس سلطنت کا کوئی بادشاہ مقتول یا معزول بھی نہیں ہوا پھر خلیفہ ہارون رشید کے پاس خزانہ اسقدر جمع ہوا تو کوئی تعجب نہیں ہے۔ مسٹر پامر کی عبارت میں تناقض بہت پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ اس کتاب میں یہ لکھدیا ہے کہ وہ بڑا طامع تھا اور دو چار جگہ یہ لکھدیا ہے کہ ہارون رشید بڑا سخی تھا۔ اگر کثرت بیان مسٹر پامر پر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا سخی تھا طامع اور لالچی ہرگز نہ تھا۔ مگر طامع کے لفظ سے اتنا اور خیال ہوتا ہے کہ وہ مسرف اور مبذر نہ ہوگا غرضکہ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ خیر الامور اوسطہا پر اس کا عمل تھا۔ گورنروں وغیرہ سے بعض مرتبہ روپیہ وہ بطور جرمانہ کے لیا کرتا تھا جبکہ اُسکو پوری شہادت اس بات کی ملجاتی تھی کہ اُنھوں نے رعایا سے جبر و ظلم سے روپیہ لیا ہے۔ بلکہ اکثر ایسے گورنر کو موقوف اور مقید کردیتا تھا جیسا کہ علی بن عیسٰی کا حال اسی کتاب میں تحریر ہوا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہونے پر کہ رعایا سے جبریہ روپیہ لیا گیا اُس کا معاوضہ خزانہ سے دلایا جاتا تھا اگر ایسا نہ کرتا تو رعایا میں فارغ البالی اور امن امان کیسے ہوسکتا تھا اور یہ بات اُسکے کمال انصاف پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ مرو کے تمام باشندوں کو جنھوں نے حسب ضابطہ اپنا ثبوت ملکیت بہم پہونچایا تمام روپیہ اُن کا دلایا گیا۔ رعایا کی فارغ البالی اور خوشحالی اور امن و امان کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے ۱۲

مصباح احمد مترجم

پاکر اپنے ندیموں اور مغنیوں کو خوب انعام دیئے اور باقیماندہ خزانہ میں داخل کیا۔ خلیفہ نے جس سبب سے محمد کی یہ جائداد ضبط کی وہ راز محمد کے بھائی جعفر ابن سلیمان ہی نے خلیفہ سے ظاہر کیا تھا جعفر نے ازراہِ حسد اپنے بھائی کی یہ چغلی کھائی تھی اور خلیفہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ محمد نے اپنی تمام جائداد و املاک اصلی قیمت سے زیادہ پر رہن رکھدی ہے تاکہ اس طرح سے جو روپیہ وصول ہو تو اُس روپیہ کو خود خلافت لینے کے لیے صرف کرے۔ کیونکہ اُس کا ارادہ آپکی بجائے خلیفہ بننے کا ہے اور کہا کہ امیرالمؤمنین ایسی حالت میں اگر آپ جائداد ضبط کرلیں گے تو آپ کا یہ فعل ناجائز اور خلاف انصاف نہ ہوگا۔ ہارون رشید نے جعفر ابن سلیمان کے تمام عرائض اور خطوط جمع کر رکھے جب محمد مرگیا تو یہ جعفر جو اُس کا بھائی علاتی تھا صرف تنہا اُسکا وارث تھا اُس کی تمام جائداد جعفر ہی کو پہنچتی لیکن ہارون رشید نے اُسکے دعوی کے برخلاف اُسی کے خطوط وغیرہ استعمال کیے اور محمد کی جائداد کو ضبط[1] کرلیا۔

---

[1] مسٹر ہامر بھی عجیب خیالات کے آدمی تھے جو بات کہ عین مصلحت ملکی اور اغراض حکمرانی کے بالکل مطابق ہوتی ہے آپنے اُسکو خودسری اور ظلم سے نسبت دی ہے علاوہ تو زمانہ ٹڈل ایجز کا تھا یعنی اُس زمانہ میں تہذیب کو ترقی اسقدر نہیں ہوئی تھی مگر آجکل تو علی العموم زمانے میں تہذیب جیسا خیال کیجاتی ہے آجکل بھی ایسا کوئی مہذب ملک ہے کہ جہاں کامل شہادت بغاوت پر ضبطی جائداد اور قتل وغیرہ کی سزا مقرر نہ ہو۔ شہادتوں پر تمام مہذب ممالک کا آجکل دارومدار ہے۔ جب ہارون کو ایسی شہادت کامل بغاوت کی گزرگئی یعنے محمد کے بھائی کی۔ تب اُس نے یہ کام کیا۔ مگر قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جعفر کی تنہا شہادت پر محمد کی جائداد ضبط نہیں کیگئی بلکہ اور ثبوت بہم پہنچ گیا ہوگا تب حکم ضبطی کا دیا ہوگا ورنہ اگر ہارون رشید کو انصاف کرنا منظور نہوتا اور ظلم پر اُتر آتا تو اُسی وقت محمد کی جائداد ضبط کرکے محمد کو قتل کرادیتا یا یہ کہ اگر درحقیقت محمد نے بغاوت نہیں کی تھی تو جعفر نے خلیفہ وقت کے روبرو حلف دروغی کرکے ایک شخص پر جھوٹ تہمت لگائی اور اُسکے قتل کے درپے ہوا اور محمد کے بعد جعفر ہی وارث تھا اور جعفر کو وہ مال ندینا یہ اُسکے جھوٹ اور حلف دروغی اور تہمت کی سزا تھی اور یہ سزا دیگر لوگوں کی عبرت کے لیے ہر طرح سے عین انصاف و مصلحت کی وجہ سے دیگئی اور معاملاتِ سلطنت و حکمت عملی کے لحاظ سے یہ امر ظلم نہیں ہوسکتا ۱۲ از مصباح مترجم

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت

ہارون رشید کے حسد کے ایک اور مقتول موسیٰ ابنِ جعفر تھے یہ فاطمہؓ کی اولاد میں سے تھے اور فاطمہؓ محمد صاحب پیغمبر خدا کی صاحبزادی تھیں۔ موسیٰ کے ایک رشتہ دار نے جو اُن سے دشمنی رکھتا تھا ہارون رشید کو یہ اطلاع دی کہ تمام لوگ موسیٰ کو جائز امام سمجھ کے اپنی پیداوار کا ایک خمس اُنکو ادا کرتے ہیں اور موسیٰ آپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔ اِن باتوں کی اطلاع ہارون الرشید کو متواتر اور بار بار لگیگئی۔ آخر کار اس بات سے اُسکے دل پر بہت اثر ہوا اور خلیفہ کو بڑا ہی فکر ہو گیا۔ اِس مخبر کو ایک کثیر التعداد رقم بطریق انعام عطا کی گئی اور صوبجات کی آمدنی سے اُسکو یہ انعام دیا گیا۔ مگر یہ دغا باز آدمی اپنی غداری کا پھل نہیں پاسکا کیونکہ اُسکو ایک مہلک بیماری فوراً لاحق ہو گئی جسکی وجہ سے وہ مر گیا۔ جن لوگوں کے حاضر ہونے سے خلیفہ کو کسی قسم کا رنج یا فکر ہوتا تھا ایسے لوگ یکایک بیمار ہو کر مہلک امراض میں ہمیشہ گرفتار ہو جایا کرتے تھے۔ امام موسیٰ سے ہارون الرشید کی ناراضی کا پہلا سبب تو ظاہر ایہ تھا کہ خلیفہ ایک دفعہ حج کے لیے مقدس شہروں کی زیارت کو گیا تھا جب وہ مدینہ میں گیا اور آنحضرت صلعم کے روضۂ شریف میں داخل ہوا تو کہا کہ "آپ پر درود اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ نازل ہو۔ اَے رسولِ خدا! اے میرے چچازاد بھائی!" یہ آخری الفاظ اُسنے فخریہ طور سے اپنے کلام میں زائد کر دیئے تھے تاکہ تمام

ؔ۱ ان امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث خاندان برامکہ ہوا ہے اور یہ شیعہ مورخوں کا بیان ہے کہ انھیں (برامکہ) لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا ہے۔ علاوہ ازیں رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب ہر الربیع میں قتل برامکہ کا سبب حسب ذیل لکھا ہے "سبب استیصال برامکہ ظاہراً وجوہات مختلف بود۔ واما سبب حقیقی آن۔ پس نفرین حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کہ در موقف عرفات برایشان نفرین کرد۔ بسبب آنکہ ایشان حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام را سعایت کردند و سبب شہادت آنجناب ایشان بودند"۱۲

از مصباح مترجم

حاضرین پر اپنی بڑائی (عظمت) ثابت کرے۔

یہ سن کر امام موسیٰ جو وہاں موجود تھے آگے بڑھے اور کہا کہ "رحمتِ کاملہ اور درود خدا کی آپ پر نازل ہو۔ اَے میرے باپ!" اور کیونکہ امام موسیٰ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں تھے۔ اس طرح اس لیے خطاب کیا۔

یہ بات سُنکر ہاروں رشید کا مُونہہ غصہ سے لال ہوگیا اور کہا کہ اَے موسیٰ یہ تو بڑے فخر کی بات ہے۔ بعد ازیں وہ اپنے ساتھ امام موسیٰ کو عراق لیگیا اور ایک شخص مسمیٰ السندی کے گھر میں اُنکو قید کر دیا۔ پھر اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ نے اُنکو مروا ڈالا۔ یہ امر نہایت خفیہ طور سے عمل میں لایا گیا کیونکہ امام موسیٰ کی ذاتی خوبیوں کیوجہ سے اور نیز اسلیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے عوام الناس اُن سے نہایت محبت کرتے تھے۔ اور اُنکو علانیہ قتل کرانے میں یہ خوف تھا کہ کہیں عوام الناس منحرف نہ ہوجاویں۔ خلیفہ نے علماء اور معززین کی ایک جماعت (جوری) مقرر کی تاکہ امام موسیٰ کی موت کا سبب دریافت کرے اور خلیفہ مار ڈالنے کی تہمت سے پاک و بری ہو جاوے۔ اُن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ امام موسیٰ خود اپنی موت سے مرے ہیں۔

عبدالملک بن صالح عباسی کی گرفتاری۔

عبدالملک بن صالح جو خاندان عباسیہ میں سے تھا اور اس وجہ سے خلیفہ کا قریبی رشتہ دار تھا ہارون الرشید اس سے بھی ناراض ہوگیا۔ عبدالملک کا ایک بیٹا عبدالرحمن نام تھا اسی وجہ سے مسلمانوں کے دستور کے بموجب وہ ابو عبدالرحمن (عبدالرحمن کا باپ) کہلاتا تھا۔ اس ناخلف بیٹے نے اپنے باپ کے ایک منشی قمامہ نام سے سازش کر کے ہارون الرشید سے یہ مخبری کی کہ میرا باپ خلافت کا دعویدار ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے اس لیے ہارون الرشید نے عبدالملک کو گرفتار کرا لیا اور ربیع بن فضل اپنے وزیر کے گھر میں

قید کر دیا۔ ایک روز ہارون الرشید نے اپنے رو برو عبد الملک کو بلایا اور کہا کہ وہ تم بڑے احسان فراموش ہو میں نے تمہارے ساتھ جو ہمیشہ بخششیں اور احسانات کیے ہیں کیا انکا یہی بدلہ ہے؟ کہ اب تم میری نسبت دغا اور فریب کی کارروائی کا ارادہ کرتے ہو۔

عبد الملک نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! یہ بات درست نہیں ہے۔ اگر میرا ایسا ارادہ ہوتا تو میں اب پچھتاتا کیونکہ اس حالت میں آپ کو مجھ سے بدلہ لینا جائز ہو جاتا۔ امیر المؤمنین! آپ تو رسول اللہ کے خلیفہ ہیں۔ ہم پر آپ کی اطاعت اور آپ کو نیک مشورہ دینا فرض ہے اور آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ رعایا پر انصاف سے حکمرانی کریں۔ اور انکی خطائیں معاف کریں

ہارون الرشید نے کہا کہ "تم زبان کے تو بہت منکسر ہو۔ مگر دل کے بہت طامع ہو۔ دیکھو تمہارا منشی قمامہ بھی تمہاری غداری کی تصدیق کرتا ہے" قمامہ بلوایا گیا۔ ہارون رشید نے اس سے کہا کہ جو کچھ تم جانتے ہو بلا خوف و تامل بیان کرو۔ قمامہ نے کہا کہ عبد الملک۔ امیر المؤمنین کے برخلاف بغاوت اور غداری کی تیاریاں کر رہا ہے۔

عبد الملک نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قمامہ نے میری غیبت میں آپ سے جھوٹ بول دیا ہے۔ چونکہ وہ اب میرے سامنے ہی مجھ پر تہمت لگا رہا ہے۔

پسر نا خلف

ہارون الرشید نے کہا کہ تمہارا بیٹا عبد الرحمن بھی تمہاری طامعانہ کوششوں کی تصدیق کرتا ہے اور تمہارا جرم ثابت کرنے میں ان دو شخصوں کی شہادت سے زیادہ اور کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔

قیدی (عبد الملک) نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! میرا بیٹا یا تو بموجب حکم کے ایسا کہتا ہے یا وہ باغی اولاد ہو گیا ہے۔ اگر وہ بموجب حکم کے یہ بات کہتا ہے تب تو وہ معذور ہے اور

اگر وہ باغی ہو گیا ہے تو وہ نافرمان اور ناشکر گزار اولاد ہے۔ ایسے شخصوں سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ خود متنبہ کرتا ہے کہ "تمھاری بیویوں اور اولاد میں تمھارے دشمن موجود ہیں" پس اُنسے احتیاط رکھو اور حذر کرتے رہو (اِن من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروھم)

یہ سُنکر ہارون رشید اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ "تمھارا معاملہ تو مجھپر مثل روز روشن کے ظاہر ہو گیا ہے لیکن مجکو جلدی منظور نہیں ہے۔ میں تمھارے اور اپنے درمیان میں خدا کو حَکَم قرار دیتا ہوں"۔

عبدالملک نے کہا کہ میں بھی خدا کو حَکَم قرار دے کے اُسکے فیصلہ پر رضامند ہوں اور امیرالمومنین اُس کے فیصلہ کی تعمیل کرنے والے ہیں اور مجھے اِس بات پر اطمینان ہے کہ آپ اپنے نفسانی غصہ کو اللہ تعالیٰ کے احکاموں پر ترجیح نہ دینگے۔

خلیفہ نے دوبارہ اس قیدی (عبدالملک) کو اپنے حضور میں پھر بُلایا۔ اُسکو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "میں تو چاہتا ہوں کہ وہ زندہ رہے مگر وہ چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں۔ بعض لوگ جو تجھکو تیرے دوست معلوم ہوتے ہیں اُن سے پُر حذر اور ہوشیار رہ کہ انھیں لوگوں کی تیری نسبت بُری نیتیں اور خراب ارادے ہوتے ہیں"۔ اور واللہ امیں بادلوں میں سے خون کی بارش برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور اس سے پہلے خوفناک بجلی میری آنکھوں کے سامنے چمک چکی ہے۔ اور اس طوفان کے ختم ہوتے ہی مجکو یہ نظر آ رہا ہے کہ بے سر بہت سے تن پڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ بغیر کلائی کے زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اے بنی ہاشم! تحمل اور حلم اختیار کرو۔ میں نے تمھاری تکلیفوں کو رفع کر کے تمھارا گدلا چشمہ صاف اور شفاف کر دیا ہے اور تمام واقعات کی زمام تمھارے اختیار میں ہے۔ لیکن اُس حادثہ کے وقوع سے قبل ہی ہوشیار رہو کہ جسکی وجہ سے ہاتھ اور پیر

کٹ کر زمین پر گرنے لگیں"۔

عبدالملک نے کہا کہ امیرالمؤمنین خدا سے خوف کریئے ایسا خیال نکریئے۔ اور خدا نے اپنی مخلوق کو بطور ودیعت کے آپکو سپرد کیا ہے اُسکی امانت کے ساتھ احتیاط سے عمل کیجئے۔ اور شکرگزاری کیجگہ ناسپاسی نکیجئے۔ اور جو انعام کا مستحق ہو اُسکو سزا ند یجئے۔ مَیں نے آپکو ہمیشہ اخلاصانہ مشورے دیئے ہیں اور ہمیشہ آپکی اطاعت میں سرگرم اور مدام مطیع رہا ہوں اور جہاں کہیں آپکی سلطنت میں کمزوری اور بدنظمی نمودار ہوئی تو مَیں نے مثل کوہ تلیلم کے آپ کی بڑے استقلال کے ساتھ مدد کی ہے اور آپکے دشمنوں کو ہمیشہ شکست اور ہزیمت دی ہے اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور میری جانب سے آپکے دل میں رحم ڈالے اور آپکی جو رحم کی عادت ہے وہ عادت خدا کرے کہ میرے واسطے بھی قائم رہے اور میرے پر یہ عیب آپ کا شبہ ہی شبہ ہے۔ اور قرآن شریف میں شبہ کرنے کا گناہ لکھ رکھا ہے کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور واللہ یہ سب چغلی کھائی ہوئی کسی میرے دشمن کی ہے جو میرے گوشت کا بھوکا اور خون کا پیاسا ہے خدا کی قسم آپ کی تخت نشینی میں جو دقتیں نمودار ہوئی تھیں مَیں نے اُنکو رفع کرکے آپکی کارروائی کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا اور میں نے تمام آدمیوں کے دلوں میں آپکی اطاعت ڈالدی تھی اور آپ بھی واقف ہیں کہ کسطرح تمام تمام رات مَیں نے آپکے کاموں میں صرف کردی ہے اور کیسی کیسی مشکلات میں مَیں نے آپ کا ساتھ دیا ہے۔

عبدالملک کی اس فصیح و بلیغ گفتگو کا ہارون رشید نے صرف یہ جواب دیا کہ واللہ اگر مجھکو بنی ہاشم کا لحاظ اور اُن کا ادب مدنظر نہ ہوتا تو مَیں تمھارا سر کٹوا دیتا یہ کہکر عبدالملک کو پھر قیدخانہ میں بھیجدیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد بنی عباس میں سے ایک شخص کی سفارش پر اس مطلق العنان خودمختار شہنشاہ نے وہ تشدد اور سختی موقوف کر دی جو عبدالملک پر قیدخانہ

میں ہوتی تھی۔ عبدالملک ہارون رشید کی وفات تک نظر بند رہا۔

عبدالملک کا گورنر شام مقرر ہونا۔

خلیفہ امین الرشید نے اپنی خلافت کے زمانے میں عبدالملک کو نظر بندی سے رہا کر کے اُسکو شام کا گورنر مقرر کر دیا۔

اپنے مُحسن اور آقا (امین) کی عنایت کے عوض اور شکرگزاری میں عبدالملک نے یہ حلف اُٹھا لیا تھا کہ اگر خلیفہ امین میری زندگی میں قتل ہو جاوے گا تو ماموں کی اطاعت مَیں ہرگز ہرگز نکروں گا۔ لیکن عبدالملک نے امین سے پہلے ہی انتقال کیا۔

ایک موقعہ پر ہارون رشید نے عبدالملک سے کہا کہ تم صالح کی نسل سے ہرگز نہیں ہو عبدالملک نے کہا تو پھر میں کسکی نسل سے ہوں۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ مروان کی نسل سے عبدالملک نے کہا ہاں شاید ایسا ہی ہو مگر مجھے اس بات کی اس وقت کوئی پرواہ نہیں کہ میری رگوں میں اُن دونوں بزرگوں میں سے کون کسکا خون جاری ہے۔

عبدالملک کی بابت یحییٰ برمکی سے استفسار

برامکہ کے زوال کے بعد ہارون رشید نے ایک دن یحییٰ کے پاس ایک آدمی بھیجکر اُس سے کہلایا کہ اگر تم عبدالملک کے بغاوت انگیز خیالات کے کل حالات سے مجھکو مطلع کر دوگے تو مَیں تم کو تمھارے سابقہ منصب پر بحال کر دوں گا۔

"یحییٰ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مَیں نے عبدالملک کے اس قسم کے خیالات کبھی نہیں پائے اور اگر اُسکے ایسے خیالات ہوتے تو مَیں اُس سے امیرالمؤمنین کی ہر طرح حفاظت کرتا کیونکہ امیرالمؤمنین کی تمام سلطنت اور حکومت گویا میری ہی سلطنت اور حکومت تھی اور میرا اقبال یا ادبار امیرالمؤمنین ہی کے اقبال اور ادبار ہی پر منحصر تھا۔ پھر یہ امر کس طرح ممکن تھا کہ عبدالملک اس قسم کے خیالات میں مجھ سے امداد چاہتا۔ جیسا کہ آپنے میرے ساتھ سلوک کیا تھا مجھے عبدالملک سے اس قسم کی اُمید ہوسکتی تھی

(ہرگز نہیں) بلکہ اُس حالت میں تو مجھے اپنی بدتری کی اُمید ہوتی نہ کہ بہتری کی۔ برائے خدا اس قسم کی سازشوں کا ظن اور شبہہ نہ کیجئے اور عبدالملک ایک بڑا لایق اور قابل شخص ہے اور ایسے شخص کو آپکے خاندان میں دیکھنے سے مجکو خوشی حاصل ہوئی تھی اسی وجہ سے میں نے اُسکو اُسکے عہدے پر مقرر کر دیا تھا اور اُسکے اطوار و عادات سے میں بہت ہی خوش تھا۔ رہا یہ امر کہ مَیں اُسپر بہت مہربان تھا اور عنایت کرتا رہا یہ صرف اسکے علم و فضل اور قابلیت کیوجہ سے تھا۔

فضل اور یحییٰ کی عارضی جدائی۔

جب ہاروں رشید نے یہ جواب سُنا تو اُسنے یحییٰ سے پھر یہ دھمکی کہلا بھیجی کہ اگر اس معاملہ میں سچ سچ حال نہ بتلاؤ گے تو مَیں تمھارے بیٹے فضل کو مروا ڈالوں گا۔ یحییٰ نے معمولی متانت سے صرف یہ جواب دیا کہ امیرالمؤمنین سے کہدینا کہ ہم آپکے اختیار میں ہیں آپ کا جو جی چاہے سو کر یئے اور بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سُنکر اُس آدمی نے فضل سے کہا کہ چلو امیرالمؤمنین نے تمھارے قتل کا حکم دیا ہے۔ یہ سنکر باپ بیٹے میں نہایت صبر کے ساتھ مفارقت ہوئی۔ فضل نے کہا کہ اے باپ آیا آپ مجھ سے راضی ہو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ ہاں میں تجھسے بہت راضی رہا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھسے اِسی طرح راضی رہے۔ پھر فضل کو گویا قتل کرنے کے لیے یحییٰ کے پاس سے لے گئے۔ لیکن خلیفہ کو یحییٰ کے برخلاف اس معاملہ میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ اِس لیے بعد تین دن کے فضل کو یحییٰ کے پاس بھیجدیا۔

زبیدہ خاتون

زبیدہ خاتون ہاروں رشید کے چچا کی دختر اور اُسکی نہایت پیاری اور عزیز بی بی تھی۔ یہ بھی مثل ہاروں رشید کے نہایت پاکدامن صاحب عفت و عصمت اور بڑی عابدہ زاہدہ اور اعلیٰ درجے کی سخی اور فیاض تھی۔ زبیدہ کی ایکسو کنیزوں کو قرآن شریف حفظ یاد تھا اور زبیدہ کو اگر کچھ کام تھا تو وہ قرآن خوانی کا تھا۔ اُن سو کنیزوں میں سے ہر ایک تین سپارے روز پڑھا کرتی تھی

گویا زبیدہ خاتون کا محل مثل شہد کے چھتے کے تھا جو ہر وقت قرآن پڑھنے کی صدا سے گونجتا رہتا تھا۔

زبیدہ خاتون کا فیض ابتک جاری ہے

یہ بات زبیدہ خاتون ہی کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے ہے کہ پاک شہر مکہ میں اول ہی اول مرتبہ پانی بہت کثرت اور بڑی اچھی طرح سے بہم پہونچایا گیا تھا اس سے پہلے پانی کی وہاں بہت کمی تھی اور خصوصًا حج کے ایام میں جو ایک عظیم الشان سالانہ مجمع ہوتا تھا تو پانی کی ایک ایک مشک ایک ایک دینار (پانچ روپیہ) میں آیا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں اُس سڑک پر جو بغداد سے مکہ شریف کو جاتی ہے زبیدہ خاتون نے بہت سے کنوئیں (چاہ) بنوا دیئے تھے اور حجاج کے آرام کے لیئے متعدد کاروانسرائے بنوادیں تھیں۔

زبیدہ خاتون کا انتظام خانہ داری

زبیدہ خاتون کی خانہ داری کا انتظام بھی بڑی فیاضی اور صرف کثیر سے ہوتا تھا زبیدہ کے لیے سونے اور چاندی کی رکابیوں اور طباقوں میں کھانا چنا جاتا تھا اِس سے پہلے عرب کے دستور کے موافق صرف سفرہ بچھایا جاتا تھا یا چمڑہ کا دسترخوان ہوتا تھا اور امیروں اور بادشاہ سب کا یہی دستور تھا اور جس محل یا ہودہ یا تخت پر زبیدہ سوار ہوتی وہ آبنوس یا صندل کی لکڑی کا ہوتا تھا اور چاندی سے مرصع اور نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

زبیدہ خاتون کا باڈی گارڈ

زبیدہ نے اپنی کنیزوں کا اپنے لیے ایک باڈی گارڈ بنایا تھا اور اُنکو زرق و برق زرتار کی وردیاں بنوادی تھیں اور جہاں زبیدہ جاتی یہ باڈی گارڈ اُسکے ہمراہ ہوتا تھا۔ زبیدہ خاتون کی یہ رسم پھر بغداد کے تمام دولتمندوں اور اُمرا اور اشرافوں نے اختیار کرلی۔

ہاروں رشید کی سوانحعمری کی تحریر کے وقت اُس زمانہ کی پولیٹیکل مصلحتوں پر خیال کرنا لازمی و ضروری ہے

ہاروں رشید کے چال وچلن عادات و اطوار پر بحث کرتے ہوئے یا اُسکے حالات لکھتے ہوئے ہمکو زمانۂ حال کی خوبیوں اور نیکیوں کو سند گردانکر اُسکے کام ہرگز ہرگز موازنہ کرنا نہیں چاہئیں۔ بلکہ ہمکو یہ بات لازمی و ضروری ہے کہ ہم اُس خلیفۂ عالیشان کے زمانہ کی

پولیٹیکل مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑالیا کریں۔

ہارون رشید دینی احکام اور اپنے مذہبی حقوق میں بے نہایت یقین تھا اور یہ بات کیونکر نہوتی کیا وہ خدا کے رسول کا جانشین اور خلیفہ نہ تھا اور روئے زمین پر کیا وہ ظل اللہ نہ تھا۔

اُس کا یہ خیال تھا اور اس خیال میں تمام لوگ اُس سے متفق تھے کہ خلیفہ کو اس بات کا پورا اور جائز اختیار حاصل ہوتا ہے کہ جس کسی پر اُسکو شبہ ہو تو اُسکو قتل کر دے۔ کیونکہ اُسکے احکام میں بحث کرنا گویا اسلام کے برخلاف بغاوت کرنا ہوتا تھا اور کفر کا خوف ہو جاتا تھا۔

جعفر برمکی نے خود اپنے قتل کے حکم میں خلیفہ کے اختیار حکم قتل پر غالباً کوئی بحث نہیں کی اور درحقیقت ایسا کوئی شخص بھی نہیں کر سکتا تھا گو عموماً حکم سزا پر لوگوں نے واویلا کیا اور ماتم برپا کیا یا اپنے دلوں میں سزا کے واجبی ہونے پر شک کیا۔

مستند اور معتبر کتابوں کا یہ ترجمہ ہے۔

مَیں نے اِس کتاب میں خلیفہ ہارون رشید کے تمام شہنشاہانہ اور پولیٹیکل واقعات جو معتبر اور مستند کتابوں سے مل سکے لکھ دیئے ہیں۔ اب تک تو ہمنے خلیفہ ہارون رشید کو ویسا خوش مزاج نہیں پایا جیسا کہ ہم الف لیلہ میں پڑھا کرتے ہیں لیکن یہ بات خوب ذہن نشین اور یاد کر لینی چاہیے کہ الف لیلہ میں جو ہارون رشید کا ذکر ہے وہ صرف اُن واقعات کا ہے کہ جن میں اُسکے خوش مزاج دوست برمکیوں کا اُس پر اثر تھا۔ یا جس وقت کہ وہ سلطنت کی ذمہ داریوں اور خرخشوں اور احتیاطوں سے آزاد ہوکر سیر کو نکلا کرتا تھا اُس وقت کا ذکر ہے۔

اب ہم اس کے متعلق چند افسانہ جات لکھکر کہ جن سے مشرقی کتابیں بھری پڑی ہیں ہارون الرشید کے بخ کے حالات لکھیں گے۔

باب پنجم

خلیفہ ہاروں رشید کے حالات

الف لیلہ پر محققانہ رائے

الف لیلہ کے قصوں میں ہاروں رشید کا نام اسقدر کثرت سے موجود ہے کہ اُسکے عہد کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی آگاہی کے لیے ہم کو اُسی کتاب کی جانب فطرتًا رجوع ہونا پڑتا ہے۔ مگر اس بارہ میں یہ کتاب ایک انگریز کے لیے مکتفی نہیں ہوسکتی کیونکہ کم سے کم الف لیلہ کے بہت سے افسانوں میں خلیفہ نے جو حصہ لیا ہے وہ بالکل ماتحت حصہ ہے یعنی ہاروں رشید کا تبدیل لباس کرکے بغداد کے کوچوں میں پھرنے سے صرف دوسرے لوگوں کے قصوں کا پتہ لگتا ہے اِس کا سب سے بڑا سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاروں رشید کے متعلق جسقدر قصے ہیں اُن کا یا تو ذو معانی الفاظ ہونے کیوجہ سے ٹھیک ترجمہ نہیں ہوسکا اور یا یہ کہ ہنسی اور مذاق کے الفاظ کے مشتبہ و مترادف ہونے سے اُن الفاظ کا اصلی مطلب اور معانی کا

لطف حاصل نہ ہو سکا۔

انگریزی زبان میں پُرانی وضع کی الف لیلہ وہ ہے جو مسٹر گیلنڈ نے فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے اور اسی کو لوگ عموماً کثرت سے پڑھتے ہیں۔ لیکن اس ترجمہ سے مثل اصل عربی کتاب کے پُورا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کتاب سے مشرقی ممالک کی طرز زندگانی اور معاشرت کا پُورا پورا احوال معلوم ہوتا ہے۔ اِس ترجمہ کی نسبت اُس ترجمہ سے زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو مسٹر لین نے حال میں کیا ہے۔

اول الذکر ترجمہ میں بعض قصہ جات میں تو نفس مطلب بھی خبط کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس امر کے معلوم ہونے سے بہت سے ناظرین حیران رہجاوینگے کہ الف لیلہ کے دو سب سے عمدہ قصے یعنی (الہ دین اور اس کا عجیب و غریب چراغ) اور (علی بابا یا چالیس ٹھگوں کا قصہ) یہ دونوں قصے عربی کی اصل کتاب الف لیلہ میں موجود نہیں ہیں۔ علی بابا کا قصہ تو مَیں نے خود عربی کی ایک کتاب میں دیکھا ہے گو جس طور سے الف لیلہ میں ہے اُس سے ذرا مختلف ہے۔ لیکن یہ بات مشتبہ ہے ابھی متحقق نہیں ہوئی کہ آیا الہ دین کا قصہ مشرقی ممالک کا افسانہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ الف لیلہ میں جو اُسکی طرز معاشرت کا حال لکھا ہوا ہے تو وہ بالکل عربوں کے شہر کے طرز کی مانند ہے۔ الف لیلہ کے بہت سے قصے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر زبان کی کتابوں سے اور اغلباً ایرانی قصجات سے لیے گئے ہیں۔

ہارون رشید سے ایک جلیبہ کی ملاقات

ہم کو اس جگہ الف لیلہ کے قصوں کو دوبارہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اُن سے ہر شخص واقف ہے۔ الف لیلہ کا بڑا حصہ تو بالکل خالص افسانوں ہی سے پُر ہے یا یہ کہو کہ خلیفہ ہارون رشید جو راتوں کو بغداد میں پھرا کرتا تھا اس وجہ سے پُرانے زمانے کے قصے شہرت پا گئے۔ حمال اور خاتونان بغداد اور تینوں قلندروں کے قصہ میں خلیفہ کا تو

صرف یہ ذکر ہے کہ وہ ان سب کا قصہ سنتا ہے اور ختم قصہ پر ایک خاص خاتون سے شادی کرلیتا ہے۔ یہ قصہ یا یہ کہو کہ قصوں کا یہ سلسلہ بطور ایک سحر کے قصہ کے دلچسپ ہے اور اُسکے آخر میں خلیفہ کو ایک جنّیہ جو مسلمان ہے خلیفہ کو مذہب اسلام کا پیشوا سمجھکر اُسکو سلام کرکے خلیفہ سے ملاقات کرتی ہے۔

جن، عفریت اور غول کی تشریح۔

ممالکِ مشرقی میں بھی پریوں کی بابت اُسی طرح سے افسانجات مشہور اور مروج ہیں جیسے کہ یورپ میں ہیں۔ لیکن اِن ہر دو ممالک کے قصہ میں پریوں کی طاقت اور قوت میں کچھ اختلاف ہے۔ ایرانی لفظ پری اور انگریزی لفظ فیئرئے (پری) بلحاظ مخرج ایک ہی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ عرب کے قصوں میں یہ نظر سے پوشیدہ وجود یا تو جن ہوتا ہے یعنی بہت بڑی قوت اور طاقت والا دیو جو بجائے خاک کے آگ سے پیدا ہوا ہے لیکن اور دیگر باتوں میں انسان سے مشابہ ہوتا ہے یا عفریت ہوتا ہے جو بہت ہیبتناک اور عجیب الخلقت دیو ہوتا ہے لیکن وہ بہت شریر اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ عربوں کے قصوں میں عجیب الخلقت مخلوقات اور بھی ہوتی ہیں مثلاً ہامہ۔ یا صدیٰ۔ اور یہ ایک قسم کا بھوت ہوتا ہے جو مقتول آدمی کے سر میں سے نکلتا ہے اور قصاص لینے کے لیے چلّایا کرتا ہے علاوہ ازیں ایک غول ہوتا ہے جو آدم خور بھی ہوتا ہے اور آدمی کا خون بھی چوستا ہے اور الف لیلہ کے ناظرین غول کے نام سے تو خوب واقف ہونگے۔ مثل پُرانے زمانے کے قصوں کے ایک اور عجیب الخلقت جانور کا ذکر عربی فصحات میں ہوتا ہے جس کے اُوپر کا نصف جسم انسان کے جسم کی مانند ہوتا ہے اور اُسکے وجود کی بابت اِس درجہ یقین کیا جاتا ہے کہ بہت سے عرب مصنفین نے تو یہی تحریر کر دیا ہے کہ یمن کے لوگ اِس جانور کا شکار کرکے اُس کو بطور خوراک کے کھاتے ہیں۔ عربوں کے فصحات میں ساحرں

اور جادوگرنیوں کا بھی بیان ہوتا ہے جنکو بھی انسانی معمولی قوت کے علاوہ مثل جنوں کے زور و قوت حاصل ہو جاتا ہے اور تمام جادو اور سحر کا منبع شہر بابل کے ایک کوئے (چاہ) میں ہے جہاں آسمان سے پھینکے ہوئے دو فرشتے ہاروت اور ماروت نام ایڑیوں کے بل اوندھے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی لٹکے رہیں گے۔ جو شخص اُن سے سحر سیکھنے جاتا ہے تو وہ دونوں اُسکو خوشی سے جادو سکھا دیتے ہیں۔

تین سیب یا زن مقتولہ

الف لیلیٰ میں تین سیبوں کا ایک قصہ ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک ماہی گیر نے خلیفہ کی قسمت بدکر دریا میں جال پھینکا اور جب جال دریا میں سے کھینچا گیا تو اُس میں ایک جوان عورت کی نعش نکلی۔ نعش کو دیکھ کر ہارون رشید نے جعفر سے کہا کہ یا تو اس مقتولہ کے قاتل کا پتا لگا ورنہ مَیں تجکو قتل کر دوں گا۔ اِس قصہ میں ایک ایسے حادثہ کا ذکر ہے جو درحقیقت واقع ہوا ہو گا لیکن ہماری اس تاریخ سے اِس قصہ کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

نورالدین و انیس الجلیس

نورالدین اور انیس الجلیس یا جس طرح کہ پُرانے ترجموں میں ہے نورالدین اور خوبصورت کنیز ایرانی کے قصہ میں بھی خلیفہ ہارون رشید کا ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے کہ خلیفہ ایک رات دریائے دجلہ میں اپنی شاہی کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا یکایک وہ یہ دیکھکر نہایت متعجب ہوا کہ دریائے دجلہ کے کنارے پر خلیفہ کی سیر اور خوش طبعی کے لیے جو محل بنے ہوئے تھے اُن میں سے ایک محل میں اسقدر روشنی ہو رہی ہے کہ وہ محل روشنی کی وجہ سے بقعۂ نور بن رہا ہے۔ خلیفہ اس روشنی کا سبب دریافت کرنے کے لیے کشتی سے اُترا اور پوشیدہ طور سے وہاں گیا۔ وہاں جاکر ہارون رشید نے یہ دیکھا کہ اُس محل کا داروغہ جو ایک شیخ تھا اور علم و فضل عبادت و تقویٰ و زہد کے لیے ابتک مشہور تھا اُسکے پاس ایک نوجوان آدمی اور ایک کنیز بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ تینوں شراب کے پینے میں مشغول ہیں یہ جوان آدمی اور یہ کنیز کسی

مقامی گورنر کے خوف سے بغداد بھاگ کر آئے تھے۔ خلیفہ اور جعفر ایک درخت پر چڑھ گئے اور انکو
دیکھنے لگے درخت پر سے خلیفہ نے دیکھا کہ شیخ ابراہیم ایک بانسری نکالکر لایا جسکو ہارون رشید
اپنے دربار کے مغنی سے سناکرتا تھا اور شیخ نے وہ بانسری اُس کنیز کو بجانے کے لیے دی
یہ دیکھکر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اگر یہ کنیز اچھا نہیں گاویگی تو خدا کی قسم میں تجھکو اور ان سب کو
قتل کردونگا لیکن اگر اسنے اچھا گایا تو مَیں ان سب کی خطائیں معاف کرکے عدم نگرانی کی
وجہ سے تجھکو پھانسی دیدوں گا۔ جعفر نے کہا کہ یا اللہ یہ کنیز اچھا نہ گاوے۔ خلیفہ نے دریافت
کیا کہ یہ کیوں۔ جعفر نے جواب دیا کہ تاکہ پھر آپ ہم سب کو قتل کرڈالو اس لیے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد
لیکن اس کنیز نے اِس خوش الحانی سے گایا کہ ہارون رشید کا تمام غصہ وغیرہ جاتا رہا۔
اور خلیفہ نے چاہا کہ مَیں بھی بھیس بدلکر انکی محفل میں شریک ہوجاؤں۔ ایک ماہی گیر خلیفہ کی
ممانعت کی ہوئی جگہ میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ خلیفہ نے عاریتاً اُس سے اُسکے کپڑے لیکے
پہنے۔ اور کچھ مچھلیاں لیکر شیخ اور اُسکے دوستوں کے پاس پونہچا اور اُنکے ہاتھ کچھ مچھلیاں
فروخت کیں۔ ان مچھلیوں کو خلیفہ نے اپنے ہی ہاتھ سے پکایا اور کھانا کھانے میں اُن
لوگوں نے اس ماہیگیر (خلیفہ) کو بھی شریک طعام کرلیا۔ پھر اسکے آگے کا یہ قصہ کہ کس طرح
یہ جوان آدمی بصرہ کے بادشاہ کے وزیر متوفی کا بیٹا نکلا اور بہت سی مسافت اور سیاحت
کے بعد کہ جسکے دوران میں وہ اپنے حریف کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بال بال بچگیا۔
اور بعد ازاں خلیفہ کی ملازمت میں مع اپنی کنیز کے کیسی فارغ البالی سے زندگی بسر کی
ناظرین یہ سب قصہ الف لیلہ میں معلوم کرسکتے ہیں۔

ہارون رشید کی معدلت الفضفت

الف لیلہ کے دیگر مشہور قصوں میں ایک توجھوٹے خلیفہ کا قصہ ہے۔ ایک
شخص جعلی ہارون رشید بنکر شاہی بجرے میں رات کو دریائے دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا

ہاروں رشید ایک رات بھیس بدلے دریا پر جانکلا۔ وہاں اس وضعی خلیفہ سے ہاروں رشید کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ پھر اس وضعی خلیفہ کی سیر موقوف ہوگئی۔

ایک اور سوتے جاگتے کا قصہ ہے جوکہ اب ہر مشہور زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے۔ دو قصے الف لیلہ میں ایسے لکھے ہوئے ہیں جنہیں ہاروں رشید کی معدلت اور انصاف و فراست کا ذکر ہے۔ لیکن یہ دونوں قصے ایک عیسائی آدمی کے کان کو عجیب معلوم ہونگے اور وہ یہ ہیں کہ ایک باورچی اس جرم میں ماخوذ ہوا کہ وہ جن روٹیوں میں گوشت بھر کر (سموسے) بیچتا ہے وہ انسانی خوراک کے قابل نہیں ہوتی ہے وہ نانبائی خلیفہ کے حضور میں سزا کے لیئے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا کان کاٹ کر اسکی دوکان کے دروازے پر ایک کیل میں ٹانگدو۔ اور اُسکے تمام سنبوسے شہر کے دروازہ کے باہر پھنکوادو۔ اِسی طرح ایک اور نانبائی ماخوذ ہوا وہ اپنے آٹے میں خراب آٹا ملاتا تھا اور وزن میں بھی روٹی کم تولتا تھا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکو اُسکے تنور میں زندہ جلادو اور اُسکی دوکان گراکر زمین کے برابر ہموار کردو۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم جعفر نے جرأت کر کے خلیفہ سے عرض کیا۔ کہ امیرالمؤمنین! یہ سزا تو بہت ہی سخت ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہاں شاید میں نے جلدی میں اُسکو یہ سزا دیدی ہے۔ پھر جعفر کو حکم دیا کہ شہر کے سوداگروں کی نگرانی کے لیے تم پولیس کے واسطے نئے قوانین مرتب کرو۔

ممالک مشرق میں بادشاہوں کو اپنی رعایا کی جان لینے کا جو اختیار ہوتا ہے وہ چونکا دینے والا ہے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید سے ایک یہودی نجومی نے یہ پیشینگوئی کی کہ تم ایک سال کے اندر اندر مرجاؤ گے۔ یہ سُنکر ہاروں رشید کو بڑا فکر ہوا اور کھانا پینا اور سب عیش و آرام چھوڑ دیئے۔ آخر کار یحیٰی وزیر اعظم نے جو جعفر کا باپ تھا یہ ارادہ کیا کہ

یہودی نجومی

میں خلیفہ کا فکر دُور کر کے اُسکے دل کو مطمئن کر دونگا۔ اُسنے اُس نجومی کو خلیفہ کے حضور میں بُلوا کر اُس سے دریافت کیا کہ تم خود کب تک زندہ رہو گے۔ یہودی نے جواب دیا کہ میرا نجوم تو یہ کہتا ہے کہ میری بہت بڑی عمر ہو گی۔ یحییٰ نے ہارون الرشید سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین! اگر آپ ارشاد کریں تو میں اس نجومی کو فوراً مار ڈالوں۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں۔ اجازت ہے۔ یحییٰ نے اُس بدقسمت کا سر اُسی وقت اور وہیں تلوار سے اُڑا دیا۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آپ نے اِس شخص کی پیشینگوئی کا جھوٹ اور سچ ملاحظہ فرمالیا۔ خلیفہ کا رنج و فکر جاتا رہا اور اسکو اطمینان حاصل ہو گیا۔ جن جن مورخوں نے یہ واقعہ لکھا ہے اُنھوں نے یحییٰ کے اِس کام کو ہوشیاری اور عقلمندی ہی نہیں لکھا ہے بلکہ انسانی ہمدردی اور قابلِ تعریف کام خیال کیا ہے۔ اسی وجہ سے مشرقی علمار اور فضلار نے اپنے بادشاہوں کے دلوں میں آداب اور اخلاق کے قاعدوں کو ذہن نشین کرنے کے لیے اپنے فرائض کا ایک جزو ضروری یہ بات بھی سمجھ لی تھی کہ وہ اپنے شہنشاہ کو جس قسم کی نصیحت کرنا یا مشورہ دینا چاہتے تھے تو اُسکے مناسب حال ایک قصہ بنا کر بالواسطہ مشورہ دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی نصیحت یا مشورہ بلاواسطہ دیا جاتا تو اُس مشورہ کے عوض اُس مشیر کا سر کٹوا دیا جاتا تھا۔

ہارون الرشید کی نیند کا حال

ہارون الرشید کو نیند بہت کم آتی تھی۔ اِس لیے دل بہلانے کے لیے وہ یا تو بہ تبدیل لباس بغداد کے کوچہ و برزن میں پھرا کرتا تھا اور اُس وقت اُسکے ہمراہ اُسکے معتمد ہمراہی جعفر اور مسرور رہا کرتے تھے۔ یا وہ لیٹا ہوا دل بہلاؤ قصے اور کہانیاں یا عمدہ عمدہ نظمیں سُنا کرتا تھا۔ الف لیلہ کی تحریر کا باعث زیادہ تر یہی امر ہے۔ الف لیلہ میں بہت سے وہ قصے مندرج ہیں جو ہارون الرشید کی نیند کے نہ آنیکے وقت اُس کے حضور میں اُسکا

دل بہلنے کے لیے کہے جایا کرتے تھے۔

ابن القریبی اور مسرور کا معاہدہ

ایک بار ایسے ہی موقع پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ "آج مجھے نیند نہیں آتی ہے اور میرا دل پریشان ہے اور مَیں حیران ہوں کہ کیا کروں" یہ سُنتے ہی مسرور جو پاس کھڑا ہوا تھا بے تحاشا کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ ہاروں رشید نے مسرور سے خفگی سے پوچھا کہ تو میری باتوں پر ہنستا ہے۔ یا تو دیوانہ ہوگیا ہے؟ خواجہ سرا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! امیر المؤمنین! آپ تمام پیغمبروں کے سرتاج (رسول مقبول) کے رشتہ میں ہیں مجھے اُس رشتہ کی قسم! جو آپنے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ وہ بات اور ہے کہ جسکی وجہ سے مجھے ہنسی ضبط نہو سکی اور وہ یہ ہے کہ مَیں نے کل ایک آدمی ابن القریبی نام کو دجلہ کے کنارے سب لوگوں کو ہنساتے اور محظوظ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت اُسکی یاد آکر مجھے یکایک ہنسی آگئی اور اس بات کی مَیں بعاجزی آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تو ابھی جا کر اُسکو فوراً یہاں بُلا لا۔ مسرور گیا اور اس ظریف کو تلاش کر کے دربار میں لے آیا۔ لیکن خلیفہ کے حضور میں لانے سے پیشتر مسرور نے اُس ظریف سے یہ ٹھیرالیا کہ جو کچھ انعام امیر المؤمنین تجھکو دیں اُس میں سے ⅔ دو تہائی مجھے دینا اور باقی ⅓ تو لینا۔ بہت سی بحث اور تنازعہ کے بعد ابن القریبی نے یہ بات منظور کر لی اور پھر یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

معمولی آداب و سلام کے بعد خلیفہ نے اُس ظریف سے کہا کہ اگر تمھاری باتوں سے مجھکو ہنسی نہیں آویگی تو مَیں تمھارے یہ چمڑے کا بیگ تین بار ماروں گا۔ یہ کہہ کر ایک بیگ کیجانب اشارہ کیا جو خلیفہ کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس ظریف نے جس کو درحقیقت ایک دفعہ اول بھی ڈنڈوں سے پٹنے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اِس بیگ سے تین دفعہ پٹنے کو بہت ہی خفیف تصور کیا۔ مگر تاہم جسقدر اُس کے امکان میں تھا نہایت ہی لطیف و ظریف باتیں سُنائیں کہ جن کے

سُننے سے ایک مغموم اور دیوانہ آدمی کو بھی ہنسی آئے بغیر نہ رہ سکتی لیکن خلیفہ کے چہرہ پر مسکراہٹ تک نہیں آئی۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ اب تم مار کھانے کے مستحق ہو گئے ہو۔ اور بیگ اُٹھا کر خلیفہ نے ایک بیگ ظریف کے ماری۔ اُسکے لگنے سے ایک آواز نکلی۔ کیونکہ بیگ میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھرے ہوئے تھے اور اس چوٹ کے لگنے سے ظریف کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ظریف نے خلیفہ سے عرض کیا کہ آپ ذرا صبر فرما دیں۔ کیونکہ میرا اور مسرور کا یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ امیر المومنین عنایت فرمائیں گے اُس میں سے ⅔ حصہ مسرور کا ہوگا پس آپ باقی کے یہ دو بیگ مسرور کے ماریئے تاکہ بموجب معاہدہ کے اُس کا حصہ اُس کو پونہچ جاوے۔ یہ سُنکر خلیفہ نے مسرور کو بلوایا اور اُس کے بیگ مارنا شروع کیے۔ ایک ہی بیگ کھا کر مسرور پکارا کہ امیر المومنین مجھکو تو ایک تہائی ہی کافی ہے۔ اس ظریف ہی کو ⅔ دیدیجئے۔ یہ سُنکر خلیفہ کو اسقدر ہنسی آئی کہ ضبط نہو سکی۔ ہارون الرشید بہت ہی ہنسا۔ اور اُن دونوں کو انعام دیکر رخصت کیا۔

مبالغہ

الف لیلہ کے اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے قصّے اور نیز دیگر عربی مورخین کی اور بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں ہنسی اور دل لگی کی بے شمار باتیں ہیں جنکا یہاں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اُن قصوں میں "باستثنائے چند کے" واہیات باتیں ہارون الرشید کے دربار کے بڑے بڑے اُمرا کی ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس لیے خلیفہ اور اُسکے درباریوں اور ندماء کا اخلاق بہت ہی کم درجہ کا ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ حال کی برائیوں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے[1]

---

[1] یہ باتیں قابلِ اعتماد اور معتبر نہیں ہیں جیسا کہ خود اسی جگہ مسٹر ہامر صاحب نے لکھا ہے کہ ان باتوں میں نہایت درجہ کا مبالغہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مسٹر ہامر اور دیگر مورخین الف لیلہ کے قصوں کو "باستثنائے چند" فا لص افسانہ ہی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ باتیں سچ کس طرح تصور کیجاویں۔ جب ایک بیان کا مخرج ہی جھوٹا مان لیا گیا ہو تو پھر وہ بیان کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی دیگر کتابوں کا حال ہوگا۔ مسٹر ہامر نے کسی کتاب کا یا اُسکے مصنف کا نام نہیں لکھا۔ ورنہ اُنکی بابت بھی حق و راست ہونے پر بحث کیجاتی۔ [illegible] محال۔ اگر ان درباریوں کے خراب خصائل ہونے پر یقین بھی کر لیا جائے۔ تو اُنکی بُرائی سے خلیفہ ہارون الرشید کا اخلاق کم پایہ کا

(بقیہ بصفحہ آیندہ)

مگر ہاں اس بات کے ساتھ ہم کو اس امر واقعہ کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ابو نواس جوان

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کیوں ہو جاتا ہے؟ یہ وہی مثل ہوئی کہ جرم کرے کوئی اور پکڑا جاوے کوئی۔ یعنی جرم کسی کا اور الزام کسی پر۔ اگر بالواسطہ خلیفہ پر یہ حملہ اس طرح کیا گیا ہے کہ ایسے نالائق درباریوں کو اُسنے اپنے دربار میں کیوں جگہ دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو عقل و قیاس اس بات کو نہیں مانتی کہ ایسا عابد و زاہد عالم و فاضل بادشاہ اپنی صحبت میں ایسے رذیلوں کو جگہ دے۔ اور بر تقدیر اگر کوئی بیہم خفیہ طور سے ایسا ہو بھی تو خلیفہ کو غیب کا حال کس طرح معلوم ہو جاتا وہ بھی تو انسان تھا۔ سوا خدا ئے تعالیٰ کے انسان غیب کب جان سکتا ہے۔ پامر صاحب نے الف لیلہ کا صرف حوالہ ہی دیا ہے۔ مگر افسوس ان قصوں کی تشریح نہیں کر دی کہ جن سے ہارون الرشید کے درباریوں کی بُرائی زمانہ حال کی برائیوں سے بھی بدتر ثابت ہوتی ہے۔ الف لیلہ ہمارے سامنے ہے۔ کئی بار اُلٹ پلٹ کر دیکھا مگر مکر کا ذکر لبا ذکر ہے۔ مگر ہم کو وہ بُرائیاں نہیں معلوم ہوئیں۔ یقین ہے کہ ناظرین! آپنے الف لیلہ تو کئی بار پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب افسانوں کی نہایت مشہور ہے اور ہر جگہ مل سکتی ہے۔ اس امر کی زیادہ بحث آپ کے لیے چھوڑی جاتی ہے مگر ہم اسی طرح دیگر کتابوں پر اپنا قیاس دوڑاتے ہیں کہ اُنکے الزام بھی غلط ہونگے۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ کوئی زمانہ کبھی بھی برائیوں سے خالی نہیں رہا۔ دیگر ممالک کے مصنفین نے تو اپنے یا دیگر ملکوں کے بادشاہوں پر ایسے صاف صاف الفاظوں میں حملہ کیا ہے کہ جن کا بیان باعث شرم ہے۔ خیر ان بیچارے عربی مصنفین نے حسب بیان مسٹر پامر، تو غنیمت ہے کہ درباریوں پر ہی حملہ کیا۔ براہ راست خلیفہ پر نکیا۔ اگر اپنی طلاقت لسان سے خلیفہ پر خراب برائیاں منسوب دیتے تو اُنکا کوئی کیا کر لیتا۔ مصنفین اپنے زور قلم کے آگے بادشاہ اور اُمراء کو پرِکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ اس بات کی دو ایک تمثیل ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔ چارلس ڈکنز صاحب نے اپنی کتاب (ٹیل آف ٹو سیٹیز) میں فرانس کے شہنشاہ اور وہاں کے اُمراء کی واہیات باتوں۔ زنا بالجبر، قتل اور غارتگری اور لوٹ مار کا کیسا کیسا حال لکھ رکھا ہے کہ جس کے پڑھنے سے دل کانپ جاتا ہے۔ انہی صاحب نے اپنی ایک دوسری کتاب (اڈونچرز آف اولیور ٹوسٹ) میں انگلستان کے غریب خانہ میں بچوں کے مارڈالنے وغیرہ باتوں کا حال لکھتے ہوئے حکام پر غفلت کا جرم کس طرح لگایا ہے۔ اسی طرح ایک مصنفہ میری بیسنٹ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب (جین شور) میں انگلینڈ کے بادشاہ اڈورڈ چہارم اور اُسکے ندماء اور درباریوں پر کوئی واہیات یا بُری بات ایسی غلط اور صریح بے بنیاد اور جھوٹا نہیں چھوڑی جن کا الزام اُن بیچاروں پر نہ تھوپا ہو۔ یعنی اڈورڈ چہارم کا زبردستی خوبصورت عورت کو اُسکے خاوند سے چھین لینا درباریوں کی سازش۔ فریب۔ مکر۔ دغا۔ اور شہدپن۔ غرضکہ کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی جو اُنپر نہ لگائی ہو۔ اسی طرح ایک نہایت مشہور و معروف مصنف مسٹر جے۔ ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈ صاحب نے اپنی کتاب "مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن" میں جسکا اردو ترجمہ

(بقیہ صفحہ آیندہ)

تمام قصّہ کہانیوں کا بیان کرنے والا ہے وہ دربار کا مسخرہ تھا۔ اور اغلب یہ ہے کہ حرمِ سلطانی کے کسی واقعہ کا حال جسکو یا تو خود خلیفہ یا اُسکے غلام اُس سے بیان کرتے تو ابونواس اُس میں انتہا درجہ کا مبالغہ کرلیتا تھا

عذر گناہ بدتر از گناہ کی عملی تمثیل۔

ہارون الرشید اور ابونواس کے لطائف اور ظرافت کی سینکڑوں حکایتیں موجود ہیں۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ ایک دن ابونواس نے خلیفہ کے حضور میں یہ مقولہ بیان کیا کہ اکثر عذر گناہ بدتر از گناہ ہوتا ہے۔ خلیفہ کہتا تھا کہ نہیں۔ عذر ہمیشہ ہی بہتر ہوتا ہے اس پر دونوں کا بہت مباحثہ ہوا۔ آخر میں اِس شاعر (ابونواس) نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! رات ہونے سے پیشتر میں آپ پر اس مقولہ کی سچائی ثابت کردوں گا۔ خلیفہ خفا ہو کر یہ کہکر کھڑا ہوگیا کہ اگر تم اپنا یہ اقرار رات تک پورا نہ کروگے تو میں تمھارا سر کٹوا دوں گا۔ رات کو خلیفہ جب اپنے حرم سلطانی میں گیا تو رات کے اندھیرے میں یکایک ایک ڈاڑھی والے چہرہ نے خلیفہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس طرح کہ ڈاڑھی کے بال خلیفہ کے مُونہ پر رہے جس سے خلیفہ کو تکلیف ہوئی۔ خلیفہ نے نہایت غصہ سے حکم دیا کہ "شمع لاؤ"۔ "اور ایک جلاد کو بلاؤ"۔ جب شمع آئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ جس ذات شریف نے میرے ساتھ ہنسی

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) بھی ہوگیا ہے اور اُس کا نام "دربار لندن کے اسرار" رکھا گیا ہے۔ انگریزی قومی زندگی کا فوٹو۔ عیاشی کی برائیاں۔ بدمعاشی کے نتیجے۔ ریاکاری کی قباحتیں۔ سیاہ کاری کی سزائیں۔ خلق اللہ کے ساتھ بدسلوکی کا بدعاوضہ۔ جرائم کی پاداش وغیرہ وغیرہ یہ سب اُس وقت کے شہزادوں۔ معزز اور مقتدر اُمرار۔ امیر لیڈیوں کی رفتار اور گفتار کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی بارہ جلدیں بڑی بڑی ضخیم ہیں۔ اسی طرح تلاش سے ہر ملک کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ ناظرین! مصنفین کونسی بُرائی ہے جو بادشاہوں اور امیروں اور ندیموں پر مبالغہ سے نہیں لگاتے ہ مسٹر پامر نے عربی کتابوں کا نام نہیں لکھا۔ وگرنہ ہارون الرشید کے درباریوں کی بُرائیوں کا زمانۂ حال کی بُرائیوں سے مقابلہ کرکے موازنہ تحریر کرتے مگر کتابوں کی گمنامی سے مجبوری ہے۔ جس کا ہم کو بھی افسوس ہے ۱۲۔ از مصباح مترجم۔

کی ہے وہ ابونواس ہے جو خاموش کھڑے ہوئے ہیں۔ خلیفہ نے خفا ہوکر پوچھا کہ اے شریر! اس حرکت سے تیرا کیا مطلب ہے؟ ابونواس نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! میں نے تو آپکو زبیدہ خاتون تصور کرکے حرکت کی تھی۔ افسوس کہ زبیدہ خاتون کے شبہ میں میں آپسے یہ حرکت کر بیٹھا۔ میں آپسے اپنے اِس جرم کا عذر کرکے معافی چاہتا ہوں۔ ہارون الرشید[1] یہ سنکر اور زیادہ مشتعل ہوا اور پکارا کہ یہ عذر تو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ یہ سُنکر ابونواس نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! آپ کی زبان سے یہ لفظ (عذر گناہ بدتر از گناہ) کہلانا منظور تھا۔ اور میں نے اپنے اقرار کے بموجب یہ مقولہ ثابت کر دیا ہے۔ یہ کہکر ابونواس رخصت ہوا۔ اسپر خلیفہ نے ہنسکر اُسکی جانب اپنا ایک جوتا پھینکا۔

---

[1] ہارون الرشید کے متعلق بہت سے غلط افسانے شہرت پکڑ گئے ہیں جنکی کچھ اصلیت نہیں اور طرہ یہ کہ بعض مشہور مصنفوں نے بلاتحقیق اُن بے سروپا غلط واقعات کو اپنی تالیفات میں نقل کر دیا ہے جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات کے لیے ایک ثبوت ملگیا ہے۔ بالخصوص بعض یوروپین مصنفین نے اُن کو صحیح سمجھ کر ایسے مضحکات کا خوب ہی خاکہ اُڑایا ہے۔ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو شخص بسبب اپنی ذاتی خوبیوں کے شہرت اور نیک نامی حاصل کرتا ہے اُسکی نسبت اچھی اور بُری سینکڑوں روایتیں خودبخود پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض حالتوں میں اسقدر شہرت ہو جاتی ہے کہ متین لوگوں کو اُس پر تواتر کا شک ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہارون الرشید پر ہی کچھ منحصر نہیں ہے یہ حکایت عذر گناہ بدتر از گناہ یا اس سے آگے کی حکایت مرغی اور مرغ کا لطیفہ جسکو پامر صاحب نے ہارون کے واقعات میں ذکر کیا ہے۔ ہم اُسکو تمام ہندوستان میں ناواقفوں کی زبان سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے دربار کی نسبت ملا دوپیازہ اور بیربل کے نام کی شہرت سے سنتے ہیں۔ عجیب تر یہ کہ بعض نامحققوں نے ان لطائف کو اُسکے دربار کے واقعی حالات سمجھ کر اُنکی کتابیں شایع کر دیں۔ ہارون رشید کی مانند اکبر کی بیدارمغزی اور شایستگی کی بھی تمام ایشیائی اور یوروپین مورخین پوری پوری شہادت ادا کرتے ہیں۔ تواریخ میں ان بے اصل افسانوں کی کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے ناشایستہ اور مزخرفات قصے اکبر اور ہارون رشید جیسے بیدار مغز بادشاہوں کی نسبت عقل کے نزدیک کب قابلِ قبول ہو سکتے ہیں۔ ۱۲

مصباح مترجم

مرغ اور مرغی کا لطیفہ

ایک مرتبہ ایسے دل لگی کے موقع پر ابونواس خلیفہ سے پھر بازی لیگیا۔ ایک روز شام کے وقت خلیفہ مع اپنے ندمار کے دیوانخانے میں بیٹھا ہوا ہنسی مذاق کی باتیں کر رہا تھا۔ ابونواس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس لیے دیر میں آنیکی وجہ سے سزا دینے کے لیئے خلیفہ ہارون رشید نے ایک عمدہ تجویز سوچی۔ خلیفہ نے ایک کھیل نکالا جس میں یہ قاعدہ رکھا کہ جس طور سے میں عمل کروں اسی طرح سب عمل کریں۔ جو عمدہ طور سے عمل کرے گا اُسکو ایک دینار انعام دیا جاویگا۔ لیکن جو شخص عمدہ طور سے عمل نہ کرے گا۔ اُسکے بارہ ڈنڈے لگائے جاوینگے۔ پھر ہارون رشید نے کچھ انڈے منگائے۔ اُن میں سے ایک انڈا لیکر اپنی مسند کے نیچے رکھ لیا اسی طرح اپنے درباریوں کو عمل کرنے کا حکم دیا جنھوں نے ایک ایک انڈا اپنے نیچے رکھ لیا۔ وہ یہ سب انڈے چھپا ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابونواس بھی آموجود ہوا۔ اب خلیفہ نے کھیل شروع کیا اور ابونواس کو بھی اپنے کھیل میں شریک کر لیا۔ جب ابونواس شریک ہوگیا تو خلیفہ نے مثل مرغی کے بولنا اور چلاّنا (کڑ کنا) شروع کیا۔ اور ایک انڈا اپنے نیچے سے نکالا اس طرح سے کہ گویا مرغی نے انڈا دیا ہے۔ اسی طرح سب درباری عمل کرتے رہے یہانتک کہ اب ابونواس کی باری آئی۔ اُسکے پاس کوئی انڈا نہ تھا۔ وہ حیران تھا کہ میں یہ عمل کیسے کروں۔ اگر اسی طرح عمل نہ کروں گا تو بارہ ڈنڈے کھانے پڑینگے۔ اور سب درباریوں کی شرارت سے بھری ہوئی نگاہیں اُسکی جانب لگی ہوئی تھیں کہ یکایک ابونواس اپنی جگہ سے جست کرکے کودا اور کمرے کے بیچ میں جا کھڑا ہوا۔ اور اپنے بازو اپنی پسلیوں پر پھڑ پھڑا کے مارے۔ اور بڑے زور سے پکارا "ککڑوں کوں" گویا کہ وہاں اور سب مرغیاں ہیں اور صرف یہی مرغ ہے اس پر خلیفہ اور سب حاضرین ہنس پڑے اور خوش ہوگئے اور ابونواس پٹنے سے بچ گیا۔

ابونواس کی ڈاڑھی کا لطیفہ

ابونواس کی ایک اور ظریفانہ حکایت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے ابونواس کی ڈاڑھی مول لے لی۔ اور حکم دیا کہ وہ اسے اب نہ کچھ بڑھائے جاؤ تاکہ لمبی ہو جائے جب ضرورت ہوگی میں لیلوں گا" ایک دن دربار میں ابونواس نے کچھ ایسی حرکت کی کہ جس سے خلیفہ ناراض ہوا اور اُس نے بطور تنبیہ ابونواس کو حکم دیا کہ اپنی ڈاڑھی کا خیال رکھو یہ سنتے ہی ابونواس نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کرنے کے طور سے اُٹھائے اور زور سے پکارا کہ الحمد اللہ! والشکر للہ! یہ ڈاڑھی اب پھر میری ہوگئی۔ کیونکہ امیر المؤمنین خود فرماتے ہیں۔ یہ سنکر خلیفہ ہنس پڑا اور اُس کا غصہ فرو ہوگیا۔

اِس حکایت سے اسپین کے بادشاہ کی ایک درباری کی بعینہ نظیر یاد آتی ہے۔ ایک مرتبہ شاہ اسپین نے بے توجہی سے ایک اپنے درباری سے لفظ "دوست" کہدیا۔ یہ لفظ سنتے ہی اُس درباری نے فوراً ٹوپی اپنے سر پر اوڑھ لی۔ اُس پر بادشاہِ اسپین نے خفگی سے اُس سے دریافت کیا کہ اِس آزادی اور گستاخی کی تو نے کس سے اجازت لی ہے۔ اُسنے عرض کیا کہ حضور مجھکو ضرور امرائے اسپین کے زمرہ میں داخل کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس طرح دوست کہکر مجھسے گفتگو نہ فرماتے۔ اور اس لیے میں نے اُنھیں حقوق کیوجہ سے جو اُمراء کو حاصل ہوتے ہیں اپنی ٹوپی حضور کے سامنے اپنے سر پر رکھ لی ہے۔ اسپر درحقیقت بادشاہ نے اُسکو زمرۂ اُمراء میں داخل کیے جانیکا حکم دیدیا۔

ابونواس کی حاضر جوابی۔

ابونواس اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کیوجہ سے کئی دفعہ علاوہ مار پٹنے کے اس سے بھی زیادہ سخت سزاؤں سے بچ جاتا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو شراب[1] پینے کی

---

[1] خلیفہ ہارون الرشید کے شراب پینے یا بیہوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن نبیذ کا پینا علامہ موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ یہ نبیذ کھجور کی تازی یعنے تازہ عرق ہوتا تھا جسکو رنگین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے (بقیہ بصفحہ آئندہ)

بہت عادت تھی اور علاوہ ازیں وہ قرآن شریف کے دیگر احکاموں سے بھی متجاوز ہوجاتا تھا

ایک دن عالمانہ اور نیک خیال کیوجہ سے یہ حکم دیدیا کہ ابونواس کو اسی وقت اور اسی جگہ

قتل کرڈالو۔ ابونواس نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! کیا آپ مجھکو بے جرم اور بلادلیل

صرف متلون المزاجی سے قتل کراتے ہیں؟۔

ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں بلکہ تم قتل کیے جانے کے مستحق ہو۔ اِس شاعر نے جوابدیا

کہ اللہ تعالیٰ بھی گنہگاروں کو اول اُنکے جرائم سے مطلع فرماتا ہے اور پھر اُنکو معاف کردیتا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور علماء عراق نے اسکی حلت کا فتویٰ بسبب اسکے کہ اُسمیں نشہ نہیں ہوتا تھا دیدیا تھا چنانچہ ابونواس لکھتا ہے ؎ اباح العراقی النبیذ وشربہ،، عراقی سے امام ابوحنیفہ مراد ہیں اس قسم کے جلسے اور مینوشی خلفا میں عام طور سے تھی بلکہ شوقت کی عام معاشرت کا یہی نمونہ تھا اور مینوشی سے ہر جگہ نبیذ کا دور مراد ہے۔ الماموں میں بھی حلتِ نبیذ کی بابت ایسا ہی احوال مرقوم ہے۔ مسٹر ہامر کی اسی حکایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید شراب یا دیگر منشی عروق پینا تو درکنار۔ ہرگز ہرگز اُنکو چھوتا تک نہ ہوگا۔ چونکہ اگر وہ خود شراب پیتا تو ابونواس کو صرف خیالی شراب پینے یا یہ کہو کہ نظم میں شراب کا پینا باندھنے پر کیوں ماخوذ کرتا؟ بفرض محال اگر ہارون الرشید کی ایسی عادت ہوتی تو ابونواس جواب صاف صاف گفتگو کر رہا ہے کیا یہ ممکن تھا کہ وہ خلیفہ سے اپنے بچاؤ کے لیے یہ نہ کہتا کہ میں نے تو شعروں ہی میں شراب کا پینا خیالی باندھا ہے اور آپ تو درحقیقت پیتے ہیں۔ جو حکم مذہبی میرے اوپر صادر ہوتا ہے وہی آپ پر ہوتا ہے۔ مگر وہ کیسے کہتا خلیفہ میں درحقیقت یہ عادت تھی ہی نہیں۔ جو شخص مذہبی احکاموں کا ایسا پابند ہو کہ شراب کے پینے تک کے خیال سے اسقدر نفرت ظاہر کرے کہ شاعر کو سخت ترین سزا (قتل) دینا پسند کرے تو یہ بات عقل کب مانتی ہے کہ وہ شراب خود پیتا ہوگا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو تو نہایت نفرت ہوگی۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون اور دیگر معتبر اور مستند مورخ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید شراب ہرگز نہیں پیتا تھا۔ بلکہ تاڑی کھجور کی پیتا تھا کہ جسکی حلت کا فتویٰ مذہبی پیشواؤں نے دیدیا تھا۔ اور نیز اسی کتاب میں مسٹر ہامر یہ بات متواتر ثابت کرتے آئے ہیں کہ ہارون الرشید مذہب کا بڑا پابند تھا اور بڑا ہی عالم و فاضل تھا پھر جو شخص مذہب کا پابند ہو اور عالم باعمل اور فاضل اجل ہو۔ ایسی باتوں کا کرنا جو مذہبی احکام کے خلاف ہوں روا رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ جو مسٹر ہامر نے لکھا ہے کہ وہ دیگر احکام قرآن کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ اول تو اُسکے لیے بھی مفصلۂ بالا جواب کافی ہے۔ اور دوسرے یہ ایک بے دلیل بات ہے۔ اور مسٹر ہامر نے اس بات کی کوئی نظیر بھی نہیں لکھی۔ اِس لیے بے دلیل بات کبھی بھی صحیح نہیں مانی جاسکتی۔"

از مصباح۔ مترجم

فرمایئے کہ مَیں قتل کیے جانے کا کس وجہ سے مستحق ہوں ؟ خلیفہ نے کہا کہ تم نے جو ایک شعر کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے ساقی مجھکو شراب پینے کو دے اور مجھ سے کہہ کہ یہ شراب ہے۔ جبکہ میرے سب افعال علی الاعلان اور ظاہر ہیں تو تو مجھ سے شراب کا نام کیوں چھپاتا ہے" اس لیے شراب کے پینے کیوجہ سے تم قتل کیے جانے کے مستحق ہو گئے ہو۔ ابو نواس نے پوچھا کہ امیرالمومنین! کیا آپ واقف ہیں کہ مجھے شراب دیدی گئی تھی اور مَیں نے اُسکو پی بھی تھی ؟ خلیفہ نے کہا کہ ہاں مجھے ایسا شبہ ہے۔ ابو نواس نے کہا کہ کیا آپ مجھے شبہ پر قتل کرانا چاہتے ہیں ؟ حالانکہ قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ یہ سُنکر ہارون الرشید نے جواب دیا کہ تم نے اور نظمیں بھی ایسی ہی کہی ہیں جسکی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہو۔ مثلاً تمھارے ایک شعر میں الحاد کا مضمون ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ "کوئی شخص اس بات کی اطلاع دینے کے لیے واپس نہیں آیا کہ آیا وہ جنت میں رہا یا دوزخ میں" ابو نواس نے پوچھا کہ اچھا امیرالمومنین! آپ ہی فرمایئے کہ کیا کوئی شخص اس بات کی ہم کو اطلاع دینے واپس آیا ہے ؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ نہیں یہ سُنکر ابو نواس نے کہا کہ اس بات کا مجھے کامل یقین ہے کہ سچ بات کہنے میں آپ مجھے قتل نہ کرا دینگے۔ خلیفہ نے کہا کہ ان سب باتوں کے علاوہ تم نے اپنے ایک شعر میں اللہ تعالیٰ کی نسبت نعوذ باللہ کلماتِ بے ادبی کا اظہار کیا ہے اور اُس شعر کا مضمون یہ ہے کہ "اے محمدؐ تو ہی ایسا شخص ہے کہ مصیبت کے طوفان کے پیدا ہونے کے وقت ہم سب کی آنکھیں تیری ہی جانب لگی رہتی ہیں۔ آ تشریف لا۔ کیونکہ مَیں اور تو دونوں ملکے آسمانوں کے بادشاہ کو شکست دے سکتے ہیں" ابو نواس نے خلیفہ سے پوچھا کہ کیا پھر ہم نے اُس ذات اللہ تعالیٰ کو شکست دیدی ؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ مَیں نہیں جانتا کہ تم نے کیا کیا

ابونواس نے کہا۔ کہ امیرالمؤمنین! جس بات کو آپ جانتے ہی نہیں ہیں تو اُسکے عوض آپ مجکو یقیناً قتل نکرینگے۔ ہارون الرشید جواب دیتے دیتے تھک گیا اور اب اُس سے زیادہ صبر نہ ہوسکا۔ ابونواس سے کہاکہ تم اپنی یہ بیہودہ گفتگو بند کرو۔ تم نے ہمیشہ اپنی نظم میں ایسی ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جنکی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہوگئے ہو۔ ابونواس نے کہاکہ اللہ تعالیٰ تو یہ باتیں آپ کے جاننے سے بھی بہت پیشتر سے جانتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے (والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انہم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون) "اور شاعروں کی باتوں پر وہ لوگ چلتے ہیں جو گمراہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی اور میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں بکتے ہیں جنکو وہ نہیں کرتے"۔ خلیفہ نے فرمایا کہ ابونواس کو جانے دو۔ قتل نہ کرو۔ یہ تو کسی طرح گرفت میں آتا ہی نہیں۔ اِس طرح حاضر جوابی سے ابونواس کی جان بچی

حمید الطوسی کی حاضر جوابی۔

حاضر جوابی اور ظرافت بعض وقت بہت مفید پڑتی ہے اور اسکی تصدیق مفصلۂ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔ حمید الطوسی ایک بڑا افسر تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اُس سے ناراض ہوگیا اور حکم دیا کہ اسکو فوراً اسی جگہ قتل کر دیا جائے۔ یہ حکم سنکر حمید نے رونا شروع کر دیا ہارون الرشید نے پوچھا کہ تو کس لیے روتا ہے۔ حمید الطوسی نے کہاکہ مَیں مرنے کے ڈر سے نہیں روتا۔ موت تو تمامی ذی حیاتوں کے لیے عام تقدیر ہے لیکن مجھے اس بات پر رونا آتا ہے کہ افسوس! مَیں اِس دنیا سے امیرالمؤمنین کی خفگی کے دوران میں روانہ ہوتا ہوں۔ ہارون الرشید کو ہنسی آگئی اُسکے قتل سے درگزرا اور اُسکی جاں بخشی کر دی۔

اسحٰق مغنی کی حاضر جوابی کا صلہ

۷۔ اصمعی کا بیان ہے کہ ایک بار ہارون الرشید نے اسحٰق کے راگ گانے کی تعریف کی

اور اسی وقت بطور انعام کے ایک رقمِ زرکثیر اُسکو دیئے جانے کا حکم دیا۔ اس مغنی نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ کے تعریفی الفاظ میرے راگ سے بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہیں پھر آپ مجھے انعام کس لیے عطا فرماتے ہیں؟ اِس شکرگذاری کے صلہ میں خلیفہ نے اُسکو اور زیادہ انعام دیا۔ اِس پر اصمعی لکھتا ہے کہ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اسحٰق روپیہ کے پیدا کرنے میں مجھ سے زیادہ ہشیار ہے"۔

سفیان اور فضیل کی حکایت

ایک حکایت جو اُس زمانہ کی خصوصیات سے ہے اور جس سے اُس طریقہ کا پتہ لگتا ہے کہ جس طور سے خلیفہ ہارون الرشید نے اسقدر دولت بے انتہا جمع کی تھی وہ حسبِ ذیل ہے

ایکبار سفیان بن عُلینیہ جو بغداد کے قاضی القضاۃ تھے اور "علم حدیث" کے بڑے مشہور اور مستند اور معتبر راوی ہیں مع ایک عابد گوشہ نشین کے جن کا نام فضیل تھا۔ خلیفہ کے پاس آئے۔ جب یہ خلیفہ کے محل میں داخل ہوئے تو فضیل نے پوچھا کہ خلیفہ کونسا ہے سفیان نے اشارہ سے بتلا دیا کہ یہ خلیفہ ہے۔ پھر خلیفہ کیجانب مخاطب ہو کر فضیل نے کہا کہ "اے خوبصورت چہرہ والے! تو ہی وہ شخص ہے کہ جو لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور تو نے ہی اپنے کندھوں پر اسقدر ذمہ داری لی ہے۔ درحقیقت تو نے اپنے کندھوں پر بھاری بوجھ دھرا ہے"۔

یہ فصیحانہ گفتگو سُنکے خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب رقت سے خلیفہ کو تسکین ہوئی تو حکم دیا کہ اِن دونوں بزرگوں کو ایک ایک تھیلی زرِ نقد کی دیجاوے۔ مگر فضیل نے زرِ نقد نہ لیا۔ ہر چند خلیفہ نے اصرار کیا کہ آپ قبول کر لیں اور اگر آپ کو خود اِسکی ضرورت نہیں ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسکو خیرات کر دینا۔ مگر فضیل نے اِسکے لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ سفیان نے اُن سے کہا کہ آپ لیلیں۔ کیوں اسقدر انکار کرتے ہیں؟ یہ سُن کر فضیل نے

قاضی القضاۃ کی ڈاڑھی غصّہ سے پکڑ لی اور کہا کہ "تم قاضی القضاۃ ہو کے اسقدر غلطی عظیم کے کس طرح مرتکب ہوئے؟ اگر ان لوگوں نے (یعنی خلیفہ اور اُسکے مقرر کردہ حکام نے) یہ روپیہ جائز طور سے حاصل کیا ہوتا تو اُس حال میں مجکو اُس کا قبول کرنا جائز ہوتا۔"

علم حدیث

حدیث وہ اقوال ہیں جو حضرت محمدؐ صاحب سے منسوب کیے جاتے ہیں اور حدیثیں گویا قرآن شریف کی ضمیمہ جات ہیں۔ اُن میں ہر قسم کے قوانین (شریعت) موجود ہیں یہانتک کہ زندگی کے روزمرہ کے کام بھی اُنہیں کے مطابق کیے جاتے ہیں لیکن کوئی حدیث معتبر نہیں مانی جاتی جبتک کہ براہ راست مختلف معتبر اشخاص (راویوں) کے ذریعے سے اُس کا سلسلہ حضرت محمدؐ صاحب تک نہ پہنچتا ہو۔ اور حدیث کے قابل قبول ہونے کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ اُس حدیث کے ہر ایک راوی کا نام ظاہر کیا جاوے۔ مثلاً اگر کوئی ناواقف مسلمان کسی اہل حدیث سے یہ مسئلہ دریافت کرے کہ آیا حج کے ایام میں بھڑ (زنبور) کو مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اُن ایام میں مکہ شریف میں سوائے قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کے اور جانور کا مار ڈالنا شریعت میں ممنوع ہے تو اہلحدیث اس مسئلہ کا جواب یوں دیگا کہ "میں نے الف رضی اللہ عنہ سے یہ بات سُنی ہے کہ ب نے مجھ سے اس طرح کہا کہ اُنھوں نے ج سے یہ سُنا جنھوں نے د سے سُنا تھا اور اسی طرح سے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک آتے ہیں جو پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی تھے کہ اُنھوں نے پیغمبر صاحب کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اگر یہ جانور (زنبور) کسی آدمی کے کاٹ لے تو اُس کو مسواک سے مار ڈالنا چاہیے۔ پیغمبر صاحب کو مسواک کے اِستعمال سے بہت ہی شوق تھا اور اس طرح بھڑ کا مار ڈالنا جائز اور مشروع ہوگیا۔"

اہل حدیث اور علیسائی کی حکایت

ایک اہلِ حدیث کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ اور ایک

سلے اِس امر سے تمام زمانہ واقف ہے کہ مسلمانانِ اہلِ سنت وجماعت چار مذہب حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی کے پیرو ہیں قرآن وحدیث اور اجماعِ امت وقیاس سے اِن مذہبوں کی حقیت اور انکی تقلید کا راہِ راست ہونا بخوبی ثابت ہے تیسری صدی سے لیکر تیرھویں صدی کے اخیر تک سب مسلمانوں کا اتفاق تھا کہ یہ چاروں مذہب حق ہیں۔ اور سب مسلمان ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کے پابند چلے آئے ہیں۔ تیرھویں صدی میں نجد سے (جسکی قباحتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں) ایک شخص عبدالوہاب نامی نکلا حنبلی مذہب کا کہلا کر اہلِ سنت سے بہت سے مسائل میں مخالف ہوا اور جہال وغیرہم کو اپنا معتقد بنالیا۔ اُنکا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے عقیدے والے مسلمان ہیں باقی سب اگلے پچھلے مسلمان مشرک اور کافر ہیں۔ اور اسی خام خیال کو پختہ جانکر مسلمانانِ اہلِ سنت اور اُنکے علماء کے قتل اور غارت کو مباح کر دیا اور حرمین شریفین پر بھی غلبہ کر لیا۔ یہانتک کہ ۱۲۳۳ھ ہجری میں اُنکی شوکت ٹوٹی اور گھر بار اُجڑے اور لشکرِ اسلام کی فتح ہوئی۔ جیساکہ ردالمختار میں جو مقبول العرب والعجم کتاب ہے یہ ذکر درج ہے اور صاحبِ ردالمحتار نے ان لوگوں کو خارجیوں اور باغیوں میں مندرج کیا ہے۔ پھر اس گروہ کے عقائد کی کتاب جس کا نام کتاب التوحید مشہور ہے اور جس میں نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمانانِ خدا پرست کو بت پرست لکھا ہے دہلی میں آئی اور انتشار پائی معتبرین سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے آخر عمر مرض موت میں اسے دیکھ کے فرمایا تھا کہ اگر عمر نے وفا کی تو اس کا رد بلیغ تحفہ اثنا عشریہ کے طور پر لکھونگا۔ مگر قضاء الٰہی سے آپ کا وصال ہوگیا۔ اور وہ کتاب دہلی میں پھیلی جس سے ہندوستان میں وہابی لوگ نکلے بدعتوں کی قباحت بیان کرتے کرتے اسلام کے نیک کاموں کو بھی شرک اور بدعت کہنے لگے۔ کئی تو ان میں سے مقلد تھے اور بعضے غیر مقلد اور پھر سب غیر مقلد ہوگئے اور تقلید امامانِ دین مجتہدین کو شرک اور حرام کہنے لگے اور لکھنے لگ گئے۔ علماء دیندار نے اُنکے جواب لکھے۔ مگر بسبب قرب قیامت اور شیوع فتنہ وغرامت کے یہ لوگ تخریب اسلام میں دن بدن ترقی کرتے گئے بعض ان میں سے نیچری بنکر ضروریات دین سے منکر ہوگئے۔ اور بعضوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتنزیہ میں فرق ڈالکر اُس پاک ذات جل شانہ کو جسمانی مکانی بنادیا اور اہلِ سنت سے اُصولاً وفروعاً مخالفت میں اصرار کیا۔ مذہبوں سے بیزار کرتے ہیں اور مذہبِ حنفی سے تو نہایت ہی اُڑتے ہیں اور اپنی نادانی یا ہوائے نفسانی کی رو سے اس نامی گرامی مذہب کے اکثر مسائل کو مخالفِ قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں باوصفیکہ چاروں طرف سے جواب باصواب پاتے ہیں مگر اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہیں آتے ہیں۔ اپنا نام عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور ہوائے نفس کے تابع ہوکر یقینیاً آیت وحدیث کے مخالف چلے جاتے ہیں۔ حدیثوں کی سند کا نام لیکر تعصب سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہیں۔ اور امامانِ دین مجتہدین نے جن صحیح حدیثوں سے مسائل اخذ کیے ہیں اُنکو موضوع اور نہایت ضعیف صرف اپنی زبان اور قلم سے بنا رہے ہیں اور غور کرنے والے کے نزدیک انکا ایسا حال ہے جیساکہ کتاب مستطرف کی یہ حکایت ایک اہل حدیث اور علیسائی کی ہے۔ اُس میں مرقوم ہے کہ شراب پی کر اُن محدث نے یہ کہا کہ اے احمق نصرانی (بقیہ بصفحہ آئندہ)

عیسائی ایک ہی کشتی میں سوار تھے۔ عیسائی کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لیے اُس نے ایک شراب کی بوتل نکالی۔ اور ایک گلاس بھر کر اپنے پینے سے پہلے اپنے ہم سفر مسلمان کے آگے تواضعًا پیش کیا۔ اہلِ حدیث بغیر پس وپیش اُس گلاس کو پی گیا اور بعد ازاں اپنے ہونٹوں کو پونچھ پانچھ دریافت کیا کہ یہ کیا چیز تھی؟ عیسائی نے سادہ دلی سے جواب دیا کہ یہ شراب تھی۔ یہ سنکر وہ اہل حدیث چین بجبیں ہوا۔ کیونکہ ہر شخص واقف ہے کہ مسلمان شراب نہیں پیتے ہیں۔ اُنکی شریعت میں شراب حرام ہے۔ اس عیسائی سے دریافت کیا کہ کیا درحقیقت یہ شراب ہی تھی؟ عیسائی نے جواب دیا کہ بیشک شراب تھی۔ میرا غلام اِس شراب کو ایک یہودی سوداگر سے خرید کر کے لایا تھا۔ اِس فاضل اہلِ حدیث نے جواب دیا کہ تم عجیب ضعیف الاعتقاد بیوقوف آدمی ہو۔ ہم اہل حدیث یزید ابن ہارون اور سفیان ابن عُیَینہ جیسے معتبر اشخاص کی حدیث کے مستند و معتبر ہونے پر بڑی بحث کرتے ہیں اور دلیل کرتے ہیں۔ تو کیا مَیں اب ایک غلام کے اعتبار پر جسنے ایک یہودی سے سُنا ہو۔ تیرے ایک عیسائی کی بات کا یقین کر لوں؟ مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ شراب ہو گی۔ لاؤ ایک اَور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہم اہلِ حدیث تو جس سلسلہ میں سفیان ابن عیینہ و یزید بن ہارون ہوتے ہیں تو تھوڑے سے نسیان وغیرہ کی جرح سے اُنکی حدیث کو رد کر دیتے ہیں تو جس سلسلۂ روایت میں نصرانی اور اُس کا غلام اور یہودی ہو۔ اُس کا اعتبار ہم کب کر سکتے ہیں بخدا میں نے ضعف اسناد کیوجہ سے اِسکو پی لیا ہے۔ یہ کشتی سوار ایسے محدث تھے۔ مستطرف ایک عربی کتاب ہے اور عرب کی زبان میں ہے۔ یہ کتاب مصر کے چھاپے خانے میں چھپی ہے۔

افسوس ہے کہ مسٹر ہامر اسلام کے فرقوں کے اصول سے ناواقف تھے اِس لیے اُنھوں نے سب علمار کو اہلِ حدیث لکھدیا یہانتک کہ قاضی ابو یوسف جیسے عالم و فاضل اہل سنت کو بھی ان ہی اہل حدیث میں سے لکھدیا۔ حالانکہ اہلِ سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث و اجماعِ اُمت۔ فقہ۔ اور قیاس مجتہد کے پیرو ہیں۔ اور اسی دین (مذہب) میں کثرت سے مسلمان ہیں۔ اور فرقہ اہلِ حدیث وہ ہے جو صرف قرآن و حدیث پر صرف اپنے اجتہاد سے عمل کرتے ہیں قاضی ابو یوسف صاحب اور دیگر تمام علمار و فضلار اہلِ سنت والجماعت تھے اہل حدیث نہ تھے۔ مسٹر ہامر نے ناواقفی سے سبکو اہلِ حدیث لکھدیا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے ۱۲ مصباح مترجم

گلاس بھر کے دو۔

کتاب الآغانی کی طرزِ تحریر

عرب مصنفین کا یہ قاعدہ کہ کسی حکایت کے راویوں کے سلسلہ کو اُسکے اصلی بیان کرنے والے تک پہنچانا علاوہ دینی باتوں کے دنیاوی تواریخ میں بھی مروج ہے۔ مثلاً خلیفہ ہارون الرشید کے سوتیلے بھائی اور اسحق مغنی میں جو بحث اور جھگڑا ہوا تھا جس کا ذکر آیندہ تحریر کیا جاویگا اُس کا بیان کتاب الآغانی کے مصنف نے لکھا ہے۔ کتاب الآغانی ایک مشہور کتاب ہے جس میں شعرا اور مغنیوں کا تذکرہ ہے۔ اُس نے یہ ذکر ایک شخص محمد نامی سے سُنا تھا اور محمد نے یہ ذکر اپنے باپ احمد سے سُنا تھا اور احمد نے اپنے باپ اسمٰعیل سے سُنا تھا اور اسمٰعیل نے اپنے بھائی اسحاق سے سُنا تھا جس کا خود یہ ذکر ہے۔ اس کتاب میں جسقدر حکایات ہیں وہ سب اسی طرح لکھی گئی ہیں اور اس لیے ان حکایتوں کو یہ تصور کرنا چاہیئے کہ مختلف لوگوں کو یہ باتیں معلوم تھیں اور جن مختلف اشخاص کا بیان ہوتا ہے اُنکا پتہ دیگر ذرائع سے بھی بآسانی مل سکتا ہے۔ اس لیے اِن حکایتوں کا صحیح اور واقعی ہونا صاف ظاہر اور ہویدا ہے۔

قاضی ابو یوسف

یہ لوگ شاہی یا اپنے مُربّی اُمرا کی خواہش کے موافق اپنے علم سے فیصلہ کر دینے سے خوب واقف تھے قاضی ابو یوسف کا خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہونے

لہ سیرۃ النعمان میں مرقوم ہے کہ قاضی ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ہیں ۱۱۳ھ ہجری یا ۱۱۳ھ ہجری میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ھ میں خلیفہ مہدی کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن ہارون الرشید کے زمانہ میں تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر۔ مغازی۔ اور ایام العرب کے حافظ تھے۔ اور فقہ اُنکا ادنی سا علم تھا۔ علاوہ امام ابوحنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان تیمی۔ ابو اسحق۔ شیبانی یحییٰ ابن سعید الانصاری وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ محمد بن اسحق سے مغازی وسیر پڑھی۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے (بقیہ بصفحہ آیندہ)

اور عہدہ پر مقرر رہونے کی وجہ اُنکی خوش اخلاقی ہے۔ دربار کے ایک افسر نے ایکبار

(بقیہ صفحہ گزشتہ) خدا نے ذہن اور حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانے میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچویں تاریخ سنہ ۱۸۲ ہجری میں وفات پائی اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ تھے وہ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمداً اخلاف واقعہ نہیں کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو۔" قاضی صاحب بڑے دولتمند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپے مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ کوفہ اور بغداد کے محتاجوں کو دیئے جائیں۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہیں جنھنے علماء کے لیے ایک خاص لباس تجویز کیا۔ جو آجتک برتا جاتا ہے ورنہ اس سے پہلے تمام لوگوں کا ایک لباس تھا۔ تصنیفات میں سے کتاب الخراج مشہور ہے۔ جیسا کہ مسٹر پامر نے انکو زمرۂ اہل حدیث میں لکھا ہے۔ یہ اہل حدیث نہ تھے بلکہ سنت والجماعت تھے۔ مسٹر پامر کی تحریر میں نقیض بہت ہوتا ہے۔ چنانچہ انھیں قاضی صاحب کے بیان کے عنوان میں تو لکھا ہے کہ بادشاہ یا اُمرار کی خواہشوں کے موافق فتوی دیتے تھے اور آگے جا کے بیان کرتے ہیں کہ یہ فتوی اُنھوں نے بالکل مطابق شریعت دیا۔ ضدین جمع کیسے ہوسکتی ہیں۔ ہاں یہ گروہ تعصب جو یوروپین مورخین میں مذہبی اُمور میں خصوصاً بہت پایا جاتا ہے

قاضی صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابلِ قدر ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض اِس جرأت اور آزادی سے ادا کرتے تھے جس کی مثال ایشیائی سلطنتوں میں بہت کم ملسکتی ہے۔ کتاب الخراج آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ہارون الرشید نے خراج اور جزیہ کے متعلق قاضی صاحب سے یادداشتیں طلب کی تھیں۔ قاضی صاحب نے اُس کے جواب میں چند تحریریں بھیجیں اگرچہ اُس میں اور بہت سے مضامین ہیں۔ لیکن زیادہ تر خراج کے مسائل ہیں۔ اس لیے اُسکو اُس زمانہ کا قانون مالگذاری کہہ سکتے ہیں۔ اس میں بعض موقع پر تنبیہاً ہارون رشید کو انصاف اور حکمرانی کے طریقہ کی بابت آزادانہ بہت سخت الفاظ میں مخاطب کیا ہے۔ قاضی صاحب کے سوا کسی کی جرأت تھی کہ ہارون رشید کی نسبت ایسا لکھتا۔ تعجب ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس شخص بھی دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے اُنکو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے۔ اور اس مضمون کی چند روایتیں بھی گھڑلی ہیں۔

بعض مورخین جن کو رطب ویابس سے کچھ بحث نہیں۔ ان بیہودہ روایتوں کو نقل بھی کر دیتے ہیں جو کوتاہ بینوں کے لیے سوئے بس است کا کام دیتی ہیں۔ اس قسم کی بعض حکایتیں تاریخ الخلفاء میں منقول ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے مقابلے میں ان روایتوں کا کس حد تک اعتبار ہوسکتا ہے ۱۲

مصباح۔ مترجم

دروغ حلفی کی۔ ابو یوسف نے ایک فتوے سے جو بالکل مطابق شریعت تھا اُسکو بے قصور ثابت کر کے رہا کرا دیا تھا۔ اس افسر نے ایک دن خلیفہ کو کسی مسئلہ میں حیران پا کے اِس فاضل شیخ کی خلیفہ سے سفارش کی اور کہا کہ ابو یوسف جھوٹ اور سچ کی تمیز میں اور فتوٰی دینے میں مثل ایک غلطی نہ کرنے والے طبیب کے ہیں۔ یہ سُن کر خلیفہ نے ابو یوسف کو بلوایا۔ جب یہ شاہی محلوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں سے جا رہے تھے قاضی ابو یوسف نے ایک محل کی کھڑکی میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جسنے انکو دیکھتے ہی اپنی مصیبت کا حال اشاروں سے ان سے کہا اور انکی مدد کا خواہاں ہوا۔ جب ابو یوسف خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے خلیفہ نے اُن سے فوراً یہ مسئلہ پوچھا کہ "اگر کوئی امام یا مذہبی پیشوا خود اپنی آنکھ سے کسی شخص کو ایسا جرم کرتے ہوئے دیکھکر گرفتار کرے کہ اُس جرم کے لیے شریعت میں سزائے تازیانہ مقرر ہو۔ تو کیا اُس امام پر اس شخص کو سزا دینا لازمی ہے" قاضی ابو یوسف نے اپنی ہوشیاری سے خیال کیا کہ جس جوان کو مَیں نے محل کی کھڑکی میں بیٹھا دیکھا تھا وہ ضرور خلیفہ کا رشتہ دار ہوگا۔ اور یہ فتوٰی شاید اُسی کی بابت دریافت کیا گیا ہے۔ ابو یوسف نے فوراً اُس مسئلہ کا جواب دیا کہ "نہیں"

یہ فتوٰی سُنکر ہارون الرشید سجدہ میں گیا اور اللہ تعالیٰ کا بے نہایت شکر ادا کیا پھر قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ تمھارے اِس فیصلہ کی کیا دلیل ہے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ اور اُسکے رسولؐ کا حکم ہے کہ شبہ پر کسیکو سزا نہ دیجائے۔ ہارون الرشید نے جواب دیا کہ جب کسی شخص نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تو پھر شبہ کہاں رہا۔ ابو یوسف نے کہا کہ بہ نسبت جاننے کے دیکھنا بہتر نہیں ہے۔ اور نیز کسی جرم سے آگاہی ہونا بھی سزا دینے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ شاہد اُسکی بابت گواہی نہ دیدیں۔ ایسا ہی شریعت

میں حکم ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کو اپنے آپ خود بغیر گواہ فیصلہ کرنے کا کب اختیار حاصل ہے۔ خلیفہ کو ان مسئلوں کے سننے سے تسکین ہوگئی۔ پھر ہارون الرشید اور اُس کے بیٹے دونوں نے دو ہی جوان آدمی جو محل میں قید تھا اور جس کو راستہ میں قاضی ابو یوسف نے دیکھا تھا۔ وہ جوان خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا۔ بڑی بڑی رقمیں زرِ نقد کی قاضی ابو یوسف کو بطور انعام دیں۔ چونکہ اُنھوں نے مسئلوں کا مفہوم اور مطلب مثل ندیموں کی گفتگو کے بہت ہی اچھی طرح ہشیاری اور دانائی سے خلیفہ کو سمجھایا۔[ل]

خلیفہ ہارون الرشید کے جنتی ہونے کا فتویٰ

ایک اور موقع پر علماء نے ہارون الرشید کی بابت یہ فتویٰ دیدیا کہ خلیفہ بے شک جنت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ ہارون الرشید اپنے ایام جوانی میں ایکبار باوجود قدرت اور کام پر قادر ہونے کے اپنی ہوا و حرص نفسانی کے فریب میں آنے سے محترز رہا تھا۔ اِس سے ہارون الرشید کو بے انتہا خوشی اور خرمی تھی اور اسیطرح قرآن شریف میں آیا ہے۔ "ولیکن وہ لوگ جو اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے مقام سے ڈرتے ہیں اور اپنی ارواح کو ہوا و حرص شہوانی سے بچاتے ہیں اور روکتے ہیں درحقیقت جنت اُنھیں لوگوں کے رہنے کیلئے ہے"

ل اِس سے زیادہ ہارون الرشید کی دینداری۔ پابندی مذہب اور انصاف اور معدلت عامہ کی اور کیا دلیل ہوگی کہ جرم کے شبہ میں اپنے عزیز بیٹے کو بھی فوراً قید کر دیا۔ اور بیشک اگر علماء مذہب اُسکی سزا کے وجوب کا فتویٰ دیدیتے تو وہ ضرور اُسکو سزا بھی دیتا۔ کیونکہ قید اسی لیے کیا ہی تھا۔ اور اس امر کی صرف دو نظیریں مل سکتی ہیں۔ ایک تو اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سزائے شرعی دی تھی۔ اور ایک نوشیرواں شہنشاہ ایران کی بابت بھی ایسی ہی حکایت مشہور ہے۔ پھر بعض ناواقف مورخین تعصب سے یا جہل سے اگر یہ لکھدیں کہ وہ مذہبی احکام کا پابند نہیں تھا۔ تو اُن کا یہ بیان کسی طرح بھی قابل سند اور لائق وقعت نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں شہادتیں اُسکی پابندی مذہب اور معدلت کے بارہ میں موجود ہیں ۱۲

از مصباح ۔ مترجم

عیسیٰ ابن جعفر اور اسکی کنیز

قاضی ابو یوسف ہمیشہ نیک نام رہے اور خلیفہ کو اپنے علم دینی سے بہت مدد دیتے رہے۔ ایکدن ہارون الرشید نے اُنکو بُلوا کر اپنے اور اپنے ایک رشتہ دار مسمی عیسیٰ ابن جعفر کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے حَکَم قرار دیا۔ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس ایک کنیز تھی وہ خلیفہ کو پسند آگئی۔ اس لیے ہارون الرشید نے بطور تحفہ ہدیہ کے اُسکو لینا چاہا۔ عیسیٰ نے کنیز کے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ اگر عیسیٰ کنیز نہ دے گا تو میں اُسکو قتل کردوں گا۔ اُس وقت بیچارے عیسیٰ نے خلیفہ سے انکار کرنیکی تشریح اور توجیہہ مفصل بیان کی کہ میں نے حلفیہ یہ اقرار تحریر کر دیا ہے کہ اگر میں کبھی بھی اِس کنیز کو اپنے سے علیحدہ کروں یا فروخت کروں تو اُسی وقت میری بیوی پر طلاق ہو جائے اور میرے سب غلام آزاد ہوں اور جو کچھ میری جائداد ہے وہ محتاج اور مساکین کے لیے وقف ہو جاوے اسی وجہ سے میں نے کنیز کے دینے سے انکار کیا۔ خلیفہ نے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے قاضی ابو یوسف کو بُلوایا اور یہ سب معاملہ اُنسے کہا۔ اُنھوں نے ذرا سوچکر عیسیٰ کو یہ صلاح دی کہ تو نصف کنیز کو خلیفہ کو بطور تحفہ کے دیدے اور دوسرے نصف کو خلیفہ خرید فرمالے تاکہ اُسکی قسم اُتر جائے۔ چنانچہ اسی طور سے یہ معاملہ باحسن وجوہ ختم ہوا۔

جعفر برمکی اور اُسکی کنیز

اسی طرح ایک دفعہ جعفر برمکی اور خلیفہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بھی ابو یوسف حَکَم مقرر ہوئے تھے۔ ایک رات جعفر اور ہارون الرشید دونوں نے نبیذ کا جلسہ قرار دیا تھا۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ میں نے سُنا ہے تم نے ایک کنیز خریدی ہے جسکے خریدنے کا میں مدت سے شائق تھا۔ تم اُس کنیز کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ جعفر نے کہا میں تو اُس کو بیع نہیں کر سکتا۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر بیچتے نہیں تو مجھے ویسے ہی دیدو۔ جعفر نے کہا کہ میں اُسکو ہدیتہً بھی نہیں دیسکتا۔ یہ سُنکر ہارون الرشید غصہ میں چلا اُٹھا کہ اگر تم اُس کنیز کو

میرے ہاتھ نہ بیع کرو نہ ہدیۃً دو۔ تو زبیدہ پر طلاق بائن ہے۔ یہ الفاظ بمشکل منہ سے نکلے ہی ہونگے کہ انکے مطلب پر جعفر اور خلیفہ آگاہ ہوئے اور دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ایسا معاملہ آپڑا ہے جسکو سوائے قاضی ابو یوسف کے اور کوئی فیصل نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کو فوراً بلوایا گیا۔ قاضی صاحب یہ سمجھکر کہ خلیفہ نے مجکو اِس وقت آدھی رات کو جو بلوایا ہے تو بیشک کوئی بہت ضروری معاملہ رجوع ہوگا۔ اِس لیے وہ جلدی سے اُٹھے۔ اپنے خچر پر سوار ہوئے اور سائیس سے کہا کہ توبڑہ میں دانہ ڈالکر اُسکو لیتا چل۔ وہاں مجھے بہت دیر لگے گی اور تو اس عرصہ میں خچر کو دانہ کھلا دینا۔ جب قاضی صاحب وہاں پونہچے تو خلیفہ ہارون الرشید تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اُنکا استقبال کر کے ادب سے اپنے برابر مسند پر بٹھالیا۔ اور پھر وہی گفتگو دُہرائی جو اُس میں اور جعفر میں ہوئی تھی۔ قاضی صاحب نے یہ سُنکر اول تو وہی ترکیب بتلائی جس کا ذکر اُوپر کی حکایت میں گزرا ہے۔ لیکن ہارون الرشید کو اِس بات سے تسکین نہیں ہوئی۔ چونکہ خلیفہ اُس کنیز کو فوراً اپنے قبضہ میں بغیر اپنی قسموں کے کفارہ کے پورا کیے لینا چاہتا تھا ابو یوسف نے کہا کہ اِس سے زیادہ اور کوئی آسان حجت شرعی نہیں ہو سکتی کہ اُس کنیز کا اپنے غلاموں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کر دو اور پھر وہ غلام بعد نکاح اُسکو طلاق دیدے تب وہ کنیز آپ پر جائز ہو سکتی[1] ہے۔

---

[1] بعض خاص حالتوں میں جبکہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہونا شرعاً ممنوع ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دیدی اور وہ شخص اُس عورت سے پھر نکاح کرنا چاہے۔ تو یہ شرعی ممانعت اسی طور سے رفع ہو سکتی ہے کہ وہ عورت اول کسی اور دیگر شخص سے نکاح کرے اور بعد ازاں اس شخص سے طلاق لیوے۔ تب اول خاوند سے نکاح جائز ہے۔ صرف الفاظ طلاق خاوند کے طلاق واقع ہو جانے کے لیے کافی ہیں۔ یہ نوٹ خود مسٹر ہامر کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم۔

خلیفہ نے ایک غلام کو بُلا کر اُس کنیز کا اُس سے وہیں اور اُسی وقت نکاح کرا دیا۔ اور پھر اُس غلام کو حکم دیا کہ تو اس کنیز کو طلاق دیدے۔ مگر اُس غلام نے طلاق دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ گو اُسکو لالچ بھی بہت دیا گیا مگر وہ راضی نہیں ہوا۔ اِس بات سے خلیفہ کو نہایت درجہ غصہ اور طیش آیا۔ قاضی صاحب اب اور زیادہ مشکل مسئلہ کی فکر میں ہوئے۔ اور پھر اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ اس کنیز کے خاوند کو بطور غلام کے اِسی کنیز کو دیدیا جائے۔ جب اُنکی اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو قاضی صاحب نے پھر یہ فتویٰ دیا کہ اس کنیز کا نکاح اس غلام سے جو ہوا تھا وہ اب منسوخ ہوگیا اس لیے کہ یہ غلام اب اُس کنیز کی ملکیت میں آگیا ہے۔ خلیفہ اور جعفر قاضی صاحب کی اِس ہشیاری اور آگاہی علوم سے اسقدر خوش ہوئے کہ جب قاضی صاحب رخصت ہوکر گھر جانے لگے تو اُنکے خچر کے توبڑے کو دونوں نے سونے (طلا) سے بھر دیا۔

اِس واقعہ پر عربی مورخ نے جو تشریح اپنی جانب سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "اے فاضل ناظرین! اِس واقعہ سے کئی عمدہ نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ جعفر خلیفہ ہارون الرشید کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ دوسرے اِس حکایت سے ہارون الرشید کی نرم دلی اور رحمدلی اور انصاف اور معدلت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ تیسرے قاضی محمد یوسف صاحب کے فضل و کمال اور تبحر علوم کا احوال ظاہر ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اُن سب کی ارواح پر بطفیل اپنے حبیب پاک کے رحمت فرماوے لیکن قسم کے کفارے کا جو سوال ہے اُس کو ہمارا خاص فقیر مشکل سے یا باکراہ منظور اور جائز رکھتا ہے۔ اور قاضی ابو یوسف صاحب نے تو اِس مسئلہ کا استخراج اپنے فرقہ[1] کی شریعت کے عین مطابق کیا ہے لیکن

[1] قاضی ابو یوسف صاحب سنت والجماعت کے چار فرقوں میں سے حنفی المذہب تھے اور یہ عربی مورخ (بقیہ بصفحۂ آیندہ)

اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے کہ کونسی بات راستی پر ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) باقیماندہ سنت والجماعت کے تین فرقوں یعنی شافعی۔ حنبلی۔ یا مالکی میں سے کسی فرقہ میں ہونگے۔ کتاب درمختار میں جو غایت درجہ کی با اعتبار بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و برکت کے آثار سے ہے مرقوم ہے کہ حنفی مذہب میں ہونیکے شکریے ہم خاکساروں بے وقاروں سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں جب حضرت امام ابو یوسف قاضی الشرق والغرب جیسے اولیا عظام یوں فرما گئے۔ ع

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ
دِیْنِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبَ النُّعْمَانِ

"یعنی قیامت کے دن باری تعالیٰ کے خوش کرنے کے لیے مجکو یہ دو نیک کام کافی ہیں ایک تو دین اسلام۔ دوسرا مذہب امام ہمام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، صاحب مصنف درمختار فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف اسطرح کیوں نفرماتے؟ ایسا عارف کامل کب کوئی ہوا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن حج کیے اور چالیس برس تک شب بیدار رہکر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور تیس سال تک علی الاتصال سوائے عیدین و ایام تشریق کے روزہ دار رہے اور تمام عمر محنت شاقہ کر کے تدوین فقہ اور علم دین اسلام کو درجۂ کمال کو پونہچایا۔ اور اخیر حج میں بیت اللہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لیکر اندر داخل ہوئے اور دونوں ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر دوگانہ نفل ادا کیا اور دونوں رکعتوں میں پندرہ پندرہ سیپارے پڑھکر قرآن مجید ختم کیا۔ پھر فارغ ہو کر زاری کر کے مناجات کی کہ الٰہی مَا عَبَدَکَ ھٰذَا الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ حَقَّ عِبَادَتِکَ لٰکِنْ عَرَفَکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یعنی خداوندا اس عاجز بندے نے تیری بندگی کا حق ہرگز ادا نہیں کیا۔ مگر تیرے ایمان اور معرفت میں جہانتک کہ مخلوقات کا امکان ہے حق معرفت کا ادا کیا ہے" پس عبادت کے نقصان کو معرفت کے کمال کی برکت سے بخشدے۔ تو بیت اللہ شریف کے اندر سے آواز غیبی آئی کہ اے ابو حنیفہ بے شک تو معرفت میں کامل ہے اور ہماری عبادت بھی تو نے اچھی کی وَقَدْ غَفَرْنَا لَکَ وَلِمَنِ اتَّبَعَکَ مِمَّنْ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ معنے یہ ہوئے کہ بخشے تجکو اور تیرے تابعداروں کو جو قیامت تک عبادت اور معرفت اور مجتہدات شرعیہ میں تیرے پیرو ہیں سب کو بخشا مراد یہ ہے کہ مسائل اسلام میں یعنی تمیز حلال و حرام و ادائے فرض و واجب و سنت و مباحات وغیرہ اعمال صالح کا آپ کی تحقیق کے موافق عامل ہو یہ نہیں کہ صرف نام کے حنفی ہونے سے بہشتی ہو سکے۔ اور قطب الاقطاب حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ وہ آں چراغ شرع و ملت آں شمع دین و دولت آں نعمان ثابت حقایق۔ آں عمان جواہر معانی و دقائق۔ آں عارف عالم صوفی امام جہاں ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ صفت کسیکہ بہمہ زبانہا ستودہ باشد و بہمہ ملتہا مقبول کہ تواند گفتن۔ ریاضت و

(بقیہ صفحہ آیندہ)

عاملوں اور گورنروں کی تقرری کا طریقہ

ذیل کی حکایت سے کچھ احوال معلوم ہوتا ہے جس طرح سے کہ خلیفہ ہارون الرشید صوبجات پر عامل یا گورنر مقرر کر کے بھیجا کرتا تھا۔

اسمٰعیل بن صالح کو دو جو عبدالملک کا بھائی تھا جن کا ذکر اس سے پیشتر کتاب ہذا میں لکھا جا چکا ہے کہ خلیفہ اُن سے ناراض ہو گیا تھا" ایک دن ہارون الرشید نے ملاقات کے لیے اپنے پاس بلوایا۔ اسمٰعیل نے اپنے بھائی عبدالملک سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ "د تمھارے قید کے زمانے میں تمھارے پاس سے میں کہیں نہیں جاؤں گا"، لیکن فضل وزیر اعظم کی ترغیب سے جسنے اسمٰعیل سے کہا کہ تم عبدالملک سے یہ بہانہ کر کے اجازت لیلو کہ خلیفہ کی طبیعت ناساز ہے اس لیے میں اُسکی عیادت کو جاتا ہوں۔ اسمٰعیل خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونے کو روانہ ہوا لیکن اُسکے روانہ ہونے سے پیشتر عبدالملک نے اسمٰعیل سے کہا کہ وہ لوگ تم کو شراب پلانا اور تم سے راگ سننا چاہتے ہیں۔ پس اگر تم وہاں جا کر یہ کام کرو گے تو پھر میں تم کو اپنا بھائی نہیں سمجھوں گا۔ جب اسمٰعیل خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے بڑی ہی مہربانی سے اُس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا۔ بعد کھانا کھلانے کے معالج شاہی (جبرئیل بن بختیشوع عیسائی) نے خلیفہ کو تھوڑی سی شراب پینے کی صلاح دی۔ خلیفہ نے کہا خدا کی قسم!

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مجاہدہ او و خلوت و مشاہدہ او نہایت نداشت۔ ودر اصول طریقت و فروع شریعت درجۂ رفیع و نظرے ناقد داشت وبسیار صحابہ و مشائخ را دیدہ و با امام صادق رضی اللہ عنہ صحبت داشت۔ و استاد فضیل و ابراہیم ادہم و بشر حافی و داؤد طائی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بود۔ و بسر روضۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اصحابہ اجمعین رفت و گفت السلام علیک یا سید المرسلین جواب آمد وعلیک السلام یا امام المسلمین انتہی۔ پس ایسی شہادتوں سے جب ثابت ہوا کہ غفار الذنوب کے فضل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پکے مقلد اور سچے پیرو مغفور الآثام ہیں۔ اور امام صاحب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہیں تو ہم حنفی اہل سنت وجماعت انکے اتباع پر فخر کیوں نہ کریں۔ اور اس تقلید کو ذریعۂ نجات کیوں نہ جانیں۔ ہَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُہَا!

از مصباح مترجم۔

جب تک اسماعیل میرے ساتھ نہیں پئے گا میں بھی ہرگز نہیں پیونگا۔ اسمٰعیل نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! میں نے تو اس قسم کی باتوں سے توبہ کرلی ہے۔ لیکن خلیفہ نے یہ انکار قبول نہیں کیا۔ اِس پر دونوں نے تین تین گلاس شراب کے پیئے۔ بعدازاں ایک پردہ جو سامنے پڑا تھا وہ اٹھ گیا اور کنیزوں نے آکر ناچنا اور گانا شروع کیا اور فوراً بزم عیش وطرب مہیا ہوگئی۔ اسماعیل کو نہایت سرور رہوا۔ ہارون الرشید کے ہاتھ میں جواہرات بیش بہا کی ایک تسبیح تھی۔ خلیفہ نے ایک کنیز سے بانسری لیکر اور وہی بیش بہا تسبیح اُس پر لپیٹ کر اسماعیل کی گودی میں پھینکدی اور اسماعیل سے کہاکہ کچھ اشعار اس بین پر بجاؤ۔ اور جواہرات بے بہا کی جو یہ تسبیح ہے اس سے اپنی توبہ کا کفارہ کردینا۔ اسماعیل نے کچھ شعر سنائے جن کا مطلب حسب ذیل ہے۔

"میں نے اپنے ہاتھوں کو گناہ کرنا کبھی نہیں سکھایا۔ اور میرے پَیر مجکو گناہ کیجانب کبھی نہیں لیگئے۔ نہ آنکھ یا کان سے کسی گناہ کا خیال میرے دماغ میں کبھی آیا۔ اور اب مَیں اپنی تقدیر پر روتا ہوں۔ گو مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کی ایسی تقدیر ہوچکی ہے"

اسمٰعیل بن صالح کا عامل مصر مقرر ہونا۔

ہارون الرشید ان اشعار کے سُننے سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت ایک نیزہ منگوا کر اُس پر مصر کا پھریرا (جھنڈا یا نشان) لگادیا اور وہ نیزہ اُسی وقت اور وہیں اسماعیل کو دیدیا خلیفہ کے اِس طرح نیزہ و نشان کے دینے سے گورنر مقرر ہوجاتے تھے۔ خلیفہ کو جس ملک کا عامل یا گورنر مقرر کرنا مقصود ہوتا اُسی ملک کا نشان نیزہ پر چسپاں کردیا جاتا۔ چنانچہ اسیطرح خلیفہ نے اسماعیل کو مصر کا گورنر مقرر فرمادیا۔

اسمٰعیل کا بیان ہے کہ مَیں نے مصر میں دو سال تک بڑے ہی عدل اور انصاف اور رعایا پروری سے حکومت کی اور بہت اچھا انتظام کیا۔ اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ اُس وقت میرے

پاس میرے ذاتی پانچ لاکھ دینار (دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ) موجود تھے۔

ابراہیم الموصلی و اور اشتو والا

ابراہیم الموصلی[1] بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن سیر کے لیے نکلا۔ میں ایک جلسۂ ملنیوشی میں شریک ہوا تھا اسکی وجہ سے جو سستی ہوگئی تھی تو میں نے خیال کیا کہ ہوا میں پھرنے سے یہ سستی جاتی رہیگی۔ جب میں سیر کو چلا۔ یکایک ایک مکان میں سے کچھ خوشبو اور بھنگار کھانا پکنے کی آئی۔ جس سے مجھے بے اختیار فوراً بھوک لگ آئی۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ ذرا دیکھنا کون سے مکان میں سے یہ خوشبو آرہی ہے۔ جب مکان معلوم ہوگیا تو میں وہاں گیا اور دروازے کی کنڈی کھٹ کھٹائی۔ ایک کنیز دروازہ کھولنے آئی۔ میں نے اُس سے کہا کہ تمھارے ہاں جو کھانا پک رہا ہے اُس میں مجھے بھی شریک کرلو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ یہ سنکر وہ کنیز اپنی مالکہ کے پاس اندر گئی اور اُسکی اجازت حاصل کر کے ہمکو اندر لیگئی۔ ہم کو ایک جگہ بٹھلا کر اُسنے ایک دیگچی میں سے کچھ نمک چکھا اور پھر اُس میں سے کھانا ایک قاب میں اُتارا اور ہم دونوں کے آگے رکھدیا۔ ابراہیم کو یہ کھانا بہت ہی عمدہ اور ذائقہ دار معلوم ہوا۔ اُسنے خوب دل کھول کے کھایا اور بعد فراغت اجازت لیکر روانہ ہونیکو تھا کہ مالکۂ مکان نے یہ کہلا بھیجا کہ میرے خاوند کے اِس وقت یہاں نہ موجود ہونے کا افسوس ہے۔ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو مجھے امید تھی کہ وہ آپ کو اور زیادہ عرصہ تک مہمان رکھنے سے خوش ہوتا اور آپکے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتا۔

---

[1] ابراہیم الموصلی فنِ موسیقی کا مشہور استاد تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپے) ماہوار کا نوکر تھا۔ البرامکہ میں کتاب عقد الفرید حالات مغنیین کے حوالہ سے تحریر ہے کہ ابن جامع سہمی۔ زلزل۔ عمر بن باتبہ۔ غزال معلوؔ اسکے ہمعصر تھے۔ لیکن جو لطف اسکے گانے میں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا۔ ہارون الرشید نے ایک دن بصوما سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! وہ ایسا باغ ہے جس میں ہر قسم کے پھول اور پھل ہیں۔ ابراہیم بہت سے راگنیوں کا موجد ہے اور اسحٰق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہے۔ ۱۲ از مصباح مترجم

ابراہیم روانہ ہوگیا اور اُس کو دروازہ پر ایک شخص خچر پر سوار ملا۔ یہ مالک مکان تھا۔ اسنے اپنی کنیز سے تمام احوال سُنکر اور خچر پر سوار ہوکے ابراہیم کو تلاش کرنا شروع کیا اور اُس سے ملاقات کرکے بڑے اصرار سے اُسکو اپنے مکان پر پھر لایا اور ایک بڑے آراستہ کمرے میں لیجاکر بٹھایا اور اپنے مہمان کے روبرو نہایت عمدہ عمدہ میوہ جات۔ پھل۔ اور مٹھائی وغیرہ اور عمدہ شراب رکھی اور شام تک اُسکو اپنے گھر میں مہمان رکھا۔ دوسرے دن ابراہیم کے پاس یہ اطلاع پہونچی کہ خلیفہ نے کل تم کو کئی بار بُلوایا۔ یہ سُنکر ابراہیم اپنے میزبان سے رخصت ہوکر فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنا تمام حال کل کی سیر اور کھانے وغیرہ کا بیان کرکے خلیفہ سے کل کی غیر حاضری کی بابت عذر و معذرت کرتا رہا۔ اور اپنے میزبان کے گھر کے کھانیکی خلیفہ سے بڑی ہی تعریف کی۔ خلیفہ یہ حال سُنکر بہت خوش ہوا۔ ابراہیم سے پوچھا کہ آیا تمھارے میزبان نے تم سے تمھارا نام نہیں پوچھا؟ ابراہیم نے عرض کیا کہ نہیں پُوچھا۔ نام پُوچھنے کی اُسوقت فرصت ہی نہیں ہوئی۔ ادھر اُودھر کی باتوں میں وقت گزر گیا۔ ابراہیم سے اسقدر بے انتہا تعریف سنکر ہارون الرشید کو بھی اس اشٹو کے کھانے کی تمنا ہوئی۔ ابراہیم سے کہا کہ اگر تمھارا میزبان میرے اور تمھارے دونوں کے نام و نشان پوچھے بغیر ہماری دعوت کرے تو میں بھی وہاں چلا چلوں۔ اس بات کا دوسری رات کو بآسانی انتظام ہوگیا۔ ابراہیم نے اپنے 'جان نہ پہچان' میزبان سے یہ کہا کہ میرا ایک دوست بہت مقروض ہے اور آپسے ملاقات کرنے کا وہ بہت مشتاق ہے۔ مگر اس خوف سے کہ اُسکے قرضخواہ اُسکو دیکھکر گھیر نہ لیں اس وجہ سے دن میں آپ کے پاس نہیں آسکتا۔ میں اور وہ آپ کے پاس آج رات کو آوینگے جب رات ہوئی تو ابراہیم اور خلیفہ دونوں دو خچروں پر سوار ہوکے اُس شخص کے مکان پر پونہچے۔ اُسنے ان کا نہایت تواضع اور خاطرداری سے استقبال کرکے ایک کمرہ میں لیجاکے

بٹھایا۔ اور انکے آگے کھانا چنا۔ خلیفہ نے کہا کہ مَیں نے اپنی تمام عمر میں ایسا مزیدار کھانا کبھی نہیں کھایا اور جو کچھ خلیفہ نے وہاں دیکھا اور سُنا اُس سے بڑا ہی خوش ہوا۔ پھر اپنے میزبان سے پوچھا کہ تمہارے گذر اوقات کی کیا صورت ہے؟ میزبان نے جواب دیا کہ جب میرے باپ کا انتقال ہوا تو میرے ورثہ میں ایک بڑی جائداد آئی۔ اس جائداد کا ایک بڑا حصہ تو مَیں نے فضولیات اور لہو و لعب میں اُڑایا اور برباد کیا پھر میں نے اپنا خرچ کم کر دیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میری گزران مزے سے ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں شراب کی خوشبوؤں اور کنیزوں کے راگ گانے سے خلیفہ کو اس درجہ سرور حاصل ہوا کہ خلیفہ نے ابراہیم سے کان میں کہا کہ اس میزبان کو علیحدہ لیجا کر یہ بتلا دے کہ مَیں خلیفہ ہارون الرشید ہوں۔ یہ سُنکر ابراہیم نے میزبان سے علیحدگی میں کہا کہ تم جانتے ہو تمہارا یہ مہمان کون شخص ہے؟ میزبان نے کہا مَیں نہیں جانتا۔ ابراہیم نے کہا آگاہ ہو کہ یہ امیر المؤمنین ہیں۔ میزبان یہ سنکر اسقدر ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ اور کہتا رہا کہ آہا۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔ اے نادان! یہ سُنکر خلیفہ بھی ہنسنے لگا۔ پھر میزبان نے اپنی بیوی کو پکار کر بلایا اور کہا کہ تم نے ہمارے مہمانوں کو دیکھا؟ یہ شراب پی کر مدہوش ہیں۔ اور میرے شکریئے میں ہنسی مذاق کی باتیں کرکے میرا دل خوش کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ مَیں امیر المؤمنین ہوں۔ یہ کہکر ایک گلاس مذاقاً ادب کے انداز سے ہارون الرشید کیجانب بڑھایا اور کہا کہ امیر المؤمنین! یہ نوش جاں فرمایئے۔ اِس انداز پر ہارون الرشید کو اور بھی ہنسی آئی۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ تو درحقیقت اصلی امیر المؤمنین ہیں۔ میزبان نے ابراہیم سے یہ لفظ پھر سُنکر کہا کہ خدارا۔ اپنا یہ نشہ کا مذاق معاف رکھیے۔ تم نے تو ابھی صرف دو ہی گلاس پیئے ہیں اور اتنے ہی نشہ

میں اس شخص کو امیرالمؤمنین بنادیا ہے۔ شاید ایک اور نصف گھنٹے میں تم اس شخص کو کہیں پیغمبر ہی نہ بنادو۔ رات یونہی ہنسی میں گزری جب صبح ہونے لگی تو یہ دونوں مہمان اپنے میزبان سے رخصت ہونے لگے۔ ابراہیم نے اپنے میزبان کو اپنے بیان کی سچائی کا یقین کرانے میں چونکہ ناکامیاب رہا تھا اس وجہ سے اُسنے اپنے میزبان سے وقت رخصت یہ کہا کہ صبح کو تم اپنے ہمسایوں سے خلیفہ ہارون الرشید اور ابراہیم الموصلی کی شکل و شباہت کا حال دریافت کرنا اور چلتے ہوئے میزبان کا نام دریافت کیا تو اُسنے جواب دیا کہ میرا نام اِشٹو والا ہے۔ صبح کو میزبان کے ہمسایوں نے اُس سے پوچھا کہ رات کو تمھارے ہاں کیا غل اور شور ہورہا تھا اور وہ تمھارے دونوں مہمان کون تھے۔ جب میزبان رات کی بزم طرب کا سب حال بیان کرچکا تو ایک ہمسایہ نے اُس سے دریافت کیا کہ یہ تو بتلاؤ تمھارے مہمانوں کی کیا شکل و شباہت تھی۔ اور جب میزبان نے اُنکی شکل و شباہت کا پتہ بتلایا تو اُس ہمسایہ نے کہا کہ درحقیقت وہ شخص خلیفہ ہارون الرشید ہی تھا۔

میزبان یہ سُنکر ابراہیم الموصلی کے گھر گیا اور اطلاع کرائی کہ اِشٹو والا آپسے ملنے آیا ہے ابراہیم نے فوراً اُسکو اپنے پاس بُلوا لیا اور اپنے ساتھ سوار کرکے اُسکو خلیفہ کے محل پر لیگیا یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے نہایت اصرار سے اِشٹو والے سے کہا کہ تم ویسے ہی رات کی طرح سے اپنی حقارت آمیز گفتگو کی نقل کرو۔ اِشٹو والے نے بعینہ ویسی ہی نقل کی خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر خلیفہ نے اُسکو ایک کثیر التعداد زر نقد انعام دینے کے لیے حکم فرمادیا۔ اور کہا کہ تم اِشٹو جس ترکیب سے پکاتے ہو وہ بتلادو۔ اُس نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! جو چیز کہ ایسی بیش بہا ثابت ہوئی کہ اُسکی وجہ سے مَیں آپ تک پہنچا۔ اگر مَیں اُسکو اب بتلادوں گا تو پھر مجھے کچھ فائدہ نہو گا۔

ہاں امیر المومنین کا جس وقت اسٹو کو دل چاہا کرے گا مَیں پکا دیا کرونگا۔ ہارون الرشید اُسکے اِس جواب سے خوش ہوا اور یہ خوش قسمت میزبان بعد ازاں اِسٹو والے کے نام سے مشہور ہو گیا۔

خانۂ کعبہ میں ہارون الرشید اور ایک عرب کی بے خوف گفتگو

ہارون الرشید سے لوگ اکثر بڑی سختی سے گفتگو کر لیتے تھے اور ایسے جواب دیتے تھے جس میں ذرا بھی تواضع یا خلق نہیں ہوتا تھا۔ ایکبار ہارون الرشید حج کے لیے مکہ شریف گیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کو ہی تھا کیونکہ یہ طواف بھی شریعت کے حکم کے موافق مناسک حج میں داخل ہے کہ یکایک ایک عرب نے ہارون الرشید سے آگے نکل کر کعبہ شریف کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اسکی اس حرکت سے خلیفہ کو بہت تعجب ہوا۔ ندیموں نے اپنے آقا کا اشارہ پاکر اُس بہادر عرب کو روکا جسنے فوراً جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ نے امام (پیشوائے مذہب) اور رعیت کو اس جگہ مساوی کر دیا ہے جیسا کہ وہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے[1] "اِس مقدّس جگہ کو ہم نے سب لوگوں کے لیے یکساں بنایا ہے چاہے کوئی اس میں رہنے والا ہو یا کوئی اجنبی یا مسافر ہو۔ اور جو کوئی بے انصافی سے اِس مقدس جگہ کی بے ادبی کریگا تو ہم اُسکو دکھ کی مار دینگے" جب ہارون الرشید نے یہ سُنا تو اپنے ندیموں کو حکم دیا کہ اس عرب کو جانے دو اور اس سے کچھ نہ کہو۔ پھر خلیفہ نے جب حجر الاسود کو بوسہ دینا چاہا تو یہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے حجر الاسود کو بوسہ دیدیا۔ اور جب خلیفہ نے مقام ابراہیم پر (یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی) نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو وہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے نماز پڑھ لی۔ حج کے جب تمام مناسک ادا ہو چکے تو ہارون الرشید نے ایک معتمد کو بھیجکر اس عرب کو اپنے پاس بُلوایا۔ عرب نے جواب دیا

---

[1] والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواءن العاکف فیہ والباد ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم۔ مصباح

کہ مجھکو تو ملنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر خلیفہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اُس کو خود میرے پاس آنا چاہیے۔ یہ جواب سُن کے خلیفہ خود اُس عرب کے پاس گیا اور اُسکو سلام کر کے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو مَیں یہاں بیٹھ جاؤں۔ عرب نے جواب دیا کہ یہ میرا مکان نہیں ہے اور نہ یہ متقدس جگہ میری ملک میں ہے۔ ہم تم یہاں سب مساوی اور برابر ہیں۔ اگر تمھارا دل چاہے بیٹھ جاؤ۔ اگر دل نہ چاہے چلے جاؤ۔ ہارون الرشید وہاں بیٹھ گیا اور کہا کہ اے اعرابی! مَیں تم سے تمھارے مذہبی فرائض کے بارے میں کچھ دریافت کیا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اگر تم اپنے مذہبی اُمور میں درست ہوگے تو تمھارے دیگر معاملات بھی درست ہونگے۔ لیکن اگر تم اپنے مذہبی اُمور کے جواب دینے میں ٹھیک نہ اُترے تو تمھاری دوسری باتیں بھی ٹھیک نہ ہونگی۔

اعرابی نے کہا کہ تم جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو وہ بطور سیکھنے کے پوچھنا چاہتے ہو یا صرف مجھے حیران کرنے اور دِق کرنے کا ارادہ ہے۔ اعرابی کی اِس حاضر جوابی سے ہارون الرشید متعجب ہوا۔ اور کہا کہ نہیں۔ حیران کرنے کے لیے نہیں سیکھنے کے لیے پوچھتا ہوں۔ اعرابی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو جس طور سے طالب علم اُستاد کے سامنے بیٹھتا ہے اسی طرح ادب سے تم بھی بیٹھ جاؤ۔ جب ہارون الرشید دوزانو مؤدب ہو کے بیٹھ گیا تو اعرابی نے کہا کہ اب جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ ہارون الرشید نے کہا کہ مَیں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کونسا کام فرض کیا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ آیا تم اُس ایک فرض کا حال پوچھنا چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھپر فرض کیا ہے یا پانچ یا سترہ یا چونتیس یا پچاسی کا حال یا میری تمام زندگی میں جو صرف ایک فرض ہے وہ پوچھنا چاہتے ہو؟ یہ حساب سُنکر ہارون الرشید جھوٹی ہنسی ہنسا۔ اور کہا کہ مَیں نے

تو تم سے تمہارے فرائض کی بابت پوچھا اور تم حساب لے بیٹھے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ اے ہارون! اگر ہمارے مذہب میں حساب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے حشر کے دن حساب نہ لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ[1] "کسی روح کو اُس دن رائی کے دانے برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ کیونکہ ہم کافی حساب والے ہیں"۔ خلیفہ نے جب یہ سُنا کہ مجھکو صرف ایک سادہ لفظ ہارون ہی سے مخاطب کیا گیا ہے اور امیرالمؤمنین نہیں کہا تو وہ غصہ سے نیلا پیلا ہو گیا۔ مگر وہ کعبہ شریف کے تقدس کا خیال کر کے ضبط کر گیا۔ اور اُس اعرابی سے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اُس کو بالتشریح اور با تفصیل بیان کرو ورنہ میں تمہارا سر کٹوا دوں گا۔ یہ سُنکر خلیفہ کا ایک ندیم بولا کہ امیرالمؤمنین! آپ اِس کو معاف فرماویں اور اس مقدس جگہ پر اس اعرابی کی جان کو ہدیہ چڑھاویں۔ یعنی اس کو قتل نہ کریں۔ یہ گفتگو سنکر اعرابی ایک حقارت آمیز ہنسی ہنسا۔ اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں بڑا بے وقوف کون ہے؟ آیا وہ ہے کہ جو تقدیری بات کو معاف کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یا وہ شخص ہے کہ جو اس بات کی بابت جلدی کرنا چاہتا ہے کہ جو بات ابھی تک تقدیر میں نہیں ہے؟ اور سنو تمہارے سوالات کے یہ جوابات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت کام فرض کیے ہیں۔ میں نے جو تم سے ایک فرض کا ذکر کیا تھا اُس سے میری مراد مذہب اسلام سے تھی۔ اور میں نے جو پانچ فرضوں کا ذکر کیا تھا اُس سے میرا مطلب روزانہ پنجگانہ نماز سے تھا اور سترہ سے میری غرض سترہ رکعتیں فرض نماز کی تھیں۔ اور چونتیس[2] سے میری مراد عبادتوں سے ہے۔ اور پچاسی سے میرا مطلب لفظ "اللہ اکبر" سے ہے جس کی

---

[1] ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین ۱۲ مصباح

[2] غالباً چونتیس سجدوں سے مراد ہے جو سترہ فرض رکعت میں ہیں ۱۲ مصباح مترجم

تعداد[1] بچاسی ہے۔ اور میری تمام زندگی میں جو مجھ پر ایک فرض ہے۔ اُس سے میری مراد مکہ شریف کے حج سے ہے۔

بعد ازاں اُس اعرابی نے خلیفہ سے ایک مشکل مسئلہ پوچھا جس کا وہ اچھی طرح جواب نہ دے سکا اور یہ معاملہ طلاق کے بارے میں تھا۔ ہارون الرشید اس اعرابی کے علم و لیاقت۔ معرفت اور زہد سے بڑا خوش ہوا۔ حکم دیا کہ اس اعرابی کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ مگر اعرابی نے ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ہارون الرشید نے کہا کہ مَیں یہ دراہم اور دیگر خور و نوش کا سامان آپکے واسطے مہیا کر دوں؟ اعرابی نے کہا کہ نہیں کچھ ضرورت نہیں۔ جو شخص کہ تمھارے لیے یہ سب سامان مہیا کرتا ہے وہی میرے لیئے مہیا کر دیگا۔ ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ کیا تم قرضدار ہو؟ اعرابی نے جواب دیا "الحمد للہ" مَیں کسیکا قرضدار نہیں ہوں۔" معلوم ہوتا ہے کہ اس اعرابی نے خلیفہ کو ہر بات میں قائل اور نادم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب یہ ملاقات ختم ہو چکی تو ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ یہ بہادر شیخ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ میں سے ہے۔ اور چونکہ خاندانِ علوی خلافت اور سلطنت سے بیدخل ہو چکا تھا۔ اِس لیے اس علوی نے اس مقدس مہینے اور مقدس جگہ کی عام رعایتوں سے فائدہ اُٹھا کر اپنا علم اور فضل و کمال اور اپنی آزادی اور غیر ماتحتی ظاہر کی۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مغرور اولاد (ہارون الرشید) کو نادم اور قائل کیا۔

ابراہیم الموصلی اور ابو ترہ کی حکایت

ابراہیم الموصلی جس کی بابت چند حکایتیں اس سے ماقبل مرقوم ہو چکی ہیں وہ اپنے زمانے کے سب مغنیوں سے علمِ موسیقی میں گوئے سبقت لیگیا تھا اور دربار کا بہت عزیز مغنی تھا۔ اگر ہم خود اُسی کے بیان پر یقین کر لیں تو اُسکے راگ غیر معمولی وضع کے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن

[1] یہ اللہ اکبر ہی غالباً فرض رکعتوں کی اللہ اکبر سے مراد ہے جسکی تعداد بچاسی سے کچھ زیادہ ہے۔ مگر خیر یہ ایک فروعی تعداد کی غلطی ہے ۱۲ مصنف مترجم

ہارون الرشید سے چھٹی لیکر ابراہیم نے وہ روز اپنے گھر میں آرام سے بسر کرنا چاہا اور زنانے مکان میں جاتے ہوئے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ چاہے کوئی شخص آوے اور کیسا ہی ضروری کام بتلاوے۔ تم ٹال دینا۔ اور مجھسے آج کسیکی اطلاع نہ کرنا۔ مگر ابراہیم جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ دیکھکر بڑا ہی متعجب ہوا کہ زنانے مکان میں ایک بزرگ صورت شیخ اسقدر رعب وداب والا بیٹھا ہوا ہے کہ ابراہیم بجائے اسکے کہ اُسکی مداخلت بیجا پر ناراض ہوتا۔ اُس نے اُس شیخ کو سلام کیا اور اُس کا خیر مقدم کیا۔ یہ بزرگ صورت شیخ بڑی ہی طلاقت لسان سے گفتگو کرتا تھا۔ ابراہیم نے اُس شخص کے ہمراہ کھانا کھایا۔ شراب پی اور دونوں نے مل کے خوب گایا بجایا۔ اِس غیر معلوم اور اجنبی شخص نے تین لہجوں کی طرز میں گایا بجایا۔ اور اس طرح کا گانا سننے سے اِس کا میزبان بہت ہی خوش ہوا۔ بعدازاں یہ شخص اُسی خفیہ طریقہ سے غائب ہوگیا کہ جس طور سے آیا تھا۔ اُس کو یکایک غائب دیکھکر ابراہیم ننگی تلوار لیکر اپنے دربانوں کے پاس دوڑا ہوا گیا اُنکو دھمکایا کہ اگر تم یہ بات صاف صاف نہیں بتلاؤ گے کہ یہ عرب کس طرح میرے مکان میں داخل ہوا تھا اور اب یکایک کسطرح غائب ہوگیا تو میں تم کو قتل کرا دوں گا۔ اُنھوں نے کہا کہ ابھی تک تو کوئی شخص دروازہ میں سے نہیں گیا۔ ابراہیم اور دربانوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اُنکے درمیان میں سے اُس غیر معلوم مہمان کی یکایک یہ آواز آئی کہ اَے ابراہیم! تو کچھ فکر مت کر۔ آج تیرے پاس میں ابو مترہ۔ یعنی بُرائی مجسم تھا اور میں نے ہی آج تیرے ہمراہ کھانا وغیرہ کھایا اور راگ گائے تھے۔ ابراہیم نے اُس شخص کا لب ولہجہ یاد رکھا اور پھر اُسی طرز سے خلیفہ کے حضور میں راگ سُنائے۔ ہارون الرشید اس واقعہ کے سُننے اور ان نئے لہجوں کے ساتھ راگ سُنکر بہت ہی خوش ہوا۔ حرم کی مستوراتوں کے سامنے اگر یہ واقعہ ہوتا تو وہ اس خوبصورت اور فاضل شیخ کا غالبًا بڑی ہی مختلف طرز سے

بیان کرتیں۔

ہارون رشید کی عربی زوجہ

ہارون الرشید ایک دن جعفر کے ساتھ سیر کو نکلا۔ راستہ میں خلیفہ نے کچھ عربی لڑکیاں دیکھیں۔ اِن میں سے ایک لڑکی ایک عرب سردار کی بیٹی تھی۔ خلیفہ اُسکی عقلمندی اور فصاحت دیکھکر اور فی البدیہہ اشعار سُنکر اُس لڑکی پر فریفتہ ہوگیا اور اُس عرب سردار سے اُس لڑکی کا خِطبہ کر کے اُس سے نکاح کر لیا۔ چند روز کے بعد یہ عرب سردار مر گیا۔ ہارون الرشید جو اپنی اِس عربی بیوی سے غایت درجہ الفت اور نہایت محبت کرتا تھا یہ غم انگیز خبر خود ہی اپنی عربی زوجہ سے کہنے گیا۔ یہ لڑکی خلیفہ کو دیکھتے ہی اُسکے بشرہ سے غم کے آثار پا گئی۔ اور بغیر بولے یا کچھ سُنے ایک کوٹھری میں بھاگ گئی اور اپنی بیش بہا پوشاک اُتار کر ماتمی لباس پہن لیا اور رو کر چلائی کہ ہیہات! ہیہات! میرا باپ فوت ہو گیا۔ وامصیبتاہ! وااسفاہ! خلیفہ بھی کوٹھری میں گیا اور اپنی بیوی کی تسکین اور دلجوئی کرنے لگا۔ اور جس وقت غم کی اول باری اُس سے دور ہوئی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تونے بغیر میرے کہے اپنے باپ کی موت کا احوال کس طرح جان لیا؟ اُسنے کہا کہ امیر المؤمنین! مَیں نے آپکے قیافہ سے یہ بات معلوم کر لی۔ کیونکہ جب سے میری اور آپ کی دامن بندی ہوئی ہے میں نے آپ کا ایسا غمگین چہرہ آجتک نہیں دیکھا تھا اور چونکہ میں واقف تھی کہ آپ بفضلہ تا ہنوز بقید حیات ہیں تو سوائے میرے باپ کے اور کسی کی بابت مجھے چنداں فکر و اندیشہ کی جا نہ تھی اور جب آپ اِس طرح سے رنجیدہ آئے تو مَیں پہچان گئی کہ افسوس! میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ کی یہ عربی زوجہ بھی اپنے باپ سے جا ملی یعنی فوت ہو گئی۔

معن کا عامل بصرہ مقرر ہونا

معن ابن زائدہ خلیفہ کا ایک ندیم تھا۔ خلیفہ کسی بات پر اُس سے ناراض ہو گیا مگر

ہارون الرشید نے معن کو اپنے ندیموں میں سے جُدا نہ کیا اور اپنے پاس حاضر رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ہارون الرشید نے ایک دن یہ دیکھکر کہ معن آہستہ آہستہ اور بدقت چلتا ہے اُس سے کہا کہ کے معن! اب تم بڈھے ہو گئے۔ اُس نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! ہاں مَیں آپ کی خدمت اور ملازمت میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہمت تو تم میں ابتک باقی ہے۔ اُس بڈھے نے جواب دیا کہ ہاں امیرالمؤمنین! آپکی ملازمت کی وجہ سے ہمت باقی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم بہت بہادر معلوم ہوتے ہو۔ معن نے جواب دیا کہ ہاں امیرالمؤمنین! آپ کے دشمنوں کے مقابلے کے لیے مَیں بہت بہادر ہوں۔ یہ عقلمندی کے جوابات سُنکر خلیفہ معن پر پھر مہربانی فرمانے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن خوش ہو کر اُسکو صوبہ بصرہ کا گورنر مقرر فرما دیا۔

خلیفہ کو نیند نہ آنا اور جعفر برمکی کی گفتگو

ایک رات خلیفہ ہارون الرشید کو نیند نہیں آئی۔ اِس لیئے اُس نے جعفر برمکی کو بُلا کر کہا کہ بوجہہ نیند نہ آنے کے مجکو تھکن معلوم ہوتی ہے اور طبیعت پریشان ہے تم ایسی باتیں کرو کہ میری یہ پریشانی رفع ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے بہت سے ایسے پیدا کیے ہیں کہ جو رنجیدہ دلوں کو خوش کرتے ہیں۔ شاید تم بھی اُنھیں لوگوں میں سے ایک ہو جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! آیئے محل کی چھت پر تشریف لیچلیئے۔ اور آسمان پر جو کروڑہا چمکتے ہوئے ستارے پھیلے ہوئے ہیں انکو مشاہدہ کیجیئے اور غور کیجیئے کہ بعضے ستارے آپس میں کسقدر ملے ہوئے ہیں اور کسقدر بلند ہیں اور مہتاب جو طلوع ہو رہا ہے اُس کا چہرہ مثل اُس شخص کے چہرہ کے چمکتا ہے کہ جس سے آپ محبت فرماتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل تو اس وقت انکے دیکھنے کو نہیں چاہتا جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! محل کی کھڑکی کھولکر پائین باغ کو اور خوبصورت درختوں کو ملاحظہ فرمایئے

اور پرندوں کا راگ الاپنا۔ اور پانی کے بہنے کی دھیمی دھیمی آواز سنیئے اور پھولوں کی خوشبو سونگھیے پنچھی کی آواز سنیئے انہیں سے آواز ایسی غم آلود نکلتی ہے کہ جسطرح کوئی عاشق اپنے معشوق کے فراق میں آہ و نالہ کر رہا ہو۔ یا امیرالمؤمنین! صبح صادق تک خواب استراحت فرمایئے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل انکے دیکھنے کو اس وقت نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ جس کھڑکی میں سے دریائے دجلہ نظر آتا ہے وہ کھلوا لیجئے جہازوں کو دیکھئے۔ ملاحوں کا گانا اور کام کرنا اور آپس میں دل بہلانا اور تیرنا ملاحظہ فرمایئے۔ ہاروں رشید نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل انکے دیکھنے کو اسوقت نہیں چاہتا۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! اصطبل میں تشریف لیچلئے اور اپنے عربی گھوڑوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ رنگ برنگ کے عربی گھوڑے آپکے اصطبل میں موجود ہیں۔ سیاہ جنگی گھوڑے تو آپ کے ایسے ہیں جنھوں نے سیاہی میں شب دیجور کو بھی مات کر دیا ہے اور دوسرے رنگوں کے گھوڑے مثلاً سفید۔ سبز۔ لال۔ نقرئی۔ کمیت۔ ابلق۔ تمام قسم کے اور طرح طرح کے گھوڑے موجود ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے رنگ دیکھے تو اُسکی عقل چکرا جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل اس وقت ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! آپ کی تین سو مغنیہ کنیزیں ہیں۔ اُن کا گانا بجانا سُنیئے اور اُنکو بُلوانے کا حکم دیجئے۔ شاید ایسا ہو کہ آپ کے دل کی پریشانی راگ سُننے سے جاتی رہے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل اس وقت گانا سننے کو بھی نہیں چاہتا۔ تب جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! اپنے غلام جعفر برمکی کا سر کاٹ ڈالیے کیونکہ وہ اپنے آقا شہنشاہ کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔

ابومریم مدنی

ابو نواس کی طرح ایک شخص ابومریم مدنی بھی ایک بڑا ہی ظریف اور مسخرہ تھا خلیفہ کی اُس پر بھی نہایت مہربانی تھی۔ ایکدن علی الصباح خلیفہ اُس کمرہ میں گیا جہاں ابومریم

سو رہا تھا۔ خلیفہ نے اُسکے چہرہ پر سے چادر اُٹھا کر کہا کہ آج تمھاری کیسی طبیعت ہے جو صبح ہوگئی اور تم نہیں اُٹھے۔ ابومریم نے کہا۔ جائیے۔ اپنا کام کریئے۔ ابھی تک صبح نہیں ہوئی۔ ہارون الرشید نے پھر بڑی متانت سے کہا کہ جاگو۔ اُٹھو۔ اور صبح کی نماز پڑھو۔ ابومریم نے جواب دیا کہ اسوقت صبح کی نماز پڑھنا تو ابوجارود کے مذہب میں درست ہے اور مَیں امام ابویوسف کے مذہب پر ہوں۔ ابھی ہمارا وقت صبح کی نماز پڑھنے کا نہیں ہوا ہے یہ سنکر خلیفہ نے تنہا اپنے آپ نماز پڑھنا شروع کیا اور جب نماز میں خلیفہ بعد الحمد قرآن شریف کی اِس آیت پر پوہنچا کہ "مجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے جو مَیں اُس کی عبادت نہ کروں جسنے مجھے پیدا کیا ہے"۔[۱] یہ سنکر ابومریم چلا اُٹھا کہ مَیں تو درحقیقت اُس چیز کو نہیں جانتا۔ خلیفہ جب نماز پڑھ چکا تو ابومریم پر بہت ناراض ہوا۔ اور نماز کے اندر دخل دینے سے اُس پر بہت لعنت ملامت کی۔ ابومریم نے عرض کیا کہ میرا مطلب آپ کی نماز میں دخل دہی سے نہیں تھا لیکن جب آپنے مفصلۂ بالا الفاظ کہے تو مَیں اُنکو سنکر کانپ اُٹھا۔ یہ بات سنکر خلیفہ سے ہنسی ضبط نہو سکی۔ بہت ہنسا لیکن ابومریم کو تنبیہ کردی کہ آیندہ سے مذہبی امور میں ہنسی مذاق یا مسخرہ پن نہ کیا کرے۔

الحکم ندیم ہارون الرشید کی حکایت

ایک دن ہارون الرشید نے اپنے ایک ندیم کو جس کا نام الحکم تھا یہ حکم دیا کہ کل علی الصباح مَیں شکار کو جاؤں گا تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ الحکم اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ خلیفہ نے اپنے ہمراہ کل مجھے شکار میں چلنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن مَیں خوب جانتا ہوں کہ مجھسے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوسکے گی۔ کیونکہ مجھے صبح ہی ناشتہ کھانے کی عادت ہے اِس بات سے تم بھی واقف ہو اور خلیفہ دوپہر سے پہلے کبھی کھانا نہیں کھاتا ہے انتہیٰ۔

[۱] وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۱۲ مصباح مترجم

ہیں میں تو بھوکا مرجاؤں گا۔ واللہ! میں نہیں جانے کا۔ الحکم کی بیوی نے کہا کہ نہیں یہ نہیں چاہیئے عدول حکمی کرنا اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے اور تمھارا نافرماں بردار ہونا ممکن ہے! الحکم نے پوچھا کہ تو پھر میں کیا کروں گا۔ اُسکی بیوی نے کہا کہ تم اپنے ساتھ ایک کاغذ میں ذرا سا حلوا رکھ کے لیجاؤ۔ اُسکو اپنی پگڑی میں باندھ لینا اور فرصت کا جب وقت پاؤ تو کھا لینا۔ اور بعد ازاں دوپہر کو تو تم خلیفہ کے ہمراہ کھانا کھا ہی لوگے دوسرے دن علی الصباح الحکم نے حلوے کا کاغذ اپنی پگڑی کے پیچوں میں رکھ لیا اور اپنے خچر پر سوار ہو کے خلیفہ کے جلو میں شامل ہوگیا۔

الحکم کی پگڑی تتر بتر کی تھی اُس میں سے حلوے کا کاغذ نظر آسکتا تھا۔ اور اتفاق بھی ایسا ہوا کہ خلیفہ کی نظر اُسی حلوے کے کاغذ پر پڑگئی۔ خلیفہ نے جعفر سے چپکے سے یہ کہا کہ کیا تم کو الحکم کی پگڑی میں سے حلوے کا کاغذ نظر آتا ہے؟ دیکھو میں اسکے ساتھ ہنسی کرکے اسکو حیران کروں گا اور اسکو حلوا نہیں کھانے دونگا۔ یہ کہکر سڑک پر چلتے چلتے خلیفہ نے اپنی وضع ایسی کرلی کہ گویا کوئی شکار سامنے نظر آیا ہے اور اپنا خچر سب سے آگے بڑھا لیا۔ الحکم نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور اپنی پگڑی میں سے حلوے کا ایک لقمہ نکالکر اپنے مُنہ میں رکھ لیا۔ الحکم نے مُونہ میں نوالہ رکھا ہی تھا کہ خلیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اُسکی جانب پھیری اور پکارا کہ "یا الحکم" الحکم نے جلدی سے اپنے منہ سے حلوے کا نوالہ نکالکر اور زمین پر پھینک کر کہا کہ ہاں امیر المؤمنین! کیا ارشاد ہے؟ ہاروں رشید نے کہا کہ آج اس خچر پر بیٹھنے سے میری طبیعت خوش نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں اس خچر کو کچھ نہ کچھ تکلیف ہے۔ الحکم نے کہا کہ شاید سائیس نے اِس خچر کو زیادہ دانہ کھلا دیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے اپنا گھوڑا پھر

بڑھایا۔ الحکم جو بھوک سے نیم مردہ ہو رہا تھا اُس نے سب کی نظر بچا کر جلدی سے ایک لقمہ حلوے کا اپنے مُنہ میں اب پھر رکھا ہی تھا کہ اتنے میں امیرالمؤمنین کی آواز "یا الحکم" پکارنے کی پھر آئی۔ الحکم نے مجبوراً یہ نوالہ بھی مُنہ سے نکال کے پھینکا اور خلیفہ کو جواب دیا ہارون رشید نے کہا کہ خدا جانے آج اِس خچر کو کیا ہو گیا یہ اچھی طرح میری مرضی کے مطابق چلتا ہی نہیں۔ الحکم نے عرض کیا کہ کل مَیں اسکو سالوتری کو دکھادوں گا۔ پھر سب تھوڑی دور آگے اور چلے۔ الحکم اپنے آپ بڑبڑاتا اور شکایت کرتا چلتا تھا اور تمام قسم کی لعنت ملامت اُس خچر اور نیز اُس کے مالک پر کرتا چلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد موقع پاکر الحکم نے حلوے کا ایک نوالہ اپنے مُنہ میں پھر رکھا ہی تھا کہ خلیفہ نے اُسکی جانب مڑ کر اُسکو پھر پکارا اس بدقسمت ندیم نے یہ نوالہ اپنے منہ میں سے پھینک کر چپکے سے کہا کہ وائے ہائے! آج کا دن میرے لیے کیسا روزِ سیاہ ہے۔ ہر دفعہ یہی آواز آتی ہے۔ یا حَکَم۔ حَکَم۔ حَکَم۔ تمھیں کونسا جنون ہو گیا ہے؟ ہارون رشید نے کہا کہ اَے حکم! مَیں خیال کرتا ہوں کہ اس خچر کو جان بُوجھکر لنگڑا کر دیا گیا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح چلتا چلتا ٹھیرتا ہے؟ الحکمؔ نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! کل سالوتری آکے اِس کے نعلیں لگاوے گا اور پھر انشاءاللہ یہ خچر اچھی طرح چلا کرے گا۔

ایران سے ایک قافلہ سوداگروں کا آرہا تھا۔ سڑک پر خلیفہ کے لشکر سے اُس کارواں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اُس کاروان میں سے ایک سوداگر نے آگے بڑھ کے ازرہِ تعظیم خلیفہ کے سامنے زمین پر بوسہ دیا اور نہایت بیش قیمت تحائف پیش کیے۔ منجملہ ان تحفوں کے ایک نہایت خوبصورت اور جوان ایرانی کنیز تھی۔ یہ کنیز نہایت حسین تھی۔ اس کا سینہ اُبھرا ہوا تھا پتلی کمر تھی۔ آنکھیں غزال وحشی کی مانند تھیں اور مُنہ کا دہانہ مثل خاتمِ حضرت سلیمان

علیہ السلام کے تھا۔

ہارون الرشید نے عورتوں کی خوبصورتی کو ہمیشہ پسند کیا کرتا تھا۔ اِس سوداگر کو ان تحفہ جات کے عوض میں ایک بہت بڑی تعداد کثیر زر نقد کی بطور انعام عطا فرمائی اور الحکم کو یہ حکم دیا کہ اِس کنیز کے ہمراہ فوراً بغداد کو جاؤ اور ایک عمدہ محل میں اِس کو اُتروا کر نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس نفیس کھانے جلد پکوانے کا حکم دینا۔ الحکم نے خلیفہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ بھی جلد شکار سے واپس آ گیا اور اپنے تمام ہمراہیوں کو رخصت کر دیا اور بعد ازاں کھانا کھانے کے کمرے میں مع کنیز پارسی کے گیا اور وہاں جاتے ہوئے الحکم کو حکم دیا کہ تم یہاں دروازے پر پہرہ پر کھڑے رہو اور اگر شہنشاہ بیگم زبیدہ یہاں آ جاویں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا۔ الحکم نے جواب دیا کہ میں نے آپکے سب احکام سُن لیے۔ اول اللہ تعالیٰ کی اور بعد ازاں امیر المؤمنین کی اطاعت مجھپر فرض ہے۔ یہ کہکر الحکم دروازے پر پہرہ دینے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے کھانا کھانا ختم کیا ہی تھا اور شراب کی پیالیاں بھری تھیں کہ یکا یک دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانے کی آہستہ آہستہ آواز آئی۔ خلیفہ کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ شہنشاہ بیگم زبیدہ ہی نے آکے یہ کُنڈی کھٹکھٹائی ہے۔ اِس لیے گلاس اور بوتلیں جلدی سے علیحدہ رکھکر کنیز پارسی کو ایک الماری میں چھپا دیا اور بعد ازاں دروازہ کھولکر دیکھا کہ صرف الحکم ہی وہاں کھڑا ہے۔ خلیفہ نے اُس سے پوچھا کہ کیا زبیدہ آ رہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیر المؤمنین! زبیدہ تو نہیں آئیں۔ لیکن میں یہ خیال کر رہا ہوں کہ افسوس اُس خچر سے آپ کو کسقدر تکلیف ہوئی۔ میں نے سائیس سے پوچھا تھا۔ اُس نے کہا کہ درحقیقت اُس خچر نے زیادہ دانہ کھا لیا تھا۔ کل اُس خچر کی فصد کھولدی جائیگی۔ اور

مجھے یقین ہے کہ خچر پھر جلد اچھا ہو جائیگا۔ خلیفہ نے غصہ ہو کر کہا کہ تم کو اُس خچر کی کیا فکر پڑ گئی ہے۔ ایسی گفتگو سے اپنی زبان کو روکو۔ ہاں اگر تم زبیدہ خاتون کو آتے ہوئے دیکھو تو اُنکے آنے کی مجھے اُسی وقت اطلاع کر دینا۔

خلیفہ اور کنیز پارسی پھر اپنی اپنی جگہوں پر جا کے آرام سے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی پھر آواز آئی۔ خلیفہ نے جلدی سے پھر اُس خوبرو کنیز اور شراب وغیرہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھولکر الحکم سے پوچھا کہ کیا زبیدہ خاتون درحقیقت آرہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیرالمؤمنین زبیدہ خاتون تو نہیں آئیں۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ آپ خچر کی بابت کسقدر متفکر تھے میں نے بیطار سے اُس کا حال دریافت کیا تھا۔ اُس نے کہا کہ اُس خچر کو کسی قسم کی بیماری نہیں ہے چونکہ اُسکو چلنے پھرنے کی مشق کم ہے اِس لیے وہ خچر ذرا آرام طلب ہو گیا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور اُس خچر پر دونوں پر اپنی رحمت نفرمائے۔ کیا میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ایسی بیہودہ باتوں کے لیے مجکو پھر تکلیف نہ دینا؟ اپنے پہرہ پر کھڑے رہو اور اِس بات کی نگہبانی رکھو کہ زبیدہ خاتون یکایک ہماری بےخبری میں یہاں نہ آجاویں۔ اگر وہ ہماری بےخبری میں یہاں آگئیں اور تم نے مجھے اطلاع نہ کی تو میں اس دن کو تمھارے لیے تمھاری زندگانی کے دنوں میں سے بدقسمت ترین دن کر دوں گا۔ اس ندیم نے جواب دیا کہ مجھکو آپ کا حکم بسروچشم منظور ہے۔ پھر خلیفہ دروازہ بند کر کے جا کے بیٹھا ہی تھا کہ جھت پر سے جہاں الحکم نگہبانی کے لیے کھڑا تھا کسی کے چلنے پھرنے کی آواز آئی۔ خلیفہ نے پیشتر کی سی احتیاطیں عمل میں لا کر اور پورا یقین کر کے کہ اس دفعہ زبیدہ خاتون ضرور آگئی ہیں دروازہ کھولا۔ خلیفہ نے اَبکے بھی صرف الحکم ہی کو پایا۔ خلیفہ کے دیکھتے ہی الحکم نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! جس طرح لنگڑا کر جھت پر میں اس وقت چلا ہوں۔ میرے خیال میں وہ خچر

بھی اسیطرح جلتا ہوگا اور مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں زیادہ کھا لینے سے اُسکے پیٹ میں درد نہ ہوگیا ہو۔ مجھے اُس مچھر کا بہت فکر ہے...... الحکم نے ابھی اس آخری فقرہ کو ختم نہیں کیا تھا کہ خلیفہ نے اُس پر لعنت اور ملامت کی بوچھاڑ کردی اور حکم دیا کہ میری آنکھوں کے سامنے سے چلا جا۔ دُور ہوجا۔ اور پھر کبھی مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ اگر میں آیندہ کبھی تجھے دیکھوں گا تو میں تیرا سر کٹوادوں گا۔ الحکم اپنی اس خوفناک ہنسی کا نتیجہ پاکر شکستہ دل اپنے گھر گیا اور تمام احوال اپنی بیوی سے کہا۔ اُسکی بیوی نے اُسکی تسلّی وتشفی کری اور تسکین دی اور وہ زبیدہ خاتون کے پاس گئی۔ اُس سے عرض کیا کہ آپ سفارش کرکے خلیفہ سے الحکم کا قصور معاف کرا دیجیے۔ خلیفہ نے یہ خیال کرکے کہ اگر میں زبیدؔہ کی سفارش منظور نہ کروں گا تو لامحالہ زبیدہ خاتون کو تمام احوال سے آگاہی ہوجاوے گی اِس لیے خلیفہ نے زبیدہ خاتون کی درخواست قبول کرلی اور الحکم کا قصور معاف کردیا۔

مچھلی اور طبیب

ہارون الرشید جب دورہ کرتا ہوا شہر حیشہ میں پونہچا تو وہاں کے عامل امین العبادی نے خلیفہ کی دعوت کی اور منجملہ دیگر نفیس کھانوں کے ایک قاب میں ایک بڑی ہی عمدہ فربہ ثابت مچھلی پکی ہوئی تھی اور اُسکے ساتھ نہایت مزیدار چٹنی تھی۔ یہ مچھلی کی قاب خلیفہ کے آگے کھانے کے لیے رکھی گئی۔ خلیفہ نے اِس مچھلی کے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی نے اپنے آقا کو مچھلی کھانے سے منع کردیا اور میزبان سے اشارہ کردیا کہ یہ مچھلی میرے کھانے کے لیے رکھ دینا۔ اتفاق سے خلیفہ نے بھی یہ اشارے ہوتے ہوئے دیکھ لیے اور جب جبرئیل خلیفہ کے حضور میں سے چلا گیا تو خلیفہ نے اپنے ایک ملازم کو اُسکے عقب میں یہ ہدایت کرکے روانہ کیا کہ جبرئیل کی بے خبری میں تو اُس کے کمرہ میں چلا جانا اور جو کچھ وہ اُس وقت کررہا ہو اُس سے مجھے اطلاع دینا۔ جبرئیل کو خلیفہ کا

اشارہ دیکھ لینے کا حال معلوم ہو گیا۔ اُس خادم نے جبرئیل کو اعین کے مکان پر پایا۔ جبرئیل وہاں اپنا کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا اور وہی مچھلی اُس کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ جبرئیل نے تین پیالے منگوائے اور اُس مچھلی میں سے تین برابر کے حصے کاٹ کر اُن پیالوں میں ایک ایک حصہ رکھا۔ بعد ازاں ایک پیالے میں شراب کا ایک گلاس ڈالا اور کہا کہ یہ جبرئیل کی خوراک ہے اِسی طرح دوسرے پیالے میں برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ امیرالمؤمنین کی خوراک ہے اللہ تعالیٰ اُنکی عمر و دولت میں برکت عطا فرماوے۔ تیسرے پیالے میں اُس نے مختلف قسم کے گوشت کی بوٹیاں۔ مٹھائی۔ ترکاری اور چٹنی وغیرہ ڈالی۔ اِن سب چیزوں کے دو دو چمچے ڈالے۔ پھر ان سب پر برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ پیالہ بھی امیرالمؤمنین کے لیے ہے بشرطیکہ وہ مچھلی کے علاوہ کچھ اور کھانا چاہیں۔ جبرئیل نے یہ تینوں پیالے پھر اپنے میزبان کو دیدیئے اور کہا کہ جب مَیں آپ سے مانگوں تب آپ یہ پیالے مجھے دیدینا۔ جبرئیل نے اب تمام بقیہ مچھلی خوب مزے سے کھائی اور کھاتے ہوئے کئی دفعہ شراب کی پیالیاں چڑھائیں۔ خلیفہ جب قیلولہ سے بیدار ہوا تو مخبر کو اپنے پاس بُلا کر دریافت کیا کہ آیا جبرئیل نے وہ مچھلی کھالی یا نہیں؟ اُس مخبر نے جب پیالوں اور مچھلی میں سے تین ٹکڑے کاٹنے کا سب حال خلیفہ سے کہا تو ہارون الرشید نے اُن تینوں پیالوں کو منگوایا۔ پہلے پیالہ میں جو مچھلی کا گوشت تھا جسکو جبرئیل نے اپنے لیے رکھوایا تھا اور جس پیالے میں اُسنے خالص شراب ڈالی تھی وہ بالکل گلکر منجمد ہو گیا تھا۔ دوسرے پیالہ کا گوشت جسکو جبرئیل نے خلیفہ کے لیے بنایا تھا اور جس کے اُوپر برف کا پانی چھڑکا تھا بہت پھول گیا تھا اور جسقدر اُسمیں گوشت تھا اُس سے دُگنا معلوم ہوتا تھا۔ تیسرا پیالہ جس میں مچھلی کا گوشت اور ترکاریاں اور مٹھائی وغیرہ تھی وہ بالکل سڑ گیا تھا۔ جبرئیل کی یہ چھوٹی سی تدبیر کارگر ہو گئی۔ خلیفہ نے

اُس کو زرِ نقد کی ایک کثیر التعداد رقم انعام میں عطا کی اور بعد ازاں خلیفہ کو جبرئیل سے بہت اُنس اور اُس پر زائد اعتماد اور بھروسہ ہوگیا۔

کوثر خادم امین الرشید

جبرئیل بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کو نفیس نفیس کھانوں سے بہت شوق تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید نے معمول سے کچھ زیادہ کھانا کھا لیا۔ یکایک اُس کو تشنج کا ایسا دورہ ہوا کہ تمام حاضرین کو یہ یقین ہوگیا کہ خلیفہ انتقال کر گیا۔ اِس لیے امین اور مامون دونوں شہزادوں کو بلوایا گیا۔ مگر جبرئیل نے خلیفہ میں زندگی کے کچھ آثار پائے اور اُس نے خلیفہ کے فصد کھولنے کی رائے دی۔ لیکن کوثر نے وہ جو امین الرشید ولی عہدِ سلطنت کا خاص مصاحب تھا اور جسنے یہ خیال کیا کہ اب اگر امین الرشید خلیفہ ہو جاویگا تو میرا اُس پر بہت اقتدار ہو جائے گا،، فصد کھولے جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مردہ آدمی کے فصد کھولنے پر مَیں ہرگز رضامند نہ ہونگا۔ مگر امین الرشید نے یہ رائے منظور نہیں کی اور اپنے باپ ہارون الرشید کے فصد کھلوا دی۔ فصد کے کھُلتے ہی خلیفہ کو ہوش آگیا

ابراہیم ابن المہدی برادر ہارون الرشید

ابراہیم ابن المہدی خلیفہ کا بھائی مفصلۂ ذیل حکایت بیان کرتا ہے۔ ایک دفعہ شہر رقہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی مَیں نے دعوت کی۔ خلیفہ کے تشریف لانے کے بعد مَیں نے کھانا کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا۔ ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ٹھنڈا کھانا کھانے سے پہلے وہ گرم کھانا کھا لیا کرتا تھا۔ جب ٹھنڈا کھانا خلیفہ کے روبرو لاکے رکھا گیا تو اس میں ایک مچھلی کے گوشت کا پیالہ بھی تھا۔ خلیفہ نے اُس پیالے میں مچھلی کے چھوٹے چھوٹے قتلے دیکھکر کہا کہ تمھارے باورچی نے اتنے چھوٹے چھوٹے قتلے کیوں کاٹے ہیں؟ مَیں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! یہ قتلے نہیں ہیں بلکہ مچھلیوں کی زبانیں ہیں۔ خلیفہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اِس پیالے میں سو زبانیں ہونگی۔ لیکن میرے خادم مراکب نے عرض کیا کہ یہ

ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانیں ہیں۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ یہ سب کتنے میں مول آئی ہیں
میں نے عرض کیا کہ ان پر ایکہزار درہم (قریبًا ۴۰ پونڈ) صرف ہوئے ہیں۔ یہ سُنکر خلیفہ ہارون الرشید
دسترخوان پر سے اُٹھ گیا اور قسم کھائی کہ جبتک مراکب سے یہاں پر اسی وقت ایک ہزار
درہم وصول نہ ہو جاویں گے مَیں اس کھانے میں سے ایک لقمہ تک ہرگز ہرگز نہیں کھاؤنگا
جب یہ روپیہ وصول ہو گیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اِس روپیہ کو محتاج اور مساکین پر خیرات کردو
اور ابراہیم اور مراکب کی طرف مخاطب ہوکے فرمایا کہ تم نے ایک رکابی پر جو اسقدر فضولخرچی
کردی ہے اسلیے میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ خیرات اُس فضولخرچی کا معاوضہ ہو جائیگی۔ پھر خلیفہ
نے وہ رکابی اپنے ہاتھ میں اُٹھالی اور اپنے ایک ملازم کیجانب مڑکر کہا کہ اس رکابی کو میرے
بھائی ابراہیم کے گھر سے باہر لیجاؤ اور جو کوئی محتاج یا مسکین اول ہی اول تم کو ملے اُسکو
یہ دے آؤ۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ خلیفہ کی تشریف آوری کی خوشی میں مَیں نے یہ مچھلی کی زبانیں
دو سو ساٹھ درہم میں خریدی تھیں۔ اِس لیے مَیں نے اپنے نوکروں میں سے ایک کو آنکھ کا
اشارہ کردیا کہ خلیفہ کے خادم کے ہمراہ باہر چلا جائے اور جس کسی محتاج کو یہ خادم یہ پیالہ دیوے
تو اُس سے اس پیالہ کو مول لیلے۔ ہارون الرشید اُس کے جانے سے میرا یہ اشارہ سمجھ گیا
اور اپنے خادم کو بُلاکر کہا کہ تم کسی محتاج کو یہ پیالہ دیکر اُس سے یہ کہدینا کہ امیرالمؤمنین نے تمکو
یہ صلاح دی ہے کہ تم اس پیالہ کو دو سو درہم سے کم میں فروخت نکرنا۔ ابراہیم کا بیان ہے۔ کہ
میرے بھی پورے دو سو درہم ہی ان زبانوں کے خریدنے میں صرف ہوئے تھے۔

بدقسمت نام

یہی شہزادہ ابراہیم اپنے بھائی ہارون الرشید کی ایک اور حکایت بیان کرتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید ایک کشتی میں بیٹھا ہوا براہِ دریا دجلہ پر شہر موصل
کو جارہا تھا۔ مَیں بھی اُس کشتی میں خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ہم دونوں نے شطرنج کی ایک بازی

ختم ہی کی تھی کہ ہارون الرشید نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمھارے نزدیک دنیا میں بہترین اور مبارک نام کونسا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دنیا میں بہترین اور مبارک نام تو پیغمبر صاحب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر کس کا نام سب سے بہتر ہے۔ میں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین کا نام سب سے بہتر ہے۔ خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ تمھارے نزدیک سب سے زیادہ بدقسمت کس کا نام ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ابراہیم کا نام بہت ہی بدقسمت ہوتا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ شرم اور ادب پکڑو۔ تم اس نام کو سب سے زیادہ بدقسمت کہتے ہو حالانکہ یہ نام خلیل[۱] اللہ کا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دعویٰ سچ تو ہے اس نام کی نحوست کی وجہ سے خلیل اللہ کو نمرود کے ہاتھوں سے کسقدر تکلیف واذیت پہنچی۔ اس پر خلیفہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفل خورد سال کا نام بھی تو ابراہیم ہی تھا۔ ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ اگر اُس کا نام کچھ اور ہوتا تو وہ زندہ رہتا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم امام ابراہیم کی نسبت کیا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ امام ابراہیم پر رحمت فرماوے۔ مروان الجعدی نے انکو ایک بے بجھے چونے کے تھیلے میں بند کرکے مار ڈالا اور امیرالمؤمنین اور سنیے ابراہیم ابن الولید کو جو خلفاء امیہ میں سے تھا۔ معزول کردیا گیا تھا اور ابراہیم ابن عبداللہ ابن الحسن علوی بھی شہید ہوئے۔ مختصر یہ کہ میں نے

---

[۱] حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کا لقب خلیل اللہ ہے۔ قرآن شریف میں انکی بابت جو حکایت ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ آپ اُسکو اور اُسکی رعایا کو بت پرستی سے ممانعت فرما کر توحید کیجانب رجوع ہونے کو نصیحت فرماتے تھے۔ اس نصیحت سے افروختہ ہو کر اُس نے آپ کو جلتی ہوئی آگ (آگ کی بھٹی) میں ڈالدیا مگر آپ کے معجزہ سے آگ بجھ گئی۔ اور آپ کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ آپ صحیح وسلامت آگ میں سے نکل آئے ۱۲

از مصباح مترجم

اسؔ نام کے آدمی کو سوائے اس کے نہیں پایا کہ یا تو وہ شخص قتل ہوا یا اُسکے تازیانے لگے یا وہ شخص جلا وطن ہوا - میری یہ گفتگو ختم ہی ہوئی تھی کہ خلیفہ کے اُسی کشتی کے ایک ملاح نے دوسرے ملاح ابراہیم نام کو پکارا اور کئی گالیاں بھی دیں - مَیں نے خلیفہ سے عرض کیا کہ دیکھ لیجئے یہاں بھی ابراہیم کو گالیاں پڑ رہی ہیں - امیر المومنین ! کیا ابراہیم نام سب ناموں سے زیادہ بدقسمت نام نہیں ہے ؟ یہ سن کر خلیفہ کو ہنسی آگئی - اور وہ بہت ہنسا [1]

ہارون الرشید کا صوفی بیٹا

خلیفہ ہارون الرشید کو جو عیش و تنعم حاصل تھا اور دل بہلاؤ باتوں کا جو وہ اسقدر شائق تھا اس عیش و آرام میں اُسکی سب کی سب اولاد شامل نہیں ہوتی تھی - ہارون الرشید کا ایک بیٹا بڑا غمگین رہا کرتا تھا اور سولہ [16] برس کی عمر میں وہ گوشہ نشین اور عزلت گزین ہوگیا - ہارون الرشید نے ایک دفعہ اُس کو بُلا کر بہت بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تیری وجہ سے بادشاہوں میں میری بدنامی ہوتی ہے - اُس نے جواب دیا کہ آپ کے باعث سے صوفیوں اور گوشہ نشینوں میں میری بدنامی ہوتی ہے - یہ کہکر یہ نوجوان شہزادہ محل شاہی میں سے چلا گیا اور مزدوروں میں شریک ہوکر روزمرہ اینٹیں بنایا کرتا تھا اور اپنی مزدوری کی اجرت صرف ایک درہم اور اُس کا چھٹا حصہ لیا کرتا تھا - اِس ⅙ درہم سے وہ اپنی قوت بسری کیا کرتا تھا - اور باقی ایک

---

[1] اِس قسم کے واہی توہمات اور لچر خیالات عقلاً تو قابلِ اعتبار ہو ہی نہیں سکتے اور شرعاً بالکل ناجائز ہے - البتہ ابراہیم برادر ہارون الرشید نے اپنی انکساری کے لیے مذاقاً کہدیا کہ معاذ اللہ ! ابراہیم نام بدقسمت ہے - یہ نام تو بہت مبارک ناموں میں سے ہے - اِس سے بڑھکر خوش نصیبی اس نام کی کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے جو خدائے تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے اور جن پر خدائے تعالیٰ نے مصیبت کو راحت یعنی آگ کی بھٹی کو باغِ جنت بنادیا - اور دوسرے ختم المرسلین سرورِ پاک شاہِ لولاک کے صاحبزادہ صاحب کے نام ہونے سے اِس نام کو شرف اور عزت حاصل ہوئی - رہا یہ کہ اِس نام کے بعض لوگوں کو اذیت اور حادثات دنیاوی پہنچے تو دنیا کے حادثات اور موت نے کس نام پر اثر نہیں کیا ؟ اِسی نام پر کیا منحصر ہے پس یہ خیال کہ ابراہیم نام (بدقسمت) ہو بالکل غلط اور لغو ہے - بلکہ انبیا کے نام پر نام رکھنے کا خود آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا ہے - مترجم

درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کر دیا کرتا تھا یہ جوان شہزادہ نہایت عسرت اور فقر و فاقہ کی حالت میں انتقال کر گیا۔ مرنے کے قریب اس نے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا کہ جسکے یہاں مزدوری کیا کرتا تھا اور اُس کو ایک بیش بہا یاقوت کی انگشتری سپرد کرکے کہا کہ بعد میرے انتقال کے یہ خاتم تم خلیفہ ہارون الرشید کو جاکر دیدینا۔ انگشتری دیکھکر خلیفہ نے شہزادہ کا حال پوچھا اور اُسکی موت کی خبر سُنکر خلیفہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اُس وقت اِس شخص کو معلوم ہوا کہ وہ متوفی جوان خلیفہ کا بیٹا تھا۔

ایک اموی اور منارا کی حکایت

خلیفہ ہارون الرشید بعد اُس حج اور قیام مکہ شریف کے جس قیام میں کہ اُسنے اپنے دونوں بیٹوں کی تخت نشینی کے لیے اپنے بیٹوں سے آپس میں معاہدہ کرایا تھا جو کہ مشہور ہے، کوفہ میں ٹھیرا تو وہاں اُسکو یہ اطلاع ملی کہ بنی اُمیہ میں سے ایک شخص ابتک دمشق میں موجود ہے۔ اُسکے پاس دولتِ کثیر موجود ہے اور دمشق میں اُسکو اسقدر اقتدار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو وہاں خاندانِ اُمیہ کی سلطنت پھر قائم کر سکتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون الرشید نے اپنے ایک معتمد ترین ندیم مسمّی منارا کو بُلوایا۔ اُسکے ہمراہ بہت سے سوار اور غلام کہکے اُسکو اُن سب پر افسر مقرر کیا۔ پھر اُسکو خفیہ طور سے یہ حکم دیا کہ تم اِسی وقت دمشق کو روانہ ہو جاؤ۔ اور بنی اُمیہ میں سے یہ شخص جو وہاں رہتا ہے اُسکو گرفتار کرکے تیرہ دن کے عرصہ میں پابجولاں میرے پاس حاضر کرو۔ گورنر دمشق کے نام بھی خلیفہ نے ایک پروانہ لکھکر منارا کو دیدیا جسمیں یہ حکم تحریر تھا کہ اُس اموی کی گرفتاری میں منارا کو مدد دینا۔ یا اگر یہ مشتبہ شخص اپنے تئیں سپرد کرنے سے انکار کرے تو اُسکو حراست میں کرکے اُسکے تمام گھر بار وغیرہ پر پوری پوری نگرانی رکھنا۔ خلیفہ نے منارا کو یہ بھی حکم دیا کہ جب تم اُس اموی کو قید کر لو تو اُسکی ہر حرکت اور ہر لفظ کو جو وہ بولے لکھ لیا کرنا اور گرفتاری کے وقت جس حالت میں تم اُسکو پاؤ

اسکی شرح اور مفصل کیفیت سے مجھکو آکر اطلاع دینا۔ منارا نے کوفہ سے روانہ ہوکر درمیانی
صحرائے ریگستانی کو اِس عجلت سے عبور کیا کہ ساتویں دن شام کے وقت دمشق میں پہنچ گیا
مگر اُس وقت شہر کے دروازے بند ہوچکے تھے۔ منارہ نے دروازہ کھلوا کر اس قدر جمعیت
عظیم کے ساتھ شہر میں داخل ہوکر لوگوں میں شبہ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اگر ایسا کیا جاتا
تو اغلباً اُس اموی کو جسکی گرفتاری کے لیے آیا تھا اِس بات کی اطلاع ہوجاتی اور وہ اِس
عرصہ میں اپنی حفاظت کے لیے مناسب احتیاطیں کرلیتا۔ اس خیال سے خلیفہ کے اِس
معتمد نے شہر کی فصیل کے باہر خیمہ جات نصب کراکے رات وہیں بسر کی صبح ہوتے ہی
شہر میں داخل ہوکر منارا سیدھا اُس اموی کے گھر گیا اور جیسی کہ خلیفہ کو اطلاع ملی تھی اُس سے
زیادہ دولت وقوت اُس اموی کی دیکھی۔ بغیر اطلاع کرلئے یا اجازت حاصل کیے منارا اُس
اموی کے گھر میں داخل ہوگیا۔ وہاں اُس نے جوان آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی اُن
سب سے یہ کہکر کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا قاصد ہوں منارا نے دریافت کیا کہ آپ
سب صاحبوں میں مالک مکان کونسا ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ مالک مکان جو ہمارا
باپ ہے وہ اس وقت حمام میں نہا رہا ہے۔ منارا نے اُن سے کہا کہ مالک مکان کو فوراً
بلالاؤ۔ تھوڑی سی دیر کے بعد اور اس عرصہ میں منارا کو تشویش ہونی شروع ہوئی کہ کہیں
وہ اموی فرار نہ ہوجائے، وہ اموی بغیر ذرہ بھر فکر و تردد کے منارا کے پاس آیا اور اُس سے
باتیں شروع کرکے دریافت کیا کہ امیرالمؤمنین خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج مبارک تو بخیریت ہے
پھر اُس نے منارا سے کہا کہ آیئے۔ کھانا حاضر ہے۔ تناول کیجیے۔ منارا نے کھانا کھانے
سے انکار کیا۔ لیکن وہ دیکھتا رہا کہ اُس اُموی اور اُس کے بیٹوں نے بڑی دلجمعی سے
عمدہ عمدہ اور نفیس کھانے کھائے۔ مالکِ مکان نے پھر کہا کہ اَے منارا اگر آپ ہمارے ساتھ

شریک طعام ہو جاویں تو کیسی اچھی بات ہو۔ منارا کو اس بات پر غصہ آیا کہ مالک مکان سنے
سادہ طور سے میرا نام لیکر مجھے مخاطب کیا۔ اور منارا نے اب اول ہی بار یہ دیکھا کہ میرے
تمام ہمراہی اور غلاموں کی بجائے اُس اموی کے تمام غلام وغیرہ موجود ہیں۔ اور صرف
پانچ ہمراہیوں کے ساتھ مَیں یہاں تنہا رہ گیا ہوں باوجودیکہ اُس اموی نے کوئی فعل ایسا
نہیں کیا کہ جس سے کچھ شبہ ہوتا مگر تاہم منارا نے یہ خیال کرکے کہ اگر ہتھیاروں سے
لڑائی کی ضرورت آپڑی تو میں اس اموی کو بغیر گورنر دمشق اور اُسکی فوج کی مدد کے گرفتار
نہیں کرسکتا۔ منارا کے خیالات پریشان ہونے لگے۔ آخر کار ظہر کی نماز خوب اطمینان سے
ادا کرکے نہایت خلق کے ساتھ اُس اموی نے منارا سے پوچھا کہ آپ جس کام کے واسطے
تشریف لائے ہیں وہ فرمایئے۔ یہ سُن کر منارا نے فوراً خلیفہ کا پروانہ نکال کر اُس اموی کے
ہاتھ میں دیدیا۔ مالک مکان نے پروانہ پڑھکر اپنے سب بیٹوں اور غلاموں اور نوکروں کو
اپنے پاس بُلایا۔ منارا نے اِس مجمع کو دیکھکر یقین کرلیا کہ بس اب میں فوراً یہاں قتل کرڈالا
جاؤں گا۔ مگر اُس اموی نے اُن سب کو مخاطب کرکے اول تو اُن سے اسبات کا بہت مضبوط
حلفیہ اقرار کروایا کہ اگر میرے جانے کے بعد تم میں سے آپس میں کوئی دو شخص ملو تو کسی کے
حق میں ایک کلمہ بھی بُرائی کا نہ نکالنا نہ کسیکو الزام دینا بلکہ اپنے مکانوں میں الگ الگ رہنا
اور جب تک کہ تمھارے پاس میرا کوئی خط نہ پونہچے تو اُس وقت تک اپنے اقرار پر قائم رہنا
اور دیکھو! یہ امیر المؤمنین کا پروانہ ہے جس میں میری طلبی کا حکم ہے اور چونکہ اب میں نے اِس
پروانہ کو دیکھ لیا ہے اب میں یہاں ایک منٹ بھی اور زیادہ قیام نہیں کروں گا۔ اور زنانے
مکان میں مستورات سے بھی یہی کہدینا کہ جب تک میں یہاں سے باہر رہوں۔ بہت اچھی
طرح رہیں اور کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ مجھے اپنے ہمراہ کسی کے لیجانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ کہکر اموی نے منارا سے کہا کہ اب آپ میرے لیے بیڑیاں منگوا لیجئے اور جب وہ آگئیں تو اس اموی نے بڑی خوشی سے اپنے پیر آگے بڑھا کر اپنے تئیں گرفتار کرا دیا۔ منارا نے پھر اس اموی کو اونٹ پر سوار کیا اور اس کے برابر خود اپنا گھوڑا رکھا تا کہ اموی ہر وقت نظر کے سامنے رہے اور وہیں سے اسی وقت دمشق سے روانہ ہوگیا۔ راستہ میں سے یہ قافلہ ایک خوبصورت باغ میں سے گذرا۔ قیدی اموی نے جو اپنے قید کرنے والے یعنی منارا سے بہت ہی لطف اور خوشخوئی سے باتیں کرتا آرہا تھا منارا سے کہا کہ دیکھئے! یہ باغ میرا ہے۔ اور اس باغ میں جو نایاب پھول اور پھل اور میوہ جات ہوا کرتے تھے بڑی فصاحت و بلاغت سے اُن کا ذکر کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد خوبصورت کھیتوں اور عمدہ مزروعہ زمینوں میں سے اس قافلہ کا گزر ہوا۔ اموی نے منارا سے کہا کہ دیکھو! یہ میری زمینیں ہیں اور جسقدر سالانہ منافع پیداوار سے ہوتا تھا اس کا تمام ذکر صفائی دل سے منارا کو سنایا۔ منارا کو اب اور زیادہ حالات سننے کی تاب نہ رہی اس نے اموی سے کہا کہ کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ امیرالمؤمنین آپ کے حالات سن سن کے بہت متفکر اور پریشان رہا کرتے تھے اور اس لیے تم کو تمھارے قبیلہ اور کنبہ سے نکلوا کر تنہا اور پابزنجیر کر کے بُلوایا ہے ؟ تم کو کیا خبر ہے کہ وہاں پہنچکر تمھارا کیا حال ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے اور دوسرے اشخاص جس طرح متفکر ہوتے ہیں میں تم کو ویسا پریشان نہیں پاتا۔ بلکہ برخلاف اس کے تم خوشی خوشی اپنے باغات اور املاک کا مجھ سے تذکرہ کیے جاتے ہو۔ کیوں۔ کیا تمھیں اس بات کی خبر نہیں ہے کہ تم کو کس لیے گرفتار کیا گیا ہے اور خدا جانے خلیفہ تمھارے ساتھ کس طرح پیش آئے۔ مگر میں تم کو بڑے اطمینان اور سکون کی حالت میں دیکھتا ہوں اور تمھیں کچھ فکر یا پرواہ مطلق بھی نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم سمجھدار اور دانا شیخ ہوگے" منارا سے یہ سن کر اس قیدی اموی نے کہا کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

ہم سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اُسی کیجانب ہم سب کی بازگشت ہے۔

اَے منارا!۔ واللہ! تمھارے بارے میں میرا خیال غلط نکلا میرا قیاس تھا کہ تم میں کچھ عقل و تمیز ہوگی۔ اِس لیے کہ اگر تم میں یہ بات نہ ہوتی تو خلیفہ کے دل میں تمھاری یہ وقعت نہ ہوتی اور نہ تم اس رتبہ پر پہنچتے۔ لیکن میرا یہ قیاس غلط نکلا۔ کیونکہ تمھاری گفتگو تو ایسی ہے جیسے کہ عوام کالانعام کی بول چال ہوا کرتی ہے۔ اور تم نے امیرالمؤمنین اور اُنکی خفگی کا اور اُن کا اپنے دروازہ پر مجھکو ایسی حالت میں بلوانے کا جو ذکر کیا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے جس کے ہاتھ میں امیرالمؤمنین کی اور ہماری تمھاری سبکی تقدیر ہے۔ امیرالمؤمنین بغیر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی مرضی اور مشیت کے نہ مجھے کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ میرا نقصان کرسکتے ہیں۔ مَیں نے خلیفہ کے برخلاف کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے کہ جو اُنکے حضور میں جاتے ہوئے مَیں خوف زدہ بنجاؤں۔ علاوہ اِس کے جب امیرالمؤمنین کو یہ معلوم ہوگا کہ مَیں اُنکا کیسا وفادار اور مخلص ہوں تو وہ میری اور عزت کرینگے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے روزازل میں یہی مقدر کردیا تھا کہ مجھکو امیرالمؤمنین کے ہاتھ سے اذیت ہی پہنچے اور اُس اذیت کا وقت اب آلگا ہے اور میری تقدیر میں اُنکے ہاتھ سے میرا مرنا لکھا ہے تب تو تمام فرشتگان اور پیغمبران اور تمام اہلِ زمین اور کل اہلِ آسمان بھی ملکر میری موت کو نہیں ٹال سکتے۔ پھر میں موت کا کیوں رنج کروں اور مرنے پر کس لیے غمگین بنوں؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیشتر سے مقدر کردیا ہے اُسکی بابت فکر کرنا بالکل بے فائدہ اور بیہودہ بات ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ہمیشہ عمدہ ترین بات خیال کرنا اور اُسکی مشیت پر رضا اور تسلیم اختیار کرنا ہمارے تمھارے اور سب کے لیے لازمی فرض ہے۔ مَیں خیال کرتا تھا۔ کہ تم یہ سب باتیں جانتے ہوگے۔ لیکن چونکہ اب مَیں نے تمھاری عقل

وتمیز کی وسعت معلوم کرلی۔ اب مَیں تم سے اُس وقت تک ایک حرف بھی نہیں بولوں گا۔
جب تک کہ ہم تم خلیفہ کے حضور میں نہ پہنچ جاویں اور امیرالمؤمنین مجکو تم سے علیحدہ کریں۔
یا جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہو کے رہے گی۔"
منارا کہتا ہے کہ بعد اس گفتگو کے پھر اُس اموی نے ایک حرف تک مجھ سے نہیں کہا صرف
قرآن شریف پڑھتا رہتا یا پانی اور دیگر ضروریات کے لیے کہدیتا۔ یہانتک کہ تیرھویں دن
یہ قافلہ کوفہ کے نزدیک پہنچا۔ کوفہ سے چھ فرسنگ اِس جانب اِس قافلہ کے آنے کے
انتظار میں خلیفہ کا ایک سوار بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اِس قافلہ سے ملکر اور اموی کو زندہ گرفتار دیکھ کے
بڑی تیزی کے ساتھ گھوڑا بھگاتا ہوا روانہ ہوا تاکہ خلیفہ ہارون الرشید کو اس بات کی
اطلاع دیوے۔ شام کے قریب یہ قافلہ کوفہ میں پونہچا۔ منارا فوراً امیرالمؤمنین کے حضور
میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اُسکو حکم دیا کہ تو نے جو کچھ دیکھا یا جو کچھ اس اموی سے سُنا ہو اُسکو
بالتفصیل بیان کر۔ منارا نے شروع سے تمام حال بیان کرنا شروع کیا اور جس طرح اس اموی
نے اُس کا استقبال کیا۔ یا جس بے فکری سے اُسنے کھانا کھایا یہ ذکر کیا۔ تو خلیفہ کے چہرہ
پر غصہ سے رگیں اُبھری ہوئی معلوم ہونے لگیں۔ اور جب منارا نے یہ بیان کیا کہ کس طرح
اِس اموی نے اپنے تمام رشتہ داروں اور نوکروں کو بُلا کر سمجھایا کہ میرے ساتھ جو سلوک
کیا جاوے تم اُسکی بابت کسی سے بھی بدلہ لینے کا خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا اور کس طرح اُس نے
اپنے تئیں بخوشی سپرد کر کے بیڑیاں پہن لیں۔ تو خلیفہ کے چہرہ سے غصہ فرو ہوتا ہوا معلوم
ہوا لیکن جب منارا نے اُس خفگی کا ذکر کیا جو قیدی اموی نے منارا پر ظاہر کی تھی تو خلیفہ ہارون الرشید
نے کہا کہ واللہ! اس شخص پر جسقدر الزام لگائے گئے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں اور یہ
اموی سچا اور وفادار ہے! خلیفہ نے حکم دیا کہ اس اموی کی بیڑیاں کاٹ کر اسکو رہا کر دو

اور میرے پاس لاؤ۔ جب اموی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُسکو ازرہِ مہربانی بیٹھنے کا حکم دیا اور بڑے اخلاق و محبت سے اُس سے گفتگو کی اور فرمایا کہ اگر کوئی آرزو ہو تو مجھسے کہو۔ اموی نے صرف یہ مختصر اور مہذب جواب دیا کہ امیرالمؤمنین! مجھکو سوائے اِسکے اور کوئی حاجت نہیں ہے کہ آپ میرے بال بچوں میں مجھکو واپس بھجوا دیں۔ اور امیرالمؤمنین! آپکی رعایا پروری اور نصفت پسندی سے اور آپ کے عمّال کے انصاف اور ظلم کی بیخ کنی کیوجہ سے مجھکو یا جس شہر میں مَیں رہتا ہوں وہاں کے باشندوں کو کسی قسم کی احتیاج اور ضرورت نہیں ہے۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید نے بے شمار انعام اور خلعت وغیرہ عنایت کرکے اس اموی کو دمشق واپس جانے کی اجازت دی اور منارا کو اُسکی اردلی میں دمشق تک جانے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کردی کہ اس اموی کی نہایت ہی عزت اور احترام کرنا اور بہت خاطر و مدارات سے اُسکے مکان پر اُسکو پہنچا کے آنا۔ چنانچہ منارا اُسکو بڑی عزت کے ساتھ دمشق واپس پہنچا کے آیا۔

جان اور آزادی دربار بغداد میں کسی طور سے محفوظ نہ تھی۔ ایک دن جو شخص عزت پاتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دوسرے روز ذلت کے ساتھ زنداں میں قید کردیا جاتا تھا[۱]۔

---

[۱] اول تو یہ قول بے دلیل ہے کیونکہ اسکی کوئی نظیر پامر صاحب نے تحریر نہیں کی۔ اور قول بے دلیل کبھی بھی قابلِ وقعت اور لایق لحاظ نہیں ہوتا۔ اس بات کا بھی شکر ہے کہ مسٹر مذکور نے یہ بات اپنے خیال میں دربار ہی تک محدود رکھی۔ اگر تمام سلطنت پر اس خیال کو وسعت دیدیتے تو لکھتے وقت کون شخص مسٹر پامر کا قلم روک سکتا تھا۔ جب مسٹر پامر نے باوجود اسکے کہ خود بھی اعتراف اور تسلیم کرتے ہیں الف لیلہ کے جھوٹے افسانوں تک کا تذکرہ اس تاریخ میں کیا ہے کہ جنکا ذکر تاریخ میں کرنا بالکل بیجا ہے تو کیا اگر کوئی ایسا سچا واقعہ ہوتا تو وہ تحریر نہیں کرتے ہ ضرور کرتے۔ ہاں کسی شبہہ یا جرم پر ایسا ہوتا ہوگا تو یہ عین مصلحت سلطنت کے مطابق بات ہوتی ہے۔ کونسی گورنمنٹ ایسی ہوسکتی ہے جو شبہہ یا جرم پر مجرموں کو ماخوذ نہیں کرتی۔ برخلاف اسکے پامر صاحب خود ہی بیان کرتے ہیں کہ معن بن یحییٰ پر ہارون الرشید کسقدر خفا تھا مگر باوجود خفگی کے دربار میں اُسکا آنا تک بند نہیں کیا اور پھر خوش ہوکر اُسکو گورنر بصرہ مقرر کردیا۔ آزادی کی بابت بھی پامر صاحب کا بیان قابل ہے ظاہر ہے کہ جیسی آزادی سے لوگ خلیفہ سے گفتگو کرلیتے تھے جسکو خود مسٹر پامر نے اسی کتاب میں ذکر کردیا ہے اب عادہ کی ضرورت نہیں"

از مصباح مترجم

ابوعتاہیہ اور عُتبہ کنیز

ابوعتاہیہ شاعرنابینا غالباً اندھے ہونے سے پیشتر۔ خیزران والدۂ ہارون الرشید کی ایک کنیز عُتبہ نامی پر عاشق ہوگیا تھا۔ اس کنیز نے اپنی مالکہ سے یہ شکایت کی۔ کہ ابوعتاہیہ شاعر میری نسبت اس طرح کی شعر بناتا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس امر کی مَیں نے ہی اُسکو ترغیب دی ہے اور ایسے اشعار سے میری بدنامی ہوتی ہے خیزران نے یہ تذکرہ خلیفہ مہدی سے کردیا خلیفہ مہدی نے بطور تنبیہ ابوعتاہیہ کے خوب دُرّے لگوائے۔ لیکن ہارون الرشید تخت نشین ہوا تو ابوعتاہیہ نے اپنی توجہ اُس کنیز کی جانب پھر مائل کی اور عتبہ کے اُوپر ایک غزل بنائی جسکے دو شعر کا یہ مضمون ہے "خلیفہ کے غزال نے جال بچھایا اور مَیں شکار بن کر اُس میں گرفتار ہوگیا۔ مَیں نہیں جانتا کہ اب اس جال کی گرفتاری سے مجھے کیونکر رہائی ملیگی"

ہارون الرشید یہ شعر سنکر نہایت برافروختہ ہوا اور اس قسم کے شعروں میں اپنا نام پڑا ہوا دیکھکر اُسنے اِس کو ناقابلِ معافی جرم خیال کیا۔ اس لیے حکم دیا کہ اس شاعر کو قید کردیا جائے ابوعتاہیہ واقف تھا کہ ہارون الرشید خالص شاعری کے طور کے خوشامدانہ الفاظ کی غزلوں سے بہت خوش ہوتا ہے اس لیے اپنی رہائی کے واسطے اُسنے جلد یہ تدبیر کی کہ خلیفہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ اُسکے صلہ میں خلیفہ نے خوش ہوکر اُسکو رہا کردیا اور اس قدر اُس سے خوش ہوا کہ ابوعتاہیہ سے اقرار کیا کہ اُس کنیز کے ساتھ شادی ہوجانے میں مَیں تمھارے لیے کوشش کروں گا اور اگر وہ کنیز رضامند ہوجاویگی تو مَیں تم دونوں کو بطور تحفۂ شادی ایک رقمِ کثیر عطا کروں گا۔ ابوعتاہیہ کے جانے کے بعد سلطنت کے دیگر امور میں ہارون الرشید اسقدر مصروف ہوا کہ ابوعتاہیہ سے جو اقرار کیا تھا وہ بالکل بھول گیا ابوعتاہیہ کو ایسا موقعہ نہیں ملا کہ وہ خود خلیفہ کو اس اقرار کی یاددہانی کراتا۔ اِس لیے ابوعتاہیہ

نے تین غزلیں بنائیں۔ اور تین پنکھے لیکر ایک ایک غزل اُن پر لکھی۔ اور مسرور کو اس بات پر راضی کر لیا کہ تو موقع مناسب دیکھ کر یہ پنکھے خلیفہ کے حضور میں پیش کر دینا۔ ایکدن ہارون الرشید نے پنکھا منگایا مسرور نے وہی تینوں پنکھے پیش کر دیئے۔ خلیفہ نے ایک پنکھے پر یہ دو تین شعر دیکھے جن کا مطلب یہ تھا کہ

"جب نسیم صبح کا جھوکا آتا ہے تو مجھے یہ اُمید ہوتی ہے کہ مجھسے خلیفہ نے جو اقرار کیا تھا شاید اس کے ایفا کی خوش خبری دینے کے لیے آئی ہے۔ اور تیری فیاضی کی خوشبو سے شرابور ہو کر جب نسیم سحری آتی ہے تو میں اُسکو پہچان لیتا ہوں"

ہارون الرشید نے کہا کہ شعر تو اچھے کہے ہیں دوسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور شعر دیکھے جن کا مضمون یہ تھا۔ کہ

"میری روح مثل ایک اصیل گھوڑے کے اپنی گردن اُٹھائے ہوئے۔ اور پُرشوق چال سے چلکر ہمیشہ تیرے حضور میں حاضر ہونے اور تیری فیاضی سے متمتع ہونے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی ہے"

خلیفہ نے کہا مرحبا! بہت خوب شعر کہے ہیں۔ تیسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور اشعار لکھے ہوئے پائے جن کا مطلب یہ تھا کہ

"بعض اوقات مجکو مایوسی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اُمید فوراً اُسی وقت آکر یہ کہکر ڈھارس بندھاتی ہے کہ جس شخص نے میری کامیابی کی ضمانت کر لی ہے وہ تو بڑی عالیشان قوم سے ہے نا اُمید مت ہو۔ تو ضرور کامیاب ہوگا"

خلیفہ کو اپنا اقرار یاد آگیا اور اُس نے فوراً ابوعتاہیہ کو بلوایا اور اقرار کیا کہ کل انشاءاللہ میں تمھارے کام میں حتی المقدور کوشش کروں گا۔ خلیفہ نے اُسی وقت اُس کنیز سے یہ کہلا بھیجا

کہ مَیں شام کو تجھسے ملنے آؤں گا کیونکہ مجھے تجھ سے ایک کام ہے اور وہ کام مَیں خود ہی تجھسے کہوں گا۔ مقررہ وقت پر خلیفہ عتبہ کے مکان پر پہنچا اور عتبہ سے کہا کہ جو کچھ مَیں تم سے کہنا چاہتا ہوں اُس کے کہنے سے پیشتر تم مجھ سے اِس بات کا اقرار کرو کہ تم اس بات کو قبول کرلوگی اور انکار نکروگی۔ اُس نے جواب دیا کہ مَیں آپکی کنیز ہوں۔ مَیں آپ کا ہر حکم سوائے ابوعتاہیہ کے معاملہ کے منظور کرلونگی۔ کیونکہ مَیں نے آپکے والد متوفی سے یہ اقرار کرلیا تھا اور اُس حلف سے اقرار کیا تھا کہ جس حلف سے ہر نیک و بد شخص پابند ہوسکتا ہے۔ مَیں نے یہ حلف اُٹھائی تھی کہ اگر مَیں ابوعتاہیہ سے نکاح کروں تو مَیں پاپیادہ مکہ شریف کے حج کے لیے جاؤں۔ اور جونہی کہ ایکبار یہ زیارتِ کعبۂ شریف ختم ہو تو مَیں فوراً اُسی وقت دوسری دفعہ حج کے لیے پھر جاؤں اور اُسکی بجائے اگر مَیں اِس کا کفارہ دینا چاہوں تو کوئی ایسا کفارہ قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اور یہ بھی حلفیہ اقرار کیا تھا کہ میرے پاس جو کچھ مال و اسباب ہوگا۔ سوائے ایک نماز کے مصلے کے وہ سب خدا کی راہ پر محتاج اور مساکین کو دیدونگی'' یہ کہکر یہ کنیز خلیفہ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور بہت روئی اور اس سے التجا کی کہ آپ اِس کام سے مجھے معاف رکھیں۔ خلیفہ نے اُس کنیز سے اقرار کیا کہ مَیں آیندہ تجھے اِس معاملہ میں تکلیف نہیں دوں گا۔ دوسرے دن ابوعتاہیہ اپنی پوری کامیابی کی اُمید میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ لیکن خلیفہ نے اُس سے کہا کہ تم مسرور۔ رشید اور دیگر ملازموں اور غلاموں سے پوچھ لو۔ مَیں نے تمھارے لیے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر مَیں اُس کنیز کو تمھارے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں کرسکا۔ یہ غریب شاعر جو معلوم ہوتا تھا کہ اُس کنیز پر بہت فدا اور فریفتہ تھا' یہ نااُمیدی کی خبر سُن کر ایسا مایوس ہوا کہ اُس نے درویشانہ لباس اختیار کرلیا۔ اور ساری عمر تجرد میں گذارنے کا ارادہ کرلیا۔

ابوعتاہیہ نے اپنی اس معشوقہ کے فراق میں اور ہجر میں جو غزل کہی ہے اُس میں سے دو

شعروں کے مضمون کا مطلب حسبِ ذیل ہے۔

"مَیں نے اُمید اور امل کی تمام مضبوط مضبوط رسیوں کو کاٹ کر علٰحدہ علٰحدہ کر دیا ہے اور اپنے اُونٹ کی پشت کے اُوپر سے کاٹھی اُتار لی ہے۔ اِس لیے کہ مایوسی اور نامرادی کی سردی نے میرے دل پر جگہ کر لی ہے۔ اور قیام کرنے یا آگے سفر کرنے کی مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے۔"

نرم دلی

خلیفہ ہارون الرشید کو دریائے دجلہ کی سیر کرتے ہوئے ملاحوں کے راگ سُننے کا بہت شوق تھا۔ لیکن اُن کا تلفظ بہت خراب ہوتا تھا اور نامناسب اور غیر مربوط الفاظ جو اُنکی گفتگو میں ہوتے تھے اُس سے خلیفہ کے کان جو خالص عربی زبان سے واقف تھے محض ناآشنا تھے۔ اور ملّاحوں کی خلط ملط عربی سے اُسکی طبیعت بہت گھبراتی تھی۔ ہارون الرشید نے ایک دن اپنے ندیموں کو حکم دیا کہ کسی شاعر کو بُلواؤ اور ایک غزل بنواؤ جسکو ملاح اپنے لہجہ میں گاویں تاکہ جیسی یہ ملّاح اپنے راگوں میں غلطیاں کرتے ہیں وہ نہ ہوویں۔ معلوم ہوا کہ ابوعتاہیہ ہی ایک ایسا شخص ہے جو یہ کام عمدہ طور سے انجام دیسکتا ہے۔ اُس وقت ابوعتاہیہ قیدخانہ میں مقید تھا۔ ہارون الرشید نے ابوعتاہیہ کے پاس کسی آدمی کو بھیجا اور حکم دیا کہ اِس طرح کی غزل بنوا کر جلد لے آؤ۔ ابوعتاہیہ جو اس حکایت کا راوی ہے بیان کرتا ہے کہ چونکہ خلیفہ نے میری رہائی کی بابت کچھ تذکرہ نہیں کیا اس لیے میں نے ایسی غزل بنانا چاہی کہ جسکو سُن کر بجائے خوش ہونے کے خلیفہ کو رقت ہو اور رونا آوے۔ ایسی غزل بنا کر مَیں نے اُس آدمی کو دیدی۔ یہ غزل ابتک عربی کتابوں میں موجود ہے اور بہت ہی عمدہ غزل ہے لیکن یہ غزل کوئی غیر معمولی یا عجیب قسم کی نہیں ہے۔ انسانی خواہشات کے فانی ہونے اور موت کے یقینی آنے کی یہ غزل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِن اشعار نے خلیفہ پر وہی اثر کیا جیسا کہ

ابو عتاہیہ کی تمنا تھی۔ جب ملاحوں نے یہ غزل گائی تو ہارون الرشید اسقدر زار و قطار رویا کہ مجبوراً فضل بن الربیع وزیر اعظم نے اُن ملاحوں کو چپ کر دیا۔ قدیم مورخین کا بیان ہے کہ اُس زمانے میں ہارون الرشید ایسا رقیق القلب ہو گیا تھا کہ ذرا سے رحم کے ذکر پر اُس کے آنسو نکل آتے تھے۔

برمکیوں کی فیاضی اور یحییٰ برمکی کی حکایت

خلیفہ کی خود سرانہ کارروائی کی ایک اور مثال حسب ذیل ہے۔

صالح بن مہران جو ہارون الرشید کے مقربین میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ ایک دن خلیفہ نے مجھکو بُلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بڑا خشمگین اور رنجیدہ بیٹھا ہوا ہے۔ چند لمحے کے بعد خلیفہ نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا اور فرمایا کہ "وہ اسی وقت روانہ ہو اور منصور ابن زیاد سے ایک کروڑ درہم وصول کر اور اگر وہ روپیہ ادا کرنے سے انکار کرے تو اُس کا سر کاٹ کر پیش کر۔ اگر تو نے کچھ پس و پیش کیا اور میرے حکم کی تعمیل نکی تو میں اپنے باپ مہدی کی روح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر میں تیرا سر کاٹ ڈالوں گا" صالح نے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین! اگر منصور ایک حصۂ زر فوراً ادا کر دے اور بقایا کی ادائگی کے لیے دوسرے دن کیلئے کسیکی ضمانت دیدیوے تو اُس حالت میں کیا کیا جاوے۔ خلیفہ نے کہا کہ "وہ اگر وہ آج ہی ایک کروڑ درہم نقد نہ دیوے تو اُس کا سر کاٹ ڈالنا۔ بس اب جا اور زیادہ مجھسے بیہودہ گفتگو نہ کر" صالح کو یقین ہو گیا کہ خلیفہ منصور کے قتل کے درپے ہے۔ وہ وہاں سے بہت پریشان روانہ ہوا۔ کیونکہ منصور اُس کا دوست تھا اور بغداد کے مشاہیر میں بہت ہی مقتدر تھا۔ صالح سیدھا منصور کے گھر گیا اور اُسکو الگ لیجا کر تمام کیفیت اُس سے بیان کی۔ منصور نے اپنے تئیں صالح کے پیروں میں ڈالدیا اور رو کر کہا کہ امیر المؤمنین میرے قتل کے درپے ہیں کیونکہ وُہ خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس اسقدر روپیہ ساری عمر میں کبھی بھی جمع نہیں ہوا۔ پھر میں اسقدر

روپیہ ایک دن میں کیسے مہیا کرسکتا ہوں۔ برائے خدا ایک مہربانی کرو اور وہ یہ کہ مجکو میرے گھر میں جانے دو تاکہ مَیں سب سے آخری ملنا ملکر رخصت ہوآؤں اور جسقدر میری جائداد ہے وہ مَیں تمکو سپرد کردوں تم میرے مرنے کے بعد اُسکو تقسیم کردینا۔ اس کارروائی سے تمھارا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اِس لیے کہ جب مَیں اپنے بچوں سے رخصت ہوچکوں اور تم کو روپیہ دیچکوں تو تم میرا سر کاٹ ڈالنا اور خلیفہ سے جاکر کہدینا کہ آپکے حکم کی تعمیل ہوگئی۔ صالح نے منصور کی یہ درخواست منظور کرلی۔ اُس کے گھر والوں سے اُسکو ملنے دیا اور جب یہ غم انگیز اطلاع منصور کے گھر میں معلوم ہوئی تو رونے کے غل وشور سے منصور کے گھر میں ایک کہرام مچگیا صالح نے منصور سے کہا کہ اب تم جس طرح چاہو اپنی جائداد کا انتظام کرو۔ اور منصور کو کسی جگہ قتل کرنے کے لیے لیجانے ہی کو تھا۔ کہ منصور نے مایوسی کیحالت میں اُس سے کہا کہ اَے صالح! گذشتہ زمانے میں ہارون الرشید کے خلیفہ ہونے سے پیشتر یحییٰ بن خالد برمکی کے ساتھ میری لڑائی ہوگئی تھی۔ اُس وقت سے یحییٰ مجکو ہمیشہ ستاتا اور دق کرتا رہا۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ دوانیقی[۱] نے مجھ سے ناراض ہوکر مجکو سزا دینے کے لیے مجھے یحییٰ برمکی کے سپرد کیا۔ اُس وقت یحییٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی اور خلیفہ سے سفارش کرکے میری جان بخشی کرائی۔ یحییٰ کا گھر راستہ میں واقع ہے تم وہاں مہربانی کرکے مجھے لیچلو۔ شاید وہ میری حالتِ زار دیکھکر مجھپر رحم کرے۔ صالح اِس بات پر راضی ہوگیا اور منصور کے ساتھ یحییٰ کے مکان پر اُس وقت پہنچا جبکہ یحییٰ نماز پڑھ ہی چکا تھا۔ یحییٰ نے منصور کی مصیبت اور بے چینی دیکھکر اُس کا سبب دریافت کیا۔ جب اُس کا حال معلوم ہوا تو اقرار کیا کہ مَیں تجھے ہر طور سے

---

[۱] ابو جعفر منصور جو خاندان خلفاء عباسیہ کا دوسرا خلیفہ اور ہارون الرشید کا دادا تھا بوجہ طامع اور لالچی ہونیکے دوانیقی (دمڑی پائی جمع کرنے والا) کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا۔ ۱۲ مصباح۔

مددودوں گا۔یحییٰ نے اپنے خزانچی کو بُلوایا معلوم ہوا کہ جسقدر روپیہ منصور کو چاہیئے اُس قدر خزانہ میں موجود نہیں ہے۔لیکن فضل اور جعفر اپنے دونوں بیٹوں کے یہاں سے روپیہ منگوا کر ستر لاکھ درہم جمع کر دیا۔باقی کے لیئے یحییٰ نے کل کا اقرار کیا۔صالح نے یحییٰ سے کہا کہ ہارون الرشید نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ آج ہی سب مطالبہ منصور سے وصول کر لیا جاوے اور اگر وصول نہ ہو تو اُس کا سر کاٹ ڈالا جاوے۔جعفر نے جب یہ حال سُنا تو اپنی ایک معتمد کنیز کو ہارون الرشید کی بہن فاطمہ کے پاس بھیجکر جسقدر روپیہ کہ منصور کے مطالبہ میں کم تھا اُس سے مستعار منگوایا یہ شہزادی فاطمہ بڑی فیاض عورت تھی۔اُس نے اپنے گلے کا ایک بیش بہا ہار اُس کنیز کو دیدیا جسکی قیمت اُسیقدر تھی کہ جتنی رقم جعفر نے مستعار منگائی تھی۔یحییٰ نے اِس طرح سے ایک کروڑ درہم مہیا کر کے یہ سب روپیہ منصور کے ہمراہ حمالوں کے سر پر رکھوا کے بھیجدیا۔خلیفہ نے صالح سے دریافت کیا کہ یہ سب روپیہ کس طرح سے وصول ہوا۔اور جب اُسکو تمام کیفیت معلوم ہوگئی تو حکم دیا کہ روپیہ خزانے میں داخل کر دیا جاوے اور منصور کو رہا کر دو۔اور یحییٰ کو اپنے حضور میں بُلوایا۔جب یحییٰ حاضر ہوا تو اُس نے خلیفہ کو بہ نسبت سابق کے بہت رنجیدہ اور اندوہناک پایا۔یحییٰ کو خوف ہوا کہ مَیں نے جو منصور کی کارروائی کردی ہے۔کہیں اُسکی وجہ سے میرے پر کوئی آفت نازل نہ ہو۔لیکن یحییٰ نے اپنی عقلمندی اور خوش بیانی سے فوراً خلیفہ کو راضی کر لیا اور دریافت کیا کہ امیرالمؤمنین! منصور پر آپ کی اسقدر خفگی کا کیا باعث تھا ہارون الرشید نے جواب دیا کہ کچھ تو یہ وجہ تھی کہ مجھے اُس پر شبہ ہوگیا تھا کہ منصور باغی اور غدار ہوگیا ہے۔وفادار نہیں رہا۔لیکن خاص وجہ یہ ہے کہ منصور تم سے بہت خراب سلوک کیا کرتا تھا۔محسن کُش تھا۔حالانکہ تم نے اب بھی اُسکی جان بچائی۔ہار کا معاملہ یحییٰ کے دل میں ابھی کھٹکتا تھا۔خلیفہ نے خود ہی یحییٰ سے کہا کہ تم نے شہزادی فاطمہ سے ہار منگایا یہ بہت

بُری بات ہوئی۔ وزیر نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! جب انسان پر اللہ تعالیٰ کوئی مصیبت ڈالتا ہے تو انسان اُس سے خلاصی پانے کے لیے ہر کسی سے مدد چاہا کرتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون الرشید ہنس پڑا۔ لیکن شہزادی فاطمہ کو بُلا کر اُسکو بہت بُرا بھلا کہا کہ تم نے اِس کام میں کیوں شرکت کی۔ فاطمہ نے جواب دیا کہ مَیں یحییٰ برمکی کو مثل اپنے باپ کے سمجھتی ہوں اِس لیے اُسکی اس بے حقیقت درخواستِ مدد کو مَیں نے رد نہیں کیا۔ خلیفہ کو اس جواب سے تسکین ہوگئی اور وہ ہار شہزادی فاطمہ کو واپس دیدیا۔ لوگوں کا اژدہام جو خلیفہ کے ایوان کے دروازہ کے باہر جمع ہوگیا تھا یحییٰ اور منصور کو زندہ آتے دیکھکر بہت ہی متعجب ہوا۔ برمکیوں کی فیاضی اور شرافت اور اُنکے آقا کی مطلق العنانی اور لالچ اور اُسکی حکومت میں جان و مال کی خطرناک طور سے غیر محفوظی کو اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی واقعہ اچھی طرح سے ظاہر نہیں کرسکتا۔[1]

[1] خاندانِ برمکی مسلمانوں میں ایک بہت ہی فیاض خاندان ہوا ہے۔ برمکیوں نے اپنے زمانے میں حاتم طائی کے نام کو اپنی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے محو کرا دیا تھا۔ اِس خاندان کے تین شخص یحییٰ اور فضل اور جعفر برمکی بہت ہی مشہور و معروف اور فیاض گزرے ہیں۔ انکی فیاضی اسقدر تھی کہ اپنا کل ذاتی مال و اسباب مستمندوں اور محتاجوں کو دیکر۔ اگر حاجت مند اور طلب کرتے اور اُنکے پاس کچھ نہ ہوتا تو بیت المال میں سے دیدیتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید اپنی علو حوصلگی اور فیاض طبعی کیوجہ سے دانستہ اکثر چشم پوشی کرجاتا تھا مگر کب تک بقول ع رنگ لادیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن۔ جعفر برمکی کے قتل کے سببوں میں سے مورخین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اُسنے اپنی سخاوت اور ایثار کیوجہ سے خزانہ سلطنت کو خالی کردیا تھا۔ مسٹر پامر نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ ہارون الرشید کی حکومت میں جان و مال کی غیر محفوظی خطرناک طور سے تھی اور اُسکی تمثیل لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی تمثیل اُسکی حکومت میں غیر محفوظی جان و مال کی نہیں ہے۔ خیر مسٹر پامر نے خود ہی حصر کردیا ہے ورنہ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس حکایت سے اُس کا کسقدر ظلم یا رحم مترشح ہوتا ہے مگر تاہم دو چار لفظ کہے بغیر اسکی تشریح نہیں ہوسکتی۔ اور وہ یہ ہیں کہ شاید مسٹر پامر کو یہ یاد نہیں رہا کہ منصور باوجود اسکے کہ ایک کروڑ درہم بیت المال میں سے اُڑا چکا تھا پھر بھی اپنی جان سلامت لیگیا۔ عربی کتابوں میں مرقوم ہے کہ غبن اور تغلب کیوجہ سے خلیفہ نے منصور پر (بقیہ صفحہ آئندہ)

عربوں کی ذہانت اور ہارون الرشید کی فراست

بدقسمت خاندان برامکہ کے باقی ماندہ اشخاص کی ایک حکایت مشہور ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے عرب اپنے سے بڑے درجے کے لوگوں کو اپنی روزمرہ کی سادہ گفتگو میں ذومعانی الفاظ کے ذریعے سے اِس طور سے لعن و نفرین کرجاتے تھے کہ بظاہر وہ الفاظ دعائیہ معلوم ہوتے تھے۔ اور نیز اسی حکایت سے ہارون الرشید کی نہایت درجے کی فہم و فراست۔ علم و فضیلت اور ہشیاری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فوراً اس قسم کی گفتگو سمجھ جاتا تھا۔ ایکدن دربارِ عام میں بہت سے اُمرائے سلطنت اور اعیانِ مملکت حاضر تھے کہ اتنے میں ایک عورت خلیفہ کے حضور میں آئی اور خلیفہ کو مخاطب کرکے یہ دعا دی کہ" امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں میں راحت اور ٹھنڈک دیوے۔ اور جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اسقدر سختی کی تھی مگر مسٹر پامر نے اِس کا کوئی سبب نہ معلوم کیوں نہیں لکھا۔ وہ زمانہ تو اسقدر تہذیب کا نہ تھا۔ آجکل تو تہذیب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر کیا مسٹر پامر کسی مہذب گورنمنٹ کی ایسی ایک بھی مثال دیسکتے ہیں کہ جس میں کسی شخص نے خیانتِ مجرمانہ سے۔ ایک کروڑ درہم تو بہت بڑی رقم ہے۔ اِس کا ہزارواں حصّہ بھی غبن یا خورد برد کرلیا ہو اور ایسے شخص کو سخت سے سخت قیدِ بامشقت کی سزا نہ دیگئی ہو؟ اور پھر جو شخص کہ عادی مجرم اور اقبالی ہو۔ اُسکو تو دُگنی سزا آجکل مہذب ممالک میں بھی دیجاتی ہے۔ باوجودیکہ منصور عادی اور اقبالی مجرم ہے مگر ہارون الرشید نے اُسکو رہا کردیا۔ رہا یہ امر کہ منصور کو قتل کا خوف دیا گیا۔ اِسکے جواب میں کتاب ہٰذا کے باب چہارم کے اخیر پر مسٹر پامر نے جو لکھا ہے اُسکو ہی لکھ دینا کافی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "خلیفہ ہارون الرشید کے حالات لکھتے ہوئے ہم کو اُنکا موازنہ زمانۂ حال کی خوبیوں اور نیکیوں کو سند گردان کر ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اُس خلیفۂ عالیشان کے زمانہ کی پولیٹیکل مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑا لیا کریں۔" اُس وقت قتل ہی کے خوف سے ایسے مقتدر شخص سے روپیہ وصول ہوسکتا ہوگا خلیفہ ہارون الرشید کو اگر درحقیقت اُس کا قتل کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی بہن کا ہار منصور کیجانب سے اُسکی ادائیگی رقم واجب الادا میں کیوں قبول کرلیتا؟ ہار کو نامنظور کرکے فوراً منصور کو قتل کرادیتا مگر نہیں۔ ہارون الرشید کی رحم دلی اور انصاف نے یہ بات گوارا نکی۔ اور وہ ایسے ظلم کیوں کرتا کیونکہ یہ شروع ہی سے اِس تاریخ سے معلوم ہوتا آرہا ہے کہ ناحق ظلم کی عادت اُسکی ہرگز نہیں تھی۔ چنانچہ خود مسٹر پامر لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اُسکو رہا کردیا۔ ۱۲ مصباح مترجم

اُس میں تم کو فرحت بخشے۔ چونکہ تم نے انصاف کیا اور تم قاسط (منصف) ہوئے۔ ہارون الرشید نے اُس عورت سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اُسنے کہا کہ میں خاندانِ برامکہ میں سے ہوں جسکے مردوں کو تم نے مار ڈالا ہے اور جنکی دولت تم نے چھین لی ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ تمھارے مردوں کی بابت تو جو کچھ خدا کا حکم تھا وہ ہو چکا اور اُنکی دولت جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی۔ پھر خلیفہ نے اپنے درباریوں کیجانب مڑ کر پوچھا کہ آیا جو کچھ اس عورت نے کہا ہے اُس کو تم لوگ بھی سمجھے ہو؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ اُسنے آپکو دعا دی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں۔ تم اِس عورت کا مطلب نہیں سمجھے۔ سنو۔ جب اِس عورت نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کو آرام دیوے تو اِس کہنے سے اِس کا یہ مطلب تھا کہ میری آنکھیں حرکت نکریں آرام و سکون سے ہو جاویں۔ اور آنکھیں آرام و سکون اور بیحرکتی میں جب ہی ہوتی ہیں جب آدمی اندھا ہو جاتا ہے یا مرجاتا ہے۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ میں اندھا ہو جاؤں یا مرجاؤں اور جب اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اُسمیں فرحت بخشے تو یہ کہنے میں اُسنے قرآن شریف کی اِس آیت کا حوالہ دیا ہے "حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰھُم بَغْتَۃً" اور جو نعمتیں اُنکو دی گئی تھیں اُسکو پاکر خوش ہوئے پھر ہم نے اُن کو سزا دی" اور جب اُسنے یہ کہا کہ تو نے انصاف کیا اور تو قاسط ہے تو یہ آخری فقرہ اُسنے حد سے گزرنے والے کے معنوں میں استعمال کیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَباً" یعنے جنھوں نے سرتابی کی وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے

علیّہ اور غلام

قرآن شریف کی عبارت سے اپنے دل بہلاؤ کاموں کی تطبیق کرنا خلیفہ کے خاندان کی مشہور لیاقت تھی۔ ہارون الرشید کی ایک بہن علیّہ نامی بڑی صاحب علم۔ لیاقت والی

اور مشہور شاعرہ تھی اپنے اشعار میں ایک نوعمر غلام کی بہت تعریف باندھتی تھی۔ اِس غلام کا نام طل (شبنم) تھا۔ عُلیّہ کو اس سے بہت انس و محبت تھی۔ ہارون الرشید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے عُلیّہ کو منع کر دیا کہ آیندہ سے اِس غلام کا نام نہ لینا۔ ایکدن ہارون الرشید عُلیّہ کے مکان کے پاس سے جا رہا تھا اُس نے چھپ کر عُلیّہ کی باتیں سُننا چاہیں۔ عُلیّہ اُس وقت قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی جب وہ اس آیت پر پہونچی "اَصَابَہَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَہَا ضِعْفَیْنِ ج فَاِنْ لَّمْ یُصِبْہَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط" یعنی جب اُس پر مینہہ برسا تو دونا پھل اُس میں سے پیدا ہوا۔ اور جب بارش اُس پر نہ گرے تو اُس پر شبنم گرتی ہے" عُلیّہ نے آخری لفظ طلٌ کہنے کی بجائے یہ پڑھا "تو اُس پر وہ چیز گرتی ہے جس کا نام لینے سے امیر المؤمنین نے مجھے منع کر دیا ہے"۔

یہ سُن کر ہارون الرشید سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔ ہنس پڑا۔ علیہ کے پاس جا کر اُسکی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ میں آیندہ کے لیے تم کو اجازت دیتا ہوں۔ تم طل کہا کرو۔

زبیدہ خاتون اور عُلیّہ

ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیدہ خاتون کے ساتھ عُلیّہ بہت پیار و اخلاص سے رہا کرتی تھی اور جب کبھی ان زن و شوہر کے آپس میں شکر رنجی ہو جاتی۔ اور اِس شکر رنجی کا باعث زیادہ تر ہارون الرشید ہی ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ زبیدہ کے اشتغال طبع کے اسباب پیدا کر دیتا تھا۔ تو عُلیّہ اپنی موسیقی اور شاعرانہ لیاقت سے دونوں میں صفائی کرا دیتی تھی ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے اپنی ایک نئی بیوی سے ربط و ضبط بڑھا لیا اور زبیدہ کی جانب سے لاپرواہ ہو گیا۔ زبیدہ نے عُلیّہ سے اِس بات کی شکایت کی۔ عُلیّہ نے اقرار کیا کہ میں ہارون الرشید کو پھر تمھاری جانب مائل کرا دونگی۔ اِس لیے اُس نے راگ کا ایک عمدہ لہجہ بنا کر اور مناسب الفاظ کا ایک گیت جوڑ کر اپنی اور زبیدہ خاتون کی مغنیہ

کنیزوں کو یہ گیت اور لب ولہجہ سکھا دیا۔ پھر ان کنیزوں کو بڑی زرق برق پوشاک پہنا کر یہ دونوں شہزادیاں اِن کنیزوں کے ساتھ یکایک اُس محل میں جا پہنچیں جہاں ہارون الرشید بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اور وہاں پہنچتے ہی نہایت خوش الحانی سے راگ گانا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید کے دل پر اس راگ کا بہت اثر ہوا۔ وہ اُٹھا۔ اور اپنی بیوی زبیدہ سے صفائی کر لی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیا اور تمام دن زبیدہ خاتون کے پاس رہا خلیفہ نے کہا جیسا آج کا دن خوشی میں گزرا ہے میری ساری عمر میں ایسا دن کوئی نہیں گذرا

فضل برمکی اور عُلیہ

فضل برمکی کی شہزادی عُلیہّ کے مکان پر جانے کی بابت ایک حکایت ہے۔ اگرچہ اُس میں کوئی خاص بات قابلِ تذکرہ نہیں ہے لیکن اُس سے خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے خانگی انتظامات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ فضل نے جس طور سے یہ حکایت بیان کی اُسی طور سے یہاں تحریر کی جاتی ہے۔ فضل جب یہ حکایت اپنے باپ یحییٰ برمکی سے کہہ رہا تھا تو جعفر کے ایک بیٹے نے اپنے بچپن کے زمانے میں یہ حکایت سُن لی تھی اور وہی اِس حکایت کو بیان کرتا ہے۔

فضل نے کہا کہ اے باپ! امیر المؤمنین میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے ایک کوٹھڑی میں لیگئے وہاں سے راستہ ایک اَور کمرے میں جاتا تھا اُس کمرہ کے دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا۔ جب قفل کھولا گیا تو جسقدر غلام اور خادم ساتھ تھے۔ امیر المؤمنین نے سب کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ اُس کمرہ کے اندر مَیں اور امیر المؤمنین گئے وہاں ہمیں ایک اور مقفل دروازہ ملا جس کو خلیفہ نے خود اپنے ہاتھ سے کھولا۔ جب ہم اُس میں داخل ہو گئے تو خلیفہ نے اندر کیجانب سے بند کر کے تالا لگا دیا۔ پھر ہم ایک قبہ دار کمرہ میں پوہنچے اور وہاں ایک کوٹھری کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ہم کو اُس کوٹھڑی میں سے آوازیں سنائی دیں

امیرالمؤمنین وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے اپنی دونوں ہتیلی بجائیں۔ تالی بجتے ہی ایک ایسی خوش الحان آواز ایک بانسری پر غزل گاتے ہوئے سُنائی دی۔ اور وہ غزل میری ہی بنائی ہوئی تھی۔ میں اُس غزل کو سُنکر ایسا مسرور اور متاثر ہوا کہ اگر امیرالمؤمنین وہاں نہوتے تو میں اپنا سر دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر توڑ ڈالتا۔ پھر یہ لہجہ تبدیل ہو گیا اور کمرہ کے اندر سے عُلیہ کے لہجہ میں گانے کی آواز آئی۔ یہ لہجہ سُنکر امیرالمؤمنین پر اور مجھ پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ امیرالمؤمنین نے کہا کہ اب یہاں سے چلو ورنہ ہمارا اور بُرا حال ہو جاوے گا۔ ہم وہاں سے چلے آئے۔ ہم جب محل کی ڈیوڑھی پر پہونچے تو امیرالمؤمنین نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون عورت گا رہی تھی؟

میں نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! میں نہیں جانتا۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر میں تم کو اُس عورت کا نام نہ بتلاؤں گا تو میں جانتا ہوں کہ تم ہر کسی سے اُس کا نام دریافت کر لو گے۔ اس لیے میں ہی تم کو بتلائے دیتا ہوں کہ وہ عُلیہ میری بہن تھی۔ اور واللہ! اندریں بارہ اگر تم نے ایک حرف بھی زبان سے کہیں نکالا تو یقین رکھو کہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔

زبیدہ خاتون کا اقتدار

الف لیلہ کے افسانوں میں زبیدہ خاتون کا بہت ذکر ہے۔ نیز عربی کی دیگر کتابوں میں جہاں کہیں ہارون الرشید کا ذکر مندرج ہے اُس میں زبیدہ خاتون کا حال بھی ضرور ہوتا ہے اُن کتابوں میں سے چند واقعات کا یہاں تحریر کرنا مناسب ہوگا۔ جیسا کہ میں نے پیشتر تحریر کیا ہے زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اُسکی خاص بیوی تھی خلیفہ پر اُس کا بہت اقتدار اور اثر تھا حالانکہ خلیفہ کی سخت مزاجی سے یہ ایک تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دراصل یہ بات ہے کہ ایسی حالت میں جتنا کہ اُس کا اثر خلیفہ پر ہونا چاہیے تھا اُس سے بہت زیادہ تھا۔ زبیدہ خاتون کی حسد کی عادت زیادہ تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید

جب دوسروں سے محبت کرتا یا دل بہلاؤ باتیں کرتا جو زبیدہ خاتون کے مزاج کے موافق نہیں ہوتی تھیں تو اُنکی بابت زبیدہ خاتون اکثر اپنے شہنشاہ خاوند کو نصیحت یا اُس سے شکایت کردیتی تھی۔

ابونواس اور زبیدہ خاتون

ایک دن ہارون الرشید بہت رنجیدہ او غمگین بیٹھا ہوا تھا ابو نواس اُسکے حضور میں حاضر ہوا اُس نے خلیفہ کو خوش کرنے اور ہنسانیکی کوشش کی۔ لیکن خلیفہ کو ہنسی نہیں آئی۔ آخر کار اس ظریف نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ آج اسقدر رنجیدہ کیوں ہیں؟ واللہ! میں نے آپ کے مانند کسی شخص کو ایسا نہیں دیکھا جو اپنے اُوپر اسقدر ظلم روا رکھتا ہو۔ آپ دنیا اور دین دونوں کی خوشیاں کیوں حاصل نہیں کرتے جبکہ یہ باتیں آپ کے اختیار میں ہیں۔ عقبیٰ میں خوشی اور ثواب حاصل کرنیکے یہ طریقے ہیں کہ محتاجین اور مساکین اور یتیموں کو فی سبیل اللہ خیرات دیکر اُنکی دستگیری کیجیے۔ مکہ شریف جاکر حج کریئے۔ مسجدوں کی مرمت کرائیے۔ مدرسے اور مکتب جاری کیجیے اور اپنی سلطنت کے ہر صیغہ کے ترقی ہونے میں کوشش کیجیے۔ ایسے سب امور کی بابت آپ کو دین میں جزا ملیگی۔ اور اس دنیا کی خوشی اور عیش و آرام کے یہ کام ہیں کہ عمدہ عمدہ نفیس کھانے کھائیے اور شربت پیجیے۔ مدینہ یا حجاز روم اور عراق کی ماہ رو اور خوبصورت عورتوں کو چاہے وہ بلند بالا ہوں یا متوسط یا پستہ قد ہوں اپنے گرداگرد جمع رکھیے۔ جنکی عقل اُنکی شکل کے مانند منور اور اُنکی زبان اُنکی آنکھوں کی چمک کی مانند فصاحت اور بلاغت رکھتی ہو ابونواس نے ایسی مسلسل اور عمدہ تقریر کی کہ خلیفہ کی پریشانی اور سستی جاتی رہی۔ خلیفہ کو راضی کرکے ابونواس اپنے گھر روانہ ہوا۔ ابونواس کے جاتے ہی زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے پاس آئی اور خوشامد وغیرہ کرکے خلیفہ کو اس بات پر راضی کرلیا کہ ابونواس نے آپکے

حضور میں جو باتیں کی ہیں وہ آپ مجھ سے بیان کریں۔ خلیفہ نے بیان کردیں۔ زبیدہ خاتون نے خلیفہ سے کہا کہ ابو نواس نے آپ کو ایسی نصیحتیں کیں آپ نے اُس کو جھڑکا نہیں؟

خلیفہ نے جواب دیا کہ ایسی اچھی نصیحتوں پر اُسکو جھڑکنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سن کر زبیدہ خاتون غصہ میں بھر کر خلیفہ کے پاس سے چلی گئی۔ اپنے محل میں پہونچکر اُسنے اپنے غلاموں کو بُلوایا اور اُنکو حکم دیا کہ ابو نواس کے گھر جا کر اُسکو خوب پیٹو۔ غلام ابو نواس کے گھر گئے۔ وہاں اُسکو خوش بیٹھا ہوا پایا کیونکہ وہ خلیفہ کو راضی کرکے اور اُس کا غم غلط کرکے آیا تھا اُسکو یہ اُمید تھی کہ خلیفہ میری باتوں سے راضی ہوا ہے وہ یقینًا مجھے انعام بھیجے گا کہ یکایک یہ غلام جا پہونچے اور ابو نواس کو اسقدر مارا کہ اگر اُسکی بیوی بیچ میں پڑکر اُسکو نہ بچاتی تو درحقیقت ابو نواس مرجاتا۔ ابو نواس کو اسقدر سخت چوٹ آئی کہ وہ کئی دن تک صاحب فراش بنا رہا۔ ہارون الرشید کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ ایک دن اُس نے مسرور کو بھیجکر ابو نواس کو بُلوایا۔ مسرور ابو نواس کا یہ حال دیکھکر بہت متعجب ہوا۔ مگر وہ ترغیب دے دلاکر ابو نواس کو خلیفہ کے حضور میں لیگیا۔ خلیفہ اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اُس کو بیٹھنے کا حکم دیا اور پُوچھا کہ کیا وجہ تھی جو تم اتنے دنوں سے دربار میں نہیں آئے ابو نواس نے خلیفہ کے حضور میں آتے ہوئے ایک دروازہ کھُلا ہوا دیکھ لیا تھا جس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس میں ایک شخص نظر آتا تھا۔ ابو نواس نے اپنی ہشیاری سے یہ خیال کیا کہ پردہ کے پیچھے زبیدہ خاتون ہیں۔ اِس لیے اُس نے احتیاط سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! میں بیمار تھا اس وجہ سے حاضری سے معذور رہا۔ خلیفہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ تم بیمار رہے اور مجھے تمہارا حال معلوم نہ ہوا۔ اور

ہاں اُس دن جو تم ماہ پیکر اور خوبصورت عورتوں کی باتیں کر رہے تھے وہ بہت عمدہ گفتگو تھی۔ وہی گفتگو میں تم سے اب پھر سُننا چاہتا ہوں۔

ابو نواس نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں اُس دن آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ عربوں نے لفظ ضرہ کو جس کے معنے "سوت" (ایک ہی خاوند کی دو یا زیادہ زوجہ آپس میں سوت کہلاتی ہیں) کے ہیں۔ لفظ ضر سے جس کے معنے "نقصان" کے ہیں استخراج کیا ہے اور عربی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دو زوجہ ہوتی ہیں اُس کی باقی زندگی رنج اور تکلیف میں گزرتی ہے۔ اور جسکے تین زوجہ ہوتی ہیں اُسکی تمام زندگی بےچینی اور بہت رنج سے گزرتی ہے۔ اور جس شخص کے چار بیویاں ہوں۔ اُس شخص کو تو مثل مردہ کے سمجھنا چاہیئے گو کہ وہ زندہ ہی ہوتا ہے۔ امیر المؤمنین! میں نے تو آپ کو یہی صلاح دی تھی اور علاوہ ازیں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص ایک ہی بیوی پر قناعت کر کے خوش رہتا ہے تو اُسکو بڑی عزت اور عظمت حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس کی زندگی بڑی خوشی میں گزرتی ہے۔

ہارون الرشید نے چلّا کر کہا لا اگر میں نے اِس قسم کا ایک بھی حرف تم سے سُنا ہو تو اللہ تعالیٰ میرے مذہب سے مجھے خارج کر دے۔ ابو نواس نے عاجزی سے کہا کہ شاید امیر المؤمنین کی یاد سے یہ باتیں فراموش ہو گئی ہیں۔ ایک بات میں اور کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ عربی ضرب المثل کے موافق بنی مخزوم[1] تو گویا قومِ قریش میں مثل پھول کے ہیں۔ اور آپ زبیدہ خاتون دختر قاسم کے شوہر ہیں۔ زبیدہ خاتون پھولوں کی پھول ہیں اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کی راحت و چین ہیں۔ امیر المؤمنین! میں نے آپکے بشرہ سے از روئے قیافہ یہ بات معلوم کر لی تھی کہ آپ کا

[1] بنی مخزوم قومِ قریش کی ایک شاخ ہے۔ زبیدہ خاتون بنی مخزوم میں سے ہیں ۱۲ مصلح

دِل دوسری عورتوں کی جانب مائل ہے۔ اِس لیے مَیں یہ بات ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ صرف زبیدہ خاتون ہی ایک ایسی مخدرۂ باعصمت ہیں جو آپ کے لیے مناسب ہیں اور کوئی عورت آپکے لیے مناسب نہیں ہے۔

ہارون الرشید نے غصہ ہوکر کہا کہ ابو نواس! ذرا ہوش میں آؤ۔ کیا تم مجھے جھوٹا بنانا چاہتے ہوئ ابو نواس نے عرض کیا امیر المؤمنین! تو پھر کیا آپ مجھے وقت مقررہ سے پہلے ہی مروا ڈالنا چاہتے ہیں؟ یا پھر آپ مجھے صاحب فراش کرانا چاہتے ہیں کہ جس میں سوائے غم اور غصہ کے اور کوئی میری تسلی کرنے کے لیے نہ ہووے۔ اِس وقت پردہ کے پیچھے سے ہنسی کی آواز سُنائی دی۔ اور ایک آواز آئی کہ ابو نواس تم سچ کہتے ہو۔ تم نے خلیفہ کو اس قسم کی نصیحت سے مختلف نصیحت نہیں کی ہوگی جیسی کہ اب کر رہے ہو۔ یہ صرف امیر المؤمنین کے خیالات پریشان ہونگے کہ انھوں نے گھڑ لیے تھے اور تمھارا نام لگادیا۔ ابو نواس نے جواب دیا۔ ہاں! ہاں! درست ہے۔ اور جلدی سے اُٹھکر اپنے گھر ڈرتا ہوا چلا کہ کہیں آج بھی کوئی کلمہ میرے منہ سے زبیدہ خاتون کے برخلاف نہ نکل گیا ہو۔ لیکن جب ابو نواس اپنے گھر پہنچا تو دروازہ پر زبیدہ خاتون کے غلاموں کو موجود پایا۔ یہ غلام زبیدہ خاتون کی جانب سے اُسکے لیے خلعت فاخرہ اور ایک بڑی تعداد زر نقد کی بطور انعام کے لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ یہ انعام پاکر ابو نواس نے قسم کھالی کہ مَیں آیندہ سے ایسا کوئی لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالوں گا کہ جسکی وجہ سے زبیدہ خاتون کو رنج ہوئے۔ خلیفہ کو جب یہ تمام احوال معلوم ہوا تو وہ بہت ہنسا اور ابو نواس کے پٹنے پر افسوس کیا۔ بعد ازاں خلیفہ نے ابو نواس کو زبیدہ خاتون کی طرح بہت ہی قیمتی خلعت اور کثیر التعداد زرِ نقد کی رقم بطور انعام عطا فرمائی۔

ابو نواس اور امین الرشید

زبیدہ خاتون ہمیشہ ہارون الرشید سے یہ کہا کرتی تھی کہ آپ اپنی کل سلطنت کا ولیعہد

امین ہی کو مقرر کردیں کیونکہ امین اس بات کا مستحق ہے وہ خالص ہاشمی النسل ہے۔ اور نجیب الطرفین ہے۔ ہارون الرشید کے دوسرے بیٹے ماموں سے زبیدہ خاتون بہت حسد کرتی تھیں۔ ماموں کو اپنی سوت ہی کا بیٹا سمجھ کے اُس سے حسد نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اُسکی رگوں میں ایرانی خون ہے۔ اور خاصکر اس وجہ سے کہ ماموں میں بہ نسبت امین کے عقل وتمیز زیادہ تھی جس کا اکثر اظہار ہوتا رہتا تھا عقل وتمیز کی باتوں میں ماموں اور امین میں بہت مقابلے ہوا کرتے تھے۔ جن میں سے بعض مقابلوں کا حال عرب مورخین نے عینی شاہدوں کے اعتبار پر لکھا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک موقع پر زبیدہ نے بیان کیا کہ امین بہت اچھی شعریں کہتا ہے۔ ہارون الرشید کو ترغیب دی کہ امین کے شعروں پر ابونواس سے اصلاح دلا دیجیے۔ ابونواس نے ایک ہی شعر میں علم عروض کی کئی غلطیاں بتلائیں۔ اِس پر امین غصہ سے چین بجبیں ہوا اور ابونواس کو قید کرادیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ نے ابونواس کو طلب کیا اور اُسکے قید ہونے کا حال اور قید ہونے کا سبب سن کر بہت متعجب ہوا امین کو بہت بکا اور بُرا بھلا کہا اور ابونواس کو رہا کردیا۔ امین نے کہا کہ آپ ابونواس کو بلوا کر آپ اور وہ میرے چند اشعار سُنیے۔ خلیفہ نے اُسکی یہ درخواست قبول کرلی۔ امین نے دو چار ہی شعر پڑھے ہونگے کہ اُنکو سُن کر ابونواس کھڑا ہوگیا اور وہاں سے جانے لگا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ ابونواس کہاں جاتے ہو؟ ابونواس نے عرض کیا کہ جیل خانے واپس جاتا ہوں۔ اِسپر خلیفہ ہنس پڑا اور امین خاموش رہ گیا۔

امین کا چال چلن

امین بہت ہی ناسمجھ تھا۔ اُس کا چال وچلن غیر مستقل تھا صرف ذیل ہی کے واقعہ سے یہ بات ظاہر ہوجاویگی کہ امین حکومت کرنے کے لیے کسقدر ناقابل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد جب ان دونوں بھائیوں میں جنگ ہو رہا تھا۔ شہر رے کے باشندوں نے

امین سے بغاوت کی اور ماموں کے مطیع ہو گئے۔ رے اس وقت ایران میں ایک بہت مضبوط اور مفید مقام تھا۔ ایک قاصد امین کے پاس اُسکی فوج کی شکست اور رے کے فتح ہو جانے اور ماموں کے خلیفہ مشتہر ہونے کی خبر امین کے پاس لایا۔ امین اُس وقت مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ قاصد کو امین نے صرف یہ جواب دیا کہ مجھے دِق مت کرو۔ کیونکہ کوثر نے تو دو مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور مَیں نے ابھی تک ایک بھی نہیں پکڑی۔

ابو عیسٰی خلف ہارون الرشید

ہارون الرشید کا بیٹا ابو عیسٰی بھی ایک غیر قوم کی عورت کے بطن سے تھا۔ ابو عیسٰی علمِ موسیقی میں کامل تھا۔ ماموں کی خلافت کے زمانے میں ابو عیسٰی کا انتقال ہوا۔ ماموں کے ایک درباری نے جو ابو عیسٰی سے بہت ہی محبت رکھتا تھا اُسکے مرنے کا حال سُنکر اپنی پگڑی سر پر سے اُتار کر زمین پر پھینکدی۔ دربار بغداد کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی خلیفہ مر جاتا تو تمام رونے والے اپنی پگڑی سر پر سے اُتار کر زمین پر پھینکدیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسکو کسی دوسرے وقت کرنے کو کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا۔ اِس لیے ماموں نے اپنے ندیم کے اِس فعل کو بہت منحوس خیال کیا اور اُس سے طنز سے کہا کہ تمھارے اور تمھاری خواہش کے درمیان تقدیر الٰہی حائل ہو گئی۔ یعنی ابو عیسٰی زندہ نہیں رہا جو وہ میری بجائے یا میرے بعد خلیفہ ہوتا۔ اِس ندیم نے اُس عقلمندی سے جواب دیا جو عموماً درباریوں میں ہوتی ہے۔ کہ امیر المؤمنین! جو حادثہ یا تکلیف آپ پر سے بالا بالا رفع ہو جاوے۔ اُس کا برداشت کرنا آسان ہے۔ اِس وقت خدا کی یہی مرضی و مشیت ہوئی کہ آپ کو ماتم میں ڈالے نہ کہ آپ کے لیے ماتم ہو۔ ماموں اِس جواب سے خوش ہو گیا۔ ماموں کو بھی اپنے بھائی کے مرنے کا اِس قدر رنج ہوا کہ اُس نے کئی دن تک کھانا نہیں کھایا جس سے اُسکی جان کا بھی خطرہ ہو گیا تھا۔

ابراہیم ابن المہدی اور اسحٰق مغنی۔

ذیل کی حکایت سے وہ طریقہ بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طور سے شعراء اور مغنیین کی دربارِ بغداد میں خاطر ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ اسحٰق بن ابراہیم الموصلی جو ایک مشہور مغنی اور علمِ موسیقی میں ایک مستند استاد ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کو اُس کی خاطر بہت عزیز تھی۔ ایک دن اُس نے ایک راگ خلیفہ اور اُس کے سوتیلے بھائی ابراہیم ابن المہدی کے روبرو گایا۔ ابراہیم کو بھی علمِ موسیقی میں ماہر ہونے کا دعویٰ تھا۔ اِس لیے راگ گاتے ہوئے اُس نے اسحٰق کو ٹوکا کہ تمھارا گانا قاعدہ کے موافق نہیں ہے اور نہ تم اچھی طرح سے گاتے ہو۔ اسحٰق نے جواب دیا کہ معلوم ہوا تم موسیقی کچھ بھی نہیں جانتے۔ اچھا اِس راگ کو تم خود گاؤ۔ اگر ہر شعر میں ابتدا سے انتہا تک میں تمھاری غلطیاں نہ نکال دوں تو تم مجھے قتل کر دینا۔ یہ کہکر خلیفہ کی جانب مڑا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین! گانا میرا موروثی پیشہ ہے اور میرے باپ کا پیشہ ہے۔ اِسی علم موسیقی کی وجہ سے ہم کو آپکی قربت نصیب ہوئی ہے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم لوگ آپ کے پاس ملازم ہوئے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم آپکے قالین پر چلتے ہیں۔ پھر اگر ایسے اشخاص کہ جن کو اِس علم سے بہرہ نہ ہو اِس علم کی بابت ہم سے جھگڑا کریں تو فرمایئے کہ بغیر جواب دیئے ہمارے دل کو صبر کس طرح سے آسکتا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ میں تو تم کو الزام نہیں دیتا۔ یہ کہکر خلیفہ وہاں سے اُٹھکر محل میں چلا گیا۔ خلیفہ کے جاتے ہی ابراہیم اُٹھکر اسحٰق کے پاس آیا اور کہا کہ او گمنام کنیز زادے! تجکو اب ہم سے اِس طرح بولنے کی جرأت ہوگئی۔ یہ سُنکر اسحٰق جھلا اُٹھا اور اُس کے غصہ کی کوئی حد نہیں رہی۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ شاید مجھے اِس وجہ سے دھمکاتے ہیں کہ میں آپ کو یہ سمجھ کے جواب نہیں دونگا کہ آپ ایک خلیفہ کے بیٹے اور ایک خلیفہ کے بھائی ہیں۔ بیشک اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں بھی آپ کو لونڈی کا بیٹا کہتا۔ اغلباً آپ کو

بھی خیال ہوگا کہ میں آپ کو لونڈی کا بیٹا کہنے کی جرأت نہیں کروں گا۔ اگر میں آپ کو بُرا بھلا کہوں تو اس بات کا اثر آپکے ماموں مسمّی عالم پر پڑے گا جو بہت معزز آدمی اور سالوتری تھا[1]
اسحٰق نے یہ سمجھ کر کہ میں نے ابراہیم کو حد سے زیادہ حقیر لفظ کہہ دیئے ہیں تو اُسنے عقلمندی سے ایک اور بات بنائی جیسا کہ خود اسحٰق کا بیان ہے تاکہ اگر خلیفہ کو اس بات کی اطلاع ہو جاوے تو اُس پر بُرا اثر نہ ہو اور میرے اُوپر خفا نہ ہو۔ اِس لیے اسحٰق نے ابراہیم سے کہا کہ میرا قیاس یہ ہے کہ آپ کا خیال خلیفہ ہونے کا ہے اور آپ اِسی وجہ سے مجھکو ڈراتے ہیں جیسے کہ آپ اپنے بھائی (ہارون الرشید) کے دیگر دوستوں کو ڈراتے ہیں۔ کیونکہ آپ خلیفہ اور اُس کے بیٹوں سے حسد کرکے یہ چاہتے ہیں کہ آپ خلیفہ ہو جاویں لیکن آپ خلیفہ اور اُسکے بیٹوں کے مقابلے کی تاب ہرگز نہیں رکھتے ہیں۔ اِس لیے خلیفہ کے دوستوں کی حقارت کرکے آپ اپنے حسد اور رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید اور اُس کے بیٹوں کے قبضے سے سلطنت کبھی زائل نہیں کرے گا۔ اور آپکے اس قسم کے خیال سے پیشتر ہی خلیفہ آپ کو مار ڈالے گا۔ لیکن خدانخواستہ ایسا اگر کبھی ہو بھی جاوے اور سلطنت آپ کو ملجاوے تو پھر مجھے اپنی زندگی کا کچھ لطف یا جان کی قدر نہیں رہے گی۔ اور میں آپ کی خلافت میں بہ نسبت جینے کے مرنے کو زیادہ پسند کروں گا۔ اَب آپ کو اختیار ہے چاہے جس طرح مجھ سے پیش آیئے
جب ہارون الرشید محل سے برآمد ہوا۔ ابراہیم جلدی سے اُٹھا اور عرض کیا کہ امیرالمؤمنین!

---

[1] یہ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے باپ خلیفہ مہدی کا بیٹا۔ ایک غیر کفو اور کم درجہ عورت کے بطن سے تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بھائی مسمّی عالم سالوتری (بیطار) تھا۔ اسحٰق نے اُس کی ماں وغیرہ کا ذکر کرکے ابراہیم پر جو ایک مغرور عباسی شہزادہ تھا سخت طنز وطعن کیا ۱۲

اسحٰق مجھسے بڑی گستاخی سے پیش آیا مجھے اور میری والدہ کو بہت حقارت آمیز باتیں کہیں۔
خلیفہ نے اسحٰق سے غصہ ہوکر دریافت کیا کہ تم کیا کہہ رہے تھے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں
کچھ نہیں جانتا آپ دیگر حاضرین سے دریافت فرمالیں۔ ہارون الرشید نے مسرور اور
اپنے دیگر ندیم حنین وغیرہ سے دریافت کیا۔ جب اُنھوں نے گفتگو کے وہی لفظ دُہرائے
تو خلیفہ کا چہرہ غصہ سے نیلا ہوگیا اور غصہ کی وجہ سے چہرہ پر پسینہ آگیا۔ لیکن خلافت
کے بارے میں اسحٰق اور ابراہیم میں جو گفتگو ہوئی تھی جب خلیفہ نے وہ سُنی تو ذرا اُس کا
غصہ کم ہوا۔ اور ابراہیم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اول غلطی تم سے ہوئی۔ تم نے کیوں مغنی
کو اول حقیر الفاظ کہے۔ اُسنے تو تم سے صرف یہ کہا تھا کہ "میں تم کو جواب دینے کی
جرأت نہیں رکھتا ہوں" جاؤ اپنے مکان پر جاؤ۔ اور آیندہ سے ایسی نادانی پھر نہ کرنا۔
جب سب درباری رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے اسحٰق کو اشارہ کردیا کہ ذرا ٹھیرے رہو
اسحٰق خوف زدہ ہوکر ٹھیر گیا۔ جب سب چلے گئے اور اسحٰق ہی وہاں رہگیا۔ تو خلیفہ نے اُس سے
کہا کہ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میں تمھاری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا؟ ابراہیم نے جو بات
تم کو ایک مرتبہ کہی۔ تم نے وہی بات اُس کو تین دفعہ کہی۔ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ اگر ابراہیم
تم کو مارتا۔ تو میں تمھارے عوض اُسکو مارتا؟ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ اگر وہ اپنے غلاموں کو
حکم دیکر تم کو مرواڈالے۔ تو میں اُس سے تمھارا قصاص لونگا۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ وہ
میرا بھائی ہے؟ بیچارے مغنی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آپنے تو اپنی زبان سے
بذریعۂ الفاظ مجھے قتل کرڈالا ہے۔ اگر ابراہیم یہ باتیں سُن لے گا تو وہ تو یقینا مجکو مروا ہی
ڈالے گا۔ اور میرے خیال میں تو اُس نے آپکے یہ الفاظ سُن بھی لیے ہوں گے
خلیفہ نے اسحٰق کو تو رخصت کردیا اور مسرور کو بُلاکر حکم دیا کہ ابراہیم کو اسی وقت بُلالا۔

ابراہیم کے آنے سے پیشتر خلیفہ نے اسحٰق کو تو رخصت کر دیا تھا مگر خلیفہ اور ابراہیم میں
جو باتیں ہوئیں اسحٰق نے وہ باتیں ایک غلام سے دریافت کر لیں۔ جب ابراہیم حاضر ہوا
تو خلیفہ نے اُسکی بیوقوفی اور نادانی پر اُسکو بہت بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تم میرے ملازم کی
جو میرا دوست ہے اور میرے دوست کا بیٹا ہے توہین کرتے ہو اور میری عنایت اور
میرے باپ کی عنایت کو جو اُسکی نسبت تھی حقیر سمجھتے ہو اور ایسی باتیں میرے ہی دربار
میں کیں اور دربار کا کچھ لحاظ نہیں کیا؟ آہ! - آہ!! - آہ!!! تم اسحٰق اور اُس بیچارے کے
ملازموں پر اس وجہ سے حملہ کرتے ہو کہ وہ غریب ہے اور تم امیر اور دولتمند ٹھیرے۔
کس نے کہا تھا کہ تم اُس سے لڑو۔ اور علم موسیقی میں جو اُس کا پیشہ ہے اور جس پر اُس کا
روزگار منحصر ہے اُس سے بحث و مباحثہ اور مقابلہ کرو اور پھر تمھارا یہ خیال ہے کہ تم اُسکے
فن میں اُسکی غلطی نکالو۔ حالانکہ تم کو موسیقی میں کچھ ایسا دخل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے
دلائل پیش کر کے تم کو لاجواب کر دیا اور تم جواب تک نہ دے سکے۔ تم نے اپنی ہنسی کرائی
اور اپنی جہالت اور بدمزاجی اور اپنی خود نمائی ظاہر کی۔ اب سُن لو خدا کی قسم اور اُسکے رسول
کی قسم! اور میرے باپ کی قبر کی قسم! چاہے کوئی شخص اُسکو نقصان پہنچائے۔ چاہے
آسمان سے کوئی پتھر اُس پر گرے یا وہ خود اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے۔ یا اُس پر کوئی چھت
گر پڑے یا وہ خود گر کر مر جاوے تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ واللہ! میں قتل کر دوں گا۔
واللہ! - میں قتل کر دوں گا۔ واللہ! - میں قتل کر دوں گا۔ بس اب اپنے گھر جاؤ" یہ بیچارہ
شہزادہ خلیفہ کی غصہ آمیز باتیں سُنکر شکستہ دل اور خوف سے نیم مردہ ہو کر اپنے گھر روانہ
ہوا۔ اِس واقعہ کے بعد جب ابراہیم اور اسحٰق دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوتے
خلیفہ کبھی تو ابراہیم کو دیکھتا اور کبھی اسحٰق کو اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑتا۔ ایک دن خلیفہ نے اپنے

بھائی سے کہا کہ مَیں جانتا ہوں کہ تم کو اسحٰق سے بہت اُنس و محبت ہے اور علم موسیقی میں تم اُس سے سبق لیا کرتے تھے اور اب وہ تمھارے پاس ہرگز نہیں آوے گا جب تک کہ تم اُسکو خوش اور رضامند نہ کرلوگے۔ اب تم اُس کو خلعت اور انعام دو اور اُسکے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اور اُسکی لیاقت کو تسلیم کرو۔ اگر اس کے بعد بھی اسحٰق تم کو دق کرے تو پھر تمھارا جوجی چاہے اسحٰق کو اپنی زبان سے کہہ ڈالنا اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے جوجی چاہے سو کرنا۔ خلیفہ نے پھر اسحٰق کو حکم دیا کہ جاؤ اور ابراہیم کے سر پر بوسہ دو۔ ابراہیم تمھارا آقا ہے اور تمھارے آقا کا بیٹا ہے۔ اسحٰق نے اِس حکم کی تعمیل کی اور اس طرح سے اِس شہزادہ اور مغنی کی دشمنی اور حسد جاتا رہا۔ اور اُن میں پھر دوستی ہوگئی۔

فضل برمکی اور اسحٰق مغنی۔

اسحٰق کو خلیفہ ہارون الرشید نے منع کردیا تھا کہ تو سوائے میرے یا میرے دوست اور وزیر جعفر برمکی کے اور کسی کے سامنے راگ نہ گانا ایک مرتبہ فضل برمکی براد جعفر اسحٰق کی گفتگو اور گانے سے اسقدر خوش ہوا کہ اُس نے اسحٰق کو ایک ہزار درہم کی لالچ دے کر یہ ترغیب دی کہ آج رات میرے مکان پر چلکر رہے۔ اور مجھے راگ سُناوے مَیں کسیکو اِسکی خبر نہیں کروں گا۔ مگر اس بات کی خبر ہارون الرشید کو ہوگئی۔ اُس دن خلیفہ رقہ میں تھا اور اُسکی طبیعت ناساز تھی۔ خلیفہ کو اسحٰق کا یہ حال سُنکر بہت افسوس ہوا۔ اُس نے فوراً اسحٰق کو بلوایا۔ اسحٰق سمجھ گیا کہ خلیفہ کو میرے یہاں آنیکی اطلاع ہوگئی۔ بس اب آج خیر نہیں ہے۔ جلد وہاں سے روانہ ہوا اور فضل کو اُس کا دیا ہوا روپیہ واپس کردیا۔ جب خلیفہ کے حضور میں اسحٰق حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُسکی نافرمانی پر اُسکو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ تو نے بغداد میں فضل کو اپنا راگ سُنایا۔ جبکہ مَیں تیرا آقا رقہ میں بیمار پڑا ہوں۔ اسحٰق نے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! مَیں نے فضل کو بانسری پر کوئی راگ نہیں سُنایا

صرف اُس سے گفتگو ہی کرتا رہا۔ ہارون الرشید کو اس جواب سے تسکین ہو گئی اور جسقدر رقم کہ اسحٰق نے فضل کو واپس کر دی تھی۔ اُسیقدر رقم خلیفہ نے اسکو بطور انعام عطا فرمائی

خلیفہ ہارون الرشید کا اپنی عیسائی رعایا سے سلوک کرنا

یہی اسحٰق ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسحٰق ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ شکار میں گیا۔ خلیفہ تو شکار کے عقب میں ذرا دور آگے نکل گیا اسحٰق کو تھکن معلوم ہوئی۔ قریب ہی عیسائیوں کی ایک خانقاہ تھی۔ اسحٰق وہاں آرام کرنے چلا گیا ایک بزرگ عیسائی منتظمِ خانقاہ نے اُس کا استقبال کرکے بہت آرام سے اُسکو اندر لیجا کر بٹھالیا اور اُسکی دعوت کی۔ اُسکے آگے بہت اچھا گوشت اور شراب رکھی اور وہ عیسائی اپنی گزشتہ عمر کے تمام تجربے اسحٰق سے کہتا رہا۔ جس سے اسحٰق بہت خوش ہوا۔ عیسائی منتظمِ خانقاہ نے کہا کہ بنی اُمیہ کی خلافت کے زمانے میں اُس خاندان کے بھی چند شہزادوں نے تمہاری طرح یہاں مہمان ہوکر میری دعوت قبول کی تھی۔ اسحٰق کے کھانا کھلانے پر ایک بہت خوبصورت اور ہشیار عیسائی عورت مقرر تھی اُس کے حاضر ہونے سے اسحٰق بہت ہی خوش ہوا اور اُس کا یہ وقت خوشی میں بہت جلدی گزر گیا۔

اور جب وہ خانقاہ سے لشکرِ شاہی میں واپس گیا تو رات ہو گئی تھی۔ خلیفہ اسحٰق کے غیر حاضر ہونے سے اُس پر خفا ہوا۔ لیکن اسحٰق نے خانقاہ میں جانے کا حال خلیفہ سے عرض کیا اور چند اشعار جو وہاں کے حسب حال بنائے تھے وہ خلیفہ کو سُنائے۔ یہ سُنکر خلیفہ نے حکم دیا کہ کل لشکر کا قیام یہیں رہے تاکہ مَیں خانقاہ کی مہمان نواز عیسائی رعایا کو ملاحظہ کروں۔ چنانچہ دوسرے دن خلیفہ خانقاہ میں گیا اور اُنکی دعوت قبول کرکے وہاں کھانا کھایا۔ وہاں کے انتظام سے بہت خوش ہوا۔ تمام دن خانقاہ میں ٹھیرا رہا اور ایک ہزار دینار (قریبًا ۵۰۰ پونڈ) عیسائی خانقاہ کی امداد میں مرحمت فرمائے اور اُس خانقاہ کے

متعلق جو مزروعہ زمینیں تھیں یا باغات تھے اُن کا کل محصول اور لگان سات برس کے لیے بالکل معاف کر دیا۔[1]

اصمعی

خلیفہ کا ایک اور دوست اصمعی بہت بڑا عالم و فاضل شخص تھا عربی زبان پر کامل مہارت رکھتا تھا۔ اور اُس زمانے کے تمام مصنفین شعرا اور افسانہ گویوں میں سب سے ممتاز ترین تھا۔ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ لیکن خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں بغداد میں آ رہا تھا۔ ابو نواس سے لوگوں نے کہا کہ آج تو دربار میں ابو عبیدہ اور اصمعی بیٹھے ہوئے ہیں تو اُسنے جواب دیا کہ ابو عبیدہ میں تو یہ لیاقت ہے کہ اگر اُسکو اجازت دیجائے تو زمانۂ گذشتہ اور زمانۂ حال کی تواریخ کے تمام بزرگوں کا حال کہہ ڈالے گا۔ لیکن اصمعی مثل ایک بلبل ہزار داستاں کے ہے وہ تو تمام آدمیوں کو اپنے اشعار سے محو اور فریفتہ کرلے گا۔ اصمعی کو صرف ایک بحر کے سولہ ہزار شعر یاد تھے۔ اصمعی اور ابو عبیدہ کی آپس میں رقابت تھی اور اکثر بحث ہو جایا کرتی تھی۔ ذیل کی حکایت خود اصمعی بیان کرتا ہے

ابو عبیدہ اور اصمعی

"ابو عبیدہ اور مَیں ایک دن فضل بن الربیع وزیر اعظم کی ملاقات کو گئے فضل نے مجھ سے دریافت کیا کہ گھوڑوں کے حالات پر تم نے جو کتاب لکھی ہے اُسکی کے جلدیں ہیں۔ مَیں نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی جلد ہے۔ فضل نے پھر ابو عبیدہ سے یہی سوال کیا۔ اُس نے کہا مَیں نے جو کتاب گھوڑوں کے حال پر لکھی ہے اُسکی پچاس جلدیں ہیں۔ فضل نے کہا کہ اچھا اُس گھوڑے کے پاس جاؤ اور اُس کے جسم کے

---

[1] ہارون الرشید کی رعایا پروری اور بے تعصبی کی۔ اور اُسکی سلطنت میں غیر قوم رعایا کا ایسی خوش حالی اور فارغ البالی سے رہنے کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ۱۲ مصباح مترجم۔

سب اعضاء کا نام بتلاتے جاؤ۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ یہ کام تو سالوتری کا ہے۔ مَیں سالوتری نہیں ہوں۔ مَیں نے تو عربوں کے وہ بیانات جو گھوڑوں کی بابت ہیں اُنکو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ پھر فضل نے مجھ سے بھی یہی کہا۔ مَیں اُس گھوڑے کے پاس گیا اور باری باری اُس کے ہر عضو پر ہاتھ رکھہ کے اُس کا نام بتلاتا جاتا تھا اور اُس عضو کی بابت قدیم عربی شعراء کے جو اشعار سُنے وہ بھی پڑھ دیتا تھا۔ ہر عضو کو بتلا کر اُسکے متعلق اشعار پڑھتا گیا۔ جب مَیں گھوڑے کے سب اعضا بتا چکا۔ تو فضل نے یہ کہکر کہ یہ گھوڑا اپنے ہی پاس رکھو وہ گھوڑا مجھے مرحمت کر دیا۔ پھر جب کبھی مجھے ابو عبیدہ کو چڑانا یا دِق کرنا منظور ہوتا۔ مَیں اُسی گھوڑے پر سوار ہو کے ابو عبیدہ کی ملاقات کو جاتا"

اصمعی کا دربار میں حاضر ہونا۔

اصمعی جس درجہ کے لوگوں میں تھا اور جیسا کہ عموماً ایسے لوگوں کا قاعدہ ہوتا ہے اسی طرح اصمعی نے بھی کفایت شعاری کرنے میں اور اپنے بڑھاپے کے لیے اندوختہ جمع کرنے میں غفلت کی۔ اِس لیے خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کے بعد آستانۂ خلافت پر ہمیشہ حاضر ہوتا۔ لیکن خلیفہ کی توجہ بہت دنوں تک اُسکی جانب مائل نہیں ہوئی آخرکار ایک دن وہ خلیفہ کے دروازے پر پریشان بیٹھا ہوا تھا اور اُسکو خلیفہ کی فیاضی سے متمتع ہونیکی اُمید بالکل جاتی رہی۔ اُسنے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اب کہیں اَور روزگار تلاش کروں گا کہ یکایک دروازہ کھُلا اور ایک خادم نے دریافت کیا کہ آیا یہاں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو فنِ شعر سے اچھی طرح سے واقف ہو۔ اصمعی فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اُس خادم سے کہا کہ مَیں ایسا شخص حاضر ہوں۔ خادم نے کہا آؤ اور محل میں چلو۔ اگر امیر المومنین تمھارے اشعار سن کے خوش ہو جائیں گے تو تم آج رات یہ سمجھنا کہ تمھارے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کو ہے۔ جب مَیں وہاں پہنچا۔ خلیفہ ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا

اور اس کے پاس ہی جعفر برمکی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ امیر المومنین نے جواب دیکر مہربانی سے فرمایا کہ اگر دربار میں آنے سے تم پر خوف یا ہیبت چھا گئی ہو تو ذرا بیٹھ جاؤ اور پھر باطمینان شعر پڑھنا۔

اصمعی نے یہ اندیشہ کر کے کہ شاید ایسا موقع پھر نہ مل سکے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں آپکے حکم کی تعمیل کرنے کو مستعد اور تیار ہوں یا بطور راوی کے یا بطور شاعر کے جسطرح آپ چاہیں اشعار سنیں۔ خلیفہ نے اول علم ادب کے دو چار بہت ہی مشکل سوال دریافت کئے جس کا اصمعی نے صحیح صحیح اور فوراً جواب دیدیا۔ پھر خلیفہ نے فرمایا کہ اب کسی شاعر کا کلام سناؤ۔ میں نے فوراً ایک شاعر کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور جب میں ان اشعار پر پہونچا جو بنی امیہ کی تعریف میں تھے اور یہ خاندان گویا خاندان عباسیہ کا رقیب تھا۔ تو میں نے ان اشعار کو قصداً چھوڑ دیا اور قصیدہ کا وہ حصہ پڑھنے لگا جہاں ہارون الرشید کے دادا منصور کی تعریف درج تھی۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تم نے درمیانی اشعار قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا تم بھول گئے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا کہ میں نے ارادتاً چھوڑ دیئے ہیں کیونکہ جسقدر جھوٹی تعریف تھی وہ میں نے بنی امیہ کے لیے چھوڑ دی ہے اور جو سچ بات ہے وہ خلیفہ منصور کی بابت پڑھ رہا ہوں۔ یہ سن کر خلیفہ نے اصمعی میں مثل درباریوں کے چالاکی اور ہشیاری پائی۔ اصمعی کو آفریں اور مرحبا کہا۔ پھر ایک اور شاعر کے اشعار اصمعی نے اس خیال سے بہت جلدی جلدی پڑھے تا کہ خلیفہ کو معلوم ہو کہ قدیم عربی علم ادب وغیرہ میں اصمعی کو کسقدر تبحر اور واقفیت ہے۔ لیکن جعفر نے مداخلت کر کے کہا کہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ تم کو یہاں سے جانے میں جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری اس محنت کے عوض تم کو انعام دیا جاوے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ چونکہ اب تم نے اصمعی سے انعام دینے کا وعدہ کر لیا ہے

تو تم بھی اِس کے انعام دینے میں میرے شریک ہو جاؤ۔ یہ سُن کر اصمعی نے عرض کیا کہ مجھے اس وقت عرب و عجم پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ خلیفہ اور اُس کا وزیر دونوں اِس بات کی بحث کر رہے ہیں کہ مجھے دونوں میں سے کون زیادہ انعام دیوے۔ بعد ازاں اصمعی نے ایک اور شاعر کا مشہور کلام سُنانا شروع کیا کہ جس میں اُونٹ کا بیان اور اُسکی مفصل طور سے تعریف تھی۔ جعفر نے کہا کہ اصمعی ذرا توقف کرو۔ کیا اِس رات سوائے اونٹ کے اوصاف کے بیان کے اِس سے عمدہ اور کوئی مضمون سُنانے کو نہیں ہے۔ یہ سُنکر ہارون الرشید نے طنز سے کہا کہ یہ وہی اونٹ ہے کہ جسنے تمہارے سروں سے تاج لیلیا اور تمہارے بادشاہوں کی سلطنت فتح کر لی ہے۔ اِس کہنے سے خلیفہ کی مراد ملک ایران کی فتح سے تھی جو جعفر اور اُسکے آبا و اجداد کا اصلی وطن تھا۔ جس کو عربوں نے فتح کیا تھا۔ اور اونٹ عربوں کا سب سے زیادہ مشہور اور پیارا جانور ہے۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ الحمد للہ۔ مَیں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اِس پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔ تم کو اِس وقت یہ کلمہ کہنا نہیں چاہیے تھا۔ کہ الحمد للہ یا خدا کا شکر ہے۔ کیونکہ اِس وقت کسی خوشی کا ذکر نہیں تھا جو الحمد للہ کہنے کا موقع ہوتا۔ بلکہ اس وقت تو تمہارے وطن کی شکست اور مصیبت کا ذکر تھا۔ تم کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ نعوذ باللہ۔ یا۔ یا اللہ مَیں تیری مدد چاہتا ہوں[۱]۔

خلیفہ ولید اور کنیز مغنیہ

خلیفہ کے دربار کا ایک اور مغنی ہشام ابن سلیمان تھا۔ یہ شخص بنی اُمیہ کے غلاموں میں سے تھا مگر آزاد کر دیا گیا تھا اور بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ (مروان الحمار) کو اس کی

[۱] الحمد للہ اور نعوذ باللہ۔ اور اسی قسم کے اور دیگر فقرے عربی زبان میں ابتک مروج ہیں اور عربی گفتگو میں مستعمل ہیں۔ ایسے فقرے زندگی کے ہر ایک واقعہ کے متعلق عربی زبان میں موجود ہیں ۱۲

خاطر بہت عزیز تھی۔ ایک دن ہشام نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک راگ گایا
راگ سُن کر خلیفہ اِس قدر خوش ہوا کہ اُس وقت ایک ہار بیش بہا موتیوں کا خلیفہ کے پاس
تھا وہی اُس کو مرحمت کر دیا۔ خلیفہ کے اِس گرانبہا عطیہ کو دیکھتے ہی ہشام کی آنکھوں سے
آنسو جاری ہو گئے۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تیرے رونے کا کیا باعث ہے۔
اِس پر ہشام نے مفصلہ ذیل حکایت بیان کی۔

وہ کہ امیر المؤمنین! ایک دن خلیفہ ولید ایک جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔
جب میں اُس کے حضور میں حاضر ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ اُسکے گرداگرد بہت سی مغنیہ کنیزیں
بیٹھی ہوئی ہیں۔ ولید نے مجھے اِس وجہ سے نہیں شناخت کیا کہ مَیں نے لِثام[۱] چہرہ پر
ڈال رکھی تھی۔ ولید نے کنیزوں سے کہا کہ دیکھو۔ ایک عرب آ رہا ہے آؤ۔ اُس کو بلا دیں
اور اُس سے مذاق کی باتیں کر کے دل خوش کریں۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور محفل میں شریک
ہو گیا۔ ایک کنیز نے میرے لب اور لہجہ میں میری ہی غزل ایک بانسری پر گانا شروع کی۔
اور اُس میں چند غلطیاں کیں۔ مَیں نے وہ غلطیاں اُس کنیز کو بتلا دیں۔ میری بات سُنکر
وہ کنیز ہنسی اور ولید کی طرف مڑ کر کہا کہ امیر المؤمنین! آپ نے سُنا۔ یہ صحرائی عرب کیا
کہتا ہے؟ یہ ہمارے راگ میں غلطیاں نکال رہا ہے۔ یہ سُنکر ولید نے میری جانب کچھ حیران
ہو کے دیکھا۔ مَیں نے ولید کو بھی وہ غلطیاں بتلائیں اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مَیں یہ راگ صحیح
طور سے گاؤں۔ جب مَیں نے راگ ختم کیا وہی کنیز اُٹھی۔ اور میری گردن پر گر پڑی اور کہا
کہ واللہ! بربِ کعبہ! یہ تو ہشام ہیں۔ مَیں نے فوراً لِثام چہرہ پر سے اُٹھا دیا۔ پھر ولید نے

[۱] لِثام ایک قسم کا برقع ہوتا ہے جسکو عرب مُنہ پر ڈالتے ہیں۔ اِس سے دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو چہرہ نظر نہیں آتا۔ اور
دوسرے آفتاب کی تپش یا دھوپ کے اثر سے چہرہ اور دماغ محفوظ رہتا ہے ۱۲

مجکو پہچان لیا اور میں تمام دن اُسکے حضور میں رہا۔ پھر شاہی بجرہ آیا اور ولید اُسپر سوار ہوکر اپنے لشکرگاہ میں جانے لگا لیکن جاتے ہوئے ولید نے مجھے بہت معقول انعام دیا اور اُس کنیز مغنیّہ نے خلیفہ کی اجازت لیکر یہی ہار جو آپنے اس وقت عنایت فرمایا ہے بطور نشانی کے مجھے دیا۔ ولید پھر کشتی میں سوار ہوگیا۔ اُس کے بعد ایک کنیز کشتی میں چڑھی اور پھر وہی کنیز کہ جسنے مجھے پہچانا تھا کشتی میں سوار ہونے لگی۔ لیکن چڑھتے ہوئے اُس کا پیر پھسل گیا اور وہ گرتے ہی جھیل میں ڈوب گئی۔ اور پھر ہرچند اُسکی جستجو کی گئی وہ نہیں اُبھری ولید اسکی مرگ مفاجات پر بہت رویا اور مجھسے کہا کہ ہشام تو یہ ہار مجھے مول دیدے۔ تاکہ میرے پاس اُسکی نشانی رہے۔ ولید نے اُس ہار کے عوض مجھے ایک بڑی رقم زرِ نقد کی عطا کی۔ امیر المؤمنین! اِس ہار کے دیکھتے ہی وہی واقعہ میری نظروں میں اس وقت پھر گیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے آنسو نکل آئے"

ہارون الرشید نے یہ قصہ سنکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کیسی گوناگوں ہے کہ مجھے خاندانِ اُمیہ کا تخت و تاج بھی عطا فرمایا اور اسی طرح اُنکی ذاتی جائداد بھی مجھے مرحمت فرمائی۔

عبید ابن الابرص شاعر

یہ مفصلۂ بالا واقعہ صداقت سے پُر معلوم ہوتا ہے ورنہ کسی شخص کے ذاتی فعل یا کاموں کی نسبت جو حکایتیں ہوتی ہیں کہ جن کو بیان کرکے درباری اپنے آقاؤں کو خوش کیا کرتے تھے وہ بظاہر اُنکے ہی خیالات کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں۔ اِس قسم کی فی البدیہہ حکایتیں الف لیلیٰ کے افسانوں میں بہت موجود ہیں اور اسی طرح ایسی ہی بہت سی حکایتیں دوسری ایسی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ جو تواریخ کی صحیح صحیح کتابیں ہیں اور ایسی حکایتیں صحیح صحیح واقعات کے ساتھ خلط ملط ہوگئی ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر عبید ابن الابرص نامی نے خلیفہ ہارون الرشید

سے یہ غرض تھا کہ ایک بار حج کے لیے مکہ شریف کو جاتے ہوئے ہمارے کاروان کے راستہ میں ایک بڑا اژدہا حائل ہو گیا جسکی پھنکار اور دہشت سے خوف زدہ ہو کر قافلہ نے مجبوراً وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرا راستہ اختیار کیا۔ مگر اس راستہ میں بھی اس قافلہ کو ایک ایسا ہی اژدہا ملا اور چونکہ کسی شخص میں بھی اُس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اب واپس جانا بھی ناممکن تھا۔ اِس لیے عبید نے تلوار نیام سے کھینچکر اور ایک پانی کی مشک (دگر یہ) کو بطور ڈھال کے کرکے اُس اژدہے پر حملہ کرنے بڑھا۔ اژدہے نے اپنا مُنہ کھولا تاکہ اِس بہادر عرب (عبید) کو نگل جائے۔ لیکن عبید نے اُس کے منہ میں پانی کی وہی مشک ڈالدی عبید یہ دیکھکر بہت متعجب ہوا کہ اُس اژدہے نے وہ تمام پانی خوب اطمینان سے پیا اور پھر چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ مکہ شریف سے واپسی کیوقت عبید کو راستہ میں رات ہو گئی اور راستہ گم ہو گیا۔ یکایک ایک آواز آئی کہ اَے عبید! تیری برابر جو اونٹ کھڑا ہے اُس پر سوار ہو جا عبید سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر میں اپنے قافلہ کے قریب پہونچ گیا جہاں سے قافلہ اُس کو نظر آتا تھا۔ اُونٹ وہاں بیٹھ گیا عبید اُتر پڑا۔ پھر یہ آواز آئی کہ اَے عبید! مَیں وہی اژدہا ہوں کہ جس کو تو نے اُس دن پانی پلایا تھا۔ مَیں تیرا بہت ممنون و مشکور ہوں۔

اُن لوگوں کو جو عربوں کی مانند توہمات مذہبی رکھتے ہیں یعنے جن یا جنات وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں اور اس یقین کو اپنے ایمان و مذہب کی ایک شرط سمجھتے ہیں۔ اور جنکی کتابیں علمِ حیوانات میں بہت سی ہیں اور قرنِ وسطیٰ میں اژدہے وغیرہ کی نسبت جو حکایتیں یا کہانیاں مشہور تھیں۔ اُسی قسم کے حالات ان کتابوں میں بڑی شرح وبسط سے مرقوم ہیں' یہ حکایت بھی صحیح معلوم ہوگی۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ اِس کے راوی عبید

شاعر کو خلیفہ نے زرِ نقد کی ایک بڑی تعداد بطور انعام عطا فرمائی[1]۔

پانچ عورتوں کو طلاق ملنا۔

بعض حکایتیں مذہبی قانون (شریعت) کے مطابق ہوتی تھیں۔ اور ان باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید کو جو بڑا دیندار نیک اور عالم و فاضل تھا یقیناً بہت خوشی ہوتی تھی اور اُنکے راوی اپنی عقلمندی اور ہشیاری کا اظہار خلیفہ سے کیا کرتے تھے۔ اصمعی نے ایک دن خلیفہ ہارون الرشید سے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں کہ جس نے ایک دن میں پانچ بیویوں کو طلاق دی۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ جب کہ شریعت میں صرف چار بیویوں سے نکاح کی اجازت ہے اصمعی نے عرض کیا کہ

---

[1] مسٹر ہامر کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ بعض غلط واقعات صحیح تاریخانہ واقعات میں شامل ہو جاتے ہیں اور مرورِ زمانہ دراز کیوجہ سے وہ صحیح سمجھے جانے لگتے ہیں۔ جیسے کہ جعفر و عباسہ کی شادی کا افسانہ بالکل بے بنیاد اور فسانۂ متخیلہ سے زیادہ اُسکی وقعت نہیں لیکن وہ لوگ جو عربوں کی تاریخ سے ناواقف ہیں اسکو سچ سمجھنے لگے تھے لیکن علامہ ابن خلدون وغیرہ نے خوب تحقیق سے اس واقعہ کی بے بنیادی پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے۔ افسانوں کا حال لکھتے لکھتے مسٹر ہامر نے مسلمانوں کے مذہب پر یہ الزام لگایا ہے کہ اُن میں توہمات مذہبی بہت ہیں۔ شاید ہامر صاحب کو اس بات کا خیال نہیں رہا کہ دنیا میں توہمات مذہبی سے کوئی مذہب بھی خالی نہیں ہے۔ ہاں بے شک وہی لوگ توہم مذہبی سے خالی ہیں جن کا فلسفہ یا عقل یا سائنس پر مذہب وغیرہ کا دار و مدار ہے اور اپنے سے پہلے زمانہ کے مجتہدوں اور بزرگوں کی عقل و تمیز کو اپنی عقل کے آگے ہیچ سمجھتے ہیں ایسے لوگ درحقیقت اُس مذہب کے جسکو وہ اپنا مذہب بیان کرتے ہیں پابند نہیں ہوتے۔ بلکہ دراصل اُس مذہب کی پابندی سے آزاد ہو جانے اُنکی عقل و فلسفہ یا سائنس اُنکا مذہب ہوتا ہے اگر مسٹر ہامر ذرا اور غور کرتے تو اُنکو معلوم ہو جاتا کہ درحقیقت مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں توہمات بالکل نہیں ہیں اور یوں تو ہر مذہب والا دوسرے مذہب میں توہمات خیال کیا ہی کرتا ہے مثلاً اہل اسلام عیسائیوں کے اس مذہبی یقین کو توہم مذہبی خیال کرتے ہیں کہ پادری کے دعا پڑھ کر دم کر دینے سے روٹی اور شراب مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً حضرت مسیح کا گوشت اور خون ہو جاتی ہے جسکے کھانے پینے سے گنہگاروں کے سب گناہ بخشدیئے جاتے ہیں اور اسکے قدیم زمانے کے سب ہی عیسائی معتقد تھے اور رومن کیتھلک اور چرچ یونان کے گرجاؤں میں تو اب تک حضرت مسیح اور حضرت مریم اور پطرس اور پولوس حواریوں اور دیگر ولیوں اور شہیدوں کی تصویریں اور مورتیں بجتی ہیں اور روٹی اور شراب کی قلب ماہیت کے مسئلے کے لوگ بڑی شدت سے معتقد ہیں۔"
مصلح مترجم

امیرالمؤمنین! ایک شخص کے چار بیویاں تھیں۔ ایک دن جب وہ باہر سے اپنے مکان میں آیا تو اُن چاروں کو لڑتے ہوئے پایا۔ اُس نے کہا کہ میرے گھر میں یہ جھگڑا اور فساد کب تک رہے گا؟ اور اپنی ایک بیوی کی طرف مڑ کر کہا کہ یہ سب تمھاری ہی شرارت ہے۔ مَیں نے تم کو طلاق دی دوسری بیوی نے کہا کہ تم کو اسقدر جلدی طلاق دینی نہیں چاہیے تھی۔ تم کو مناسب تھا کہ اول اسکو نصیحت کرتے۔ اُس شخص نے کہا کہ تم نے کیوں دخل دیا؟ مَیں نے تم کو بھی طلاق دی۔ تیسری بیوی نے یہ کہکر کہ تم نے دو نیک عورتوں کو طلاق دیدی اپنے خاوند کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اُس شخص نے کہا کہ مَیں اب تیسری کو بھی چھوڑتا ہوں اور مَیں نے تم کو بھی طلاق دی۔ چوتھی بیوی نے کہا کہ کیا تم اپنی بیویوں کا سوائے طلاق کے اور طرح سے بندوبست نہیں کر سکتے تھے۔؟ اُسنے کہا کہ ہاں مَیں نہیں کر سکتا تھا۔ اور اَب مَیں نے تم کو بھی طلاق دی۔ اِس وقت ایک ہمسایہ کی بیوی بھی اُسکے گھر میں آگئی اور یہ دیکھکر کہ اُسنے اپنی چاروں بیویوں کو بغیر قصور کے طلاق دیدی ہے اُس شخص کو بکنا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اِس شخص نے جلدی سے اس عورت کی جانب مڑ کر کہا کہ اگر تمھارا خاوند مجھے اجازت دیدے تو تم کو بھی مَیں طلاق دیدوں تم بڑی زبان دراز ہو۔ غل وشورسن کر وہ پڑوسی جو اس عورت کا خاوند تھا اِس شخص کے گھر میں آگیا۔ اور اُس سے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ یہ میری عورت بڑی زبان دراز ہے۔ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔ تم اِس کو طلاق دیدو۔ اصمعی نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! اِس طرح اُس شخص نے ایکدن میں پانچ عورتوں کو طلاق دی۔

ناممکن فیصلہ — قاضی ابو یوسف کو جن کا حال اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے اور جو شریعت سے ایسے فتوے کا استخراج کر دیتے تھے جس سے لوگوں کو طمانیت اور تسلی ہو جاتی تھی

ایک دن ہارون الرشید نے بُلایا اور کہاکہ یہ دو قسم کے کھانے ہیں۔ ایک کو میں اچھا کہتا ہوں دوسرے کو زبیدہ خاتون اچھا تبلاتی ہیں۔ آپ اِس مشکل سوال کو حل کیجئے کہ ان میں کونسا کھانا زیادہ ذائقہ دار ہے۔ قاضی صاحب اول ایک کھانا چکھتے پھر دوسرا۔ اور جب دونوں قسم کے کھانے چکھتے چکھتے ختم ہونے کے قریب ہو گئے تو آخر کار یہ کہاکہ مَیں نے ایسے دو دعویداروں کو آجتک نہیں دیکھا کہ جن کے دعوے اسقدر برابر وزنی ہوں۔ اجب مَیں ایک فریق کے دلائل کو سنتا ہوں تو فوراً دوسرا فریق اپنے دلائل پیش کرکے میرے پہلے خیال کو اُلٹ دیتا ہے۔

عربوں کی حاضر جو

اُس زمانے کے عربوں کی حاضر جوابی کی صرف ایک اور مثال ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بے شمار حج کعبہ شریف کے ادا کیے۔ ایک دفعہ حج کو جاتے ہوئے صحرا میں راستہ میں اُسکو ایک معمّر عورت ملی۔ ہارون الرشید نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کس قبیلہ میں سے ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں قبیلہ طے میں سے ہوں۔ خلیفہ نے کہاکہ اچھا یہ تو تُو بتلا کہ یہ کیا بات ہے کہ تیری قوم میں سے حاتم[1] کی مانند اور کوئی پیدا نہیں ہوا؟ اِس مہذب معمّر عورت نے یہ جواب دیا کہ امیر المؤمنین! یہ کیا بات ہے کہ تمام خلفاء بنی اُمیّہ اور بنی عباس میں سے آپ جیسا اور کوئی خلیفہ پیدا نہیں ہوا؟ خلیفہ نے یہ جواب سُن کر اُس زنِ بزرگ کو ایک بہت بڑی تعداد زرِ نقد کی انعام میں عطا فرمائی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے ہمعصر۔

اِس تاریخ میں ابتک جسقدر واقعات ہم نے بیان کئے ہیں۔ وہ سب عربی کتابوں سے منتخب کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں یوروپین مصنفین اور مورخین کا بیان ہے

---

[1] حاتم طائی ایک عرب تھا جو آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کئی سال پیشتر یمن میں رہا کرتا تھا۔ نہایت درجہ کا فیاض اور سخی تھا۔ چنانچہ اپنی سخاوت کی وجہ سے آجتک مشہور ہے اور اسکی سخاوت ضرب المثل ہو گئی ہے۔ مصباح مترجم

کہ شہنشاہِ شارلمین نے اپنا ایک سفیر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں مع بہت سے تحفہ و تحائف اور ہدیئے کے بھیجا۔ اور ایک خط بہت محبت آمیز ارسال کیا۔ اِسکے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے بھی بہت سے تحائف اور ایک محبت نامہ شارلمین[ل] کو ارسال کیا۔ اور ان دونوں شہنشاہوں میں رسم ورسائل محبت آمیز جاری ہوگئی۔ لیکن چونکہ عربی کی کسی تاریخ میں اس واقعہ کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور نیز کوئی بیان بطور شہادت کے موجود نہیں ہے اِس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ روایت بھی منجملہ اُن ہر دل عزیز غلط روایتوں کے نہ ہو جو عوام الناس میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کے عادات واطوار

کسی قوم کی تاریخ لکھتے ہوسئے اُس قوم کے مشہور شخص سے بے شمار ہر دلعزیز حکایتیں منسوب ہوجاتی ہیں۔ ہارون الرشید بھی اِس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور عربی علم ادب میں ایسی حکایتیں اور روایتیں جن میں اس مشہور خلیفہ کا ذرا سا بھی ذکر ہوتا ہے بکثرت موجود ہیں۔ گو ایسی بہت سی حکایتیں کسی دوسرے شخص یا دوسرے زمانے سے ایسی ہی اچھی طرح سے منسوب کیجا سکتی تھیں۔

اِس قسم کے متضاد ذخیرہ سے انتخاب کرکے میں نے اس کتاب میں صرف وہی حکایتیں تحریر کی ہیں جن کے راوی بہت معتبر ہیں یعنی وہی سچی سچی اور راست راست حکایتیں تحریر کی گئی ہیں جن کا تعلق ہماری اِس تاریخ سے ہے۔ یہ حکایتیں درحقیقت بہت عمدہ ہیں اور صرف یہی ایک ذریعہ ہیں کہ جن سے ہارون الرشید کی ذاتی کارروائیوں کا احوال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ

ل چارلس دی گریٹ یعنی چارلس اعظم جس کو فرانسیسی زبان میں شارلمین کہتے ہیں ۷۶۸ء میں تخت فرانس پر بیٹھا۔ یہ بہت لایق اور بہادر بادشاہ تھا ۸۰۰ء میں مغربی سلطنت رومۃ الکبری کا شہنشاہ منتخب ہوا مشرقی سلطنت تو ہارون الرشید کی باجگذار تھی۔ اس سے خلیفہ کے دوستانہ تعلقات تھے ۴۶ برس حکومت کرکے ۸۱۴ء میں مرگیا ۱۲ مصباح مترجم۔

اُس زمانے میں عربوں کو سوانح عمری کی تحریر سے واقفیت نہیں تھی اور اُس کے تھوڑے عرصے بعد جب علم کی یہ شاخ اُن میں بھی پھیل گئی اور رواج پا گئی تو طرز بیان میں قصہ کہانیوں کی مانند وضع زیادہ ہوتی تھی۔ اگرچہ میں نے اُس زمانہ کی بہت سی ظرایف اور لطیف حکایتیں جو خلیفہ ہارون الرشید اور اُس کے خوش خلق۔ خوش مزاج۔ ہمراہیوں اور دوستوں سے منسوب کیجاتی ہیں اس کتاب میں تحریر نہیں کی ہیں۔ لیکن پھر بھی چند حکایتیں ایسی درج ہو گئی ہیں جو ایک ایسی تاریخی کتاب میں جیسی کہ یہ ہے بالکل بے موقع ہیں۔ لیکن ناظرین کے دل پر یہ بات نقش کرنا چاہتا ہوں کہ ان ہی بے حقیقت حکایتوں اور قصوں میں ہی بہت سچی باتیں موجود ہوا کرتی ہیں اور درحقیقت اِن سے وہ احوال پورا پورا ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے زمانے میں عربوں کی طرز معاشرت اور اُن کا آپس میں میل جول اور ملاقات وغیرہ کا یہ طریقہ تھا۔ اور انہی حکایتوں سے ہماری اِس تواریخ کا وہ مضمون ظاہر ہوتا ہے جس طرح ہارون الرشید زندگی بسر کیا کرتا تھا یا اپنے خیال دوڑاتا تھا یا گفتگو کرتا تھا۔ اور انہی حکایتوں سے اِس سے بھی زیادہ واضح طور سے بہ نسبت اُسکی شہنشاہانہ کارروائیوں کے اُس کا ذاتی چال وچلن۔ عادات واطوار معلوم ہوتے ہیں۔ میں اب خلیفہ ہارون الرشید سے رخصت ہوتا ہوں یعنی اُس کا بیان ختم کرتا ہوں۔ میں نے اُسکو قصہ کہانیوں کی سیاہ رنگ گھر میں سے نکالکر تواریخ کی روشنی اور دھوپ میں لانیکی کوشش کی ہے۔ اگر اب جبکہ ہم اُس سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو گئے ہیں ہم اُس کو "اعظم" کا خطاب نہ دیویں اور اس خطاب کو زمانہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو گویا ہم نے اُسکی باشان وشوکت فرمانروائی اور حکومت اور اُس کے عہد جوانی کے مختلف واقعات اور اُسکے پر مصیبت انجام کو گویا کچھ بھی نہیں پڑھا اور کچھ یاد نہیں رکھا۔ کیونکہ ہم اُس کے یہ حالات پڑھ کر

اُس کو اعظم کا خطاب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

خلیفہ ہارون الرشید میں تمام لیاقتیں جمع تھیں۔ اور وہ جامع جمیع صفات تھا۔ بڑا ہشیار اور عقلمند اور بڑی تیز فہم و فراست رکھتا تھا اُس کا ارادہ اور عزم بڑا مضبوط اور مستقل ہوتا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید تو خود ایک بڑا عالیشان بادشاہ تھا۔ اگر وہ کم درجہ کا شخص بھی ہوتا تب بھی اپنی تیزی عقل اور کثرتِ فہم و فراست سے اپنے ملک کے لیے اور دنیا بھر کے لیے بہت مفید باتیں کرتا۔ اور درحقیقت اپنے زور بازو سے بہت بڑا رتبہ اور درجہ حاصل کر لیتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کی گفتگو میں نہایت فصاحت اور بلاغت اور تحکم ہوتا تھا۔ جیسا کہ اُسکی تقریروں کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ لوگ فصاحت و بلاغت کو سیکھا کرتے تھے اور فاضل کامل بننے کے لیے فصاحت اور بلاغت ہی تمام علوم سے زائد عمدہ اور اعلیٰ ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ خود اُس زمانے میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کی فصاحت و بلاغت بہت مشہور و معروف تھی۔

یہ بات کہ یہ تقریریں خاص ہارون الرشید ہی کی اصلی تقریریں ہیں اس امر سے ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ ان تقریروں کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہے۔ لیکن اُن سب کا طرز بیان اور مضمون یکساں ہے۔ ہارون الرشید کی ان تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اب بھی اگر کوئی شخص اُسکی اصلی تقریریں ایک دفعہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس زمانہ میں کہ خلیفہ نے وہ تقریریں زبان سے فرمائی ہونگی۔ اور ایسی تقریریں اکثر کسی حادثہ یا وقوع واقعہ کے وقت ہارون الرشید زبان سے فرمایا کرتا تھا تو اُن تقریروں کا اثر سامعین کے دلوں پر اس قدر ہوتا تھا کہ

کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ اُسکی تقریر کو سنتے ہی خلوص دل سے اُس پر عمل کرنا شروع کردیتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج میں بڑا خلق اور محبت اور تواضع تھی۔ لیکن اُس رُتبہ نے کہ جو مقدر نے اُس کے لیے مقرر کردیا تھا اُسکے تمام اصلی خیالات مصلحتاً یا ضرورتاً ضائع کرادیئے تھے۔ یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اُس وقت کی تمام مہذب دنیا اُسکے زیرنگیں اور اُسکی سلطنت میں داخل تھی۔ اور نیز یہ کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار اور اُن کا مسلمہ جانشین تھا۔ اور مذہب کا پیشوا تھا المختصر یہ کہ تمام دنیا میں اُس سے زیادہ کوئی شخص صاحبِ عظمت و اقتدار اور صاحبِ شان و شوکت اور قابلِ تعظیم اور مستفید خلائق نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا۔

اُسکے خوشامدی درباریوں نے اُس کے ہی ذہن نشین یہ بات نہیں کردی تھی۔ بلکہ اُس وقت کی کل اسلامی دنیا کو اور زمانۂ حال کے چند مسلمانوں کو اب بھی اِس بات کا یقین کامل ہے کہ کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جاسکتا[ملہ]۔

[ملہ] مسٹر پامر خلیفہ ہارون الرشید کی تاریخ لکھتے لکھتے تمام مسلمانوں پر یہ ایک ایسا صریح اور محیط اور عام اتہام لگا بیٹھے کہ اُسکی زد مذہب اسلام پر پڑتی ہے۔ اول تو یہ اتہام قول بلا دلیل ہے اور دوسرے مذہبی اور پولیٹیکل دونوں طور سے ایک بے بنیاد بہتان ہے۔ مذہبی طور سے اگر دیکھا جاوے تو کل مسلمان تمام اشیاء کا خالق صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور یہی اُن کا ایمان ہے انسان تو کافر ہو یا مسلمان اشرف المخلوقات ہی ہے ہر مسلمان علاوہ ذیحیات کے جمادات اور نباتات غرضکہ ہر چیز کو خدا کا پیدا کیا ہوا جانتے ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی مقدس کتاب قرآن شریف میں جا بجا یہی مرقوم ہے چنانچہ قرآن شریف کے ہمارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وخلق کل شئ وہو بکل شئ علیم" اور دوسری جگہ فرماتا ہے "خالق کل شئ فاعبدوہ" اسی طرح کئی جگہ مرقوم ہے "وہو الذی خلق السموات والارض وما بینہما" ان سب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے اور آسمان پر ہے یا اُنکے درمیان ہے۔ اُن سب کا خالق اور کل شئ کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ پھر بھلا ایسا کون مسلمان ہوگا جو قرآن شریف کو نہ مانتا ہو (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور تمام موجودات کو خدا کی پیدا کی ہوئی نہ سمجھتا ہو ۔ جو مسلمان ہو کر ایسا یقین نہ رکھے وہ تو خود کافر ہے چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص جس دین یا مذہب میں ہوتا ہے اُسکے سب احکام کا پابند ہوتا ہے اور خصوصًا دین اسلام میں تو یہ باتیں لازمی اور فرض ہیں اور انکے نہ ماننے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا ۔ اور ہارون الرشید جنکو اسی جگہ اور دیگر جا اسی کتاب میں مسٹر پامر نے عالم باعمل اور فاضل اجل لکھا ہے تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ ہارون الرشید کافروں کو خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا ہوگا ؟ یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے ۔ علاوہ ازیں ہارون الرشید کے ماسوا سب مسلمانوں پر اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں پر پامر صاحب نے یہی الزام لگایا ہے ۔ یہ بھی غلط ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال کسی مسلمان کا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ ہر مسلمان خدا کو وحدہ لاشریک اور لم یلد ولم یولد اور خالق کل شئی جانتا ہے ۔ نعوذ باللہ من ذالک اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہوتا تو لامحالہ پامر صاحب کے بیان کے موافق وہ کافروں کا خالق غیر اللہ کو بتاتے اور عین شرک ہے جس سے تمام فاضل عیسائی واقف ہیں کہ مسلمان شرک کے پاس بھی نہیں پھٹکتے ۔ اس بات سے کل یوروپین مصنفین واقف ہیں مسٹر کریسی صاحب جو ایک مشہور مورخ اور فاضل مصنف ہیں اپنی کتاب تاریخ روم کے صفحہ ۱۰۶ میں تحریر کرتے ہیں کہ "قرآن شریف مشرکین پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے" ، جب مسٹر کریسی مسلمانوں کے اس مسئلہ سے واقف ہیں تو کیا مسٹر پامر اس سے واقف نہونگے جو ایک بڑے کامل فاضل عربی داں تھے ۔ ضرور ہونگے مگر یہ اُن کا تعصب ہے کہ جانتے بوجھتے ایک بات سے ناواقف بنگئے اور اُسکو چھپا لیا اور صریح بے بنیاد اتہام مسلمانوں پر لگا دیا ۔ مذہبی خیال سے تو یہ اتہام بالکل بے وقعت ہے ۔ پولیٹیکل وجوہات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسٹر پامر نے یہ بات یہ ظاہر کرنے کے لیے لکھی ہے کہ کافروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھکر مسلمان لوگ اُن سے زیادتی کرتے تھے یا اُنکی جان و مال کی حفاظت نہ تھی ۔ مگر جہاں تک تلاش اور تحقیق خود عیسائیوں نے بھی کیا تو یہی معلوم ہوا کہ عیسائی رعایا کو بھی مسلمان رعایا کی برابر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی جان و مال کیطرح عیسائی رعایا کی بھی پوری پوری حفاظت اور اُنکی جان و مال کی حفاظت کیجاتی تھی ۔

یہی کریسی صاحب مسلمانوں کی شریعت کا حال لکھتے ہیں کہ اُنکی شریعت میں یہ حکم ہے کہ صرف ایک عیسائی رعایا کو جو بادشاہ اسلام کی رعایا ہو اگر ہزار اور ایک مسلمان بھی ناحق مار ڈالیں تو اُن سب مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہیے ۔ مسلمان حکمرانوں کو کافر رعایا کی کسقدر پاسبانی اور حفاظت کا حکم ہے چنانچہ ہمیشہ ممالک اسلامی میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے ۔ اسی کتاب میں ہارون الرشید کا عیسائی خانقاہ میں جانا اور اُنکو ۵۰۰ پونڈ دینا اور سات برس تک عیسائیوں کی خانقاہ کے متعلق باغات اور تمام زمینوں کا محصول اور لگان معاف کر دینا کیا یہ رعایائے غیر قوم کی پاسداری اور دلجوئی اور اُنکو فارغ البال اور خوش کرنیکی کم دلیل ہے ؟ اور خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ عیسائی رعایا کے مال و جان کی حفاظت (بقیہ صفحہ آیندہ)

سے افعال سرزد نہ ہو جاویں یا اسقدر غیر محدود اختیارات اور طاقت وقوت حاصل ہونیکے
باعث اور ذمہ داری کے تمام خیالات کی عدم موجودگی کے سبب عیش وآرام میں نہ پڑ سکے
انسانی خلقت میں یہ بات ناممکن ہے۔ اُس پر خراب اثر پڑا۔ ہارون الرشید مطلق العنان۔
سخت گیر اور عیاش تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہارون الرشید ایک بہت ہی مضبوط مستقل
اور الوالعزم شہنشاہ تھا۔ اپنے مذہبی فرائض نہایت تندہی اور عاجزی کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا
اور جو عظیم الشان سلطنت کہ اُسکو وراثتہً پہنچی تھی اُسکے وسعت دینے میں حتی المقدور
کوشش کرتا۔ یا جسقدر کہ تھی اُس کے محفوظ اور مصئون رہنے کی حتی الامکان کوشش میں
رہتا تھا۔ اگر ان امور کے نفاذ میں کسی رعایا کی جان جاتی یا کسی غنیم کا ملک ویران اور برباد ہو جاتا
تو اس امر کا خیال اس سے زیادہ نہیں کرتا تھا کہ جس طرح کسی مکان کا مالک اپنے نوکروں کو
اپنے مکان میں سے مکڑی کے جالے وغیرہ صاف کرنے اور پھینکدینے کے لیے حکم
دیدیتا ہے اور جس وقت ہارون الرشید شہنشاہانہ احتیاطوں یا نظم ونسق سلطنت کے خیال
میں نہیں ہوتا تھا۔ اُس وقت وہ بہت ہی خوش اخلاق اور غم ربا دوست اور رفیق دل بہلانیوالا
ہوتا تھا۔ اور تمام لوگ اُس سے محبت اور اخلاص کرتے تھے۔ اگرچہ ایسے لوگ جو اُس سے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے لیے کیا تھا اُس کا تمام سلطنت میں نفاذ پذیر ہونا۔ کیا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ ہارون الرشید کسقدر منصف
اور رعایا پرور تھا۔ عام اس سے کہ وہ رعایا غیر قوم ہو یا مسلمان ہو۔ علاوہ ازیں جبرئیل بن بختیشوع اور بختیشوع عیسائی طبیبوں پر کیسا اُسکو
بھروسہ تھا اور اُن کا رتبہ وزرا سے کم نہیں تھا۔ اسی طرح سے یہودی اور مجوسی اور ہندوستانی پنڈت۔ سب ہارون الرشید کے
پاس بڑے بڑے مشاہروں پر موجود تھے اور اُن سے بالکل تعصب نہ تھا۔ پھر معلوم نہیں مسٹر پامر نے کس خیال سے یہ بات لکھی ہے
دو کہ کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمانوں کا یہ یقین ہے" یہ بالکل تعصب ہے۔ اور قول بے دلیل ہے۔ واقف کاروں
کی نظروں میں اس قول کی کچھ وقعت ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی ۱۲

مصباح مترجم

دل لگی کی جرأت کر جاتے تھے۔ اکثر اوقات جلاد کی تلوار اُنکے سروں پر کھینچی ہوئی ہوتی تھی لیکن وہ اُس سے ہنسی کر گزرتے تھے۔

ہارون الرشید کے جانشین

خلیفہ ہارون الرشید کے بعد خلافت کی تواریخ خانہ جنگیوں۔ حملوں۔ اور زوالِ سلطنت کا ایک بڑا غمناک بیان ہے۔ ہارون الرشید کے بیٹے ماموں کی خلافت میں یہ بات سچ ہے کہ سلطنت کی شان و شوکت کی چمک دمک کم نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ سلطنت کے حدود تو پیشتر ہی سے کم ہو گئے تھے اور قوت اور طاقت بھی محدود ہو گئی تھی۔ لیکن اِس معزز شہنشاہ نے علم و صنعت اور حرفت وغیرہ کو بڑی رونق دی۔ اور قدیم زمانہ کی سنسکرت اور ژند اور ایرانی اور یونانی علوم کی بڑی بڑی کتابیں اور دیگر تصنیفات کو اپنی زبان عربی میں ترجمہ کرا کے علم کو بہت رواج دیا۔ اور اس وجہ سے تمام مہذب دنیا کو بہ مشکوری تمام ماموں کی خلافت کا زمانہ یاد رہے گا۔[۱]

---

[۱] چیمبرس انسائیکلوپیڈیا میں تحریر ہے کہ ۷۴۹ء میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب اور فنونِ حکمت کا ظہور ہوا۔ ہارون الرشید کے ایام حکمرانی میں بڑی فیاضی سے انکی تربیت ہوئی۔ بہت سے ملکوں سے اہلِ علم طلب کیے گئے اور بادشاہی سخاوت سے انکو بہت کچھ انعام وغیرہ دیئے گئے۔ اہلِ یونان و شام اور ایران و ہند کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر مشتہر اور شایع ہوئیں۔ خلیفہ ماموں نے جنے ۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک سلطنت کی رسلطان روم (یونانی) کو ساڑھے بارہ من سونا بھیجا۔ اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیو فیلسوف کو اجازت دیجائے کہ کچھ عرصہ کے لیے وہ یہاں آکر ماموں کو فلسفہ و حکمت سکھائے فلسفہ حاصل کرنے کے لیے ایسے زرِ خطیر صرف کرنیکی بہت کم مثال ملیگی۔ اسی ماموں الرشید کے زمانہ میں بغداد۔ بصرہ۔ بخارا۔ وغیرہ میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی۔ اور اسکندریہ۔ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپین میں مدرسۂ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا۔ اور عموماً دسویں صدی میں جہاں دیکھو مسلمان ہی تمام علوم کے عالم اور محافظ اور سکھلانیوالے نظر آتے تھے۔ فرانس اور یورپ کے طالب علم جوق درجوق اندلس کو آنے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ اندلس کے ایک عربی کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ اِس ترقی علم کا جبکہ اُس زمانہ سے مقابلہ کیا جاوے جو قبل زمانۂ محمد صلعم گزرا۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ عرب ملکوں کے فتوح میں (بقیہ صفحۂ آئندہ)

مامون کے بعد جو خلیفہ ہوئے اُنکی سلطنت میں وہ رنگ ڈھنگ ہی نہیں رہا عیش و عشرت میں پڑ گئے کاہل وجودی اور سستی اُنمیں آگئی رعایا پر ظلم ہونے لگے۔ پھر ان اُمور کے مہلک نتیجے ہوئے۔ آخر کار خلفاء عباسیہ کے آخری خلیفہ المتوکل کو سلطنتِ عثمانیہ کا ایک شہنشاہ سلیم نامی مصر سے قید کر کے اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لیگیا۔ المتوکل میں مذہبی پیشوا ہونے کا ابھی کچھ اثر باقی تھا اِس سیلیے اُسنے مجبوراً اپنا یہ خالی خطاب سلطان سلیم کے سپرد کر دیا۔ حضرت محمد حبیبنا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے جو مذہب تلقین کیا اور جسکو اُنکے خلفاء راشدین اور جانشینوں نے اسقدر وسیع پیمانہ پر تمام دنیا میں پھیلا دیا اور فروغ دیدیا تھا وہ تو اُسیوقت سے خوب مضبوط اور مستقل طور سے جڑ پکڑ گیا تھا لیکن اسلام کی دنیاوی متفقہ طاقت یا سلطنتِ دنیاوی۔ شہنشاہی شہر بغداد[۱] کے زوال کے بعد سے گویا جاتی رہی اور بغداد کی رونق اور شان و شوکت خلیفہ ہارون الرشید کے نام اور شہرت کی ایک جزو لاینفک ہے۔ فقط ہ

خلافت کا سلطنت عثمانیہ میں منتقل ہونا

زشرح قصۂ من رفتہ خواب از چشم خاصاں را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں یہ لوگ تیز رفتار تھے۔ اسیطرح مسٹر ہنری لوئیس نے ہسٹری آف فلاسفی میں لکھا ہے کہ مسلمانوں ہی کیوجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا۔ اِس امرِ خاص میں یورپ مسلمانوں کا ممنون احسان ہے۔ اور اس سے بڑا احسان عربوں کا یورپ پر یہ ہے کہ عربوں نے علمِ ہندسہ و ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انھیں کی بدولت اسپین (اندلس) سے فرنس ہو کر یورپ میں علم پھیلا ۱۲ مصباح مترجم

[۱] بغداد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب نوشیرواں کا ایک باغ تھا جہاں بیٹھکر وہ مقدمات فیصل کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ باغِ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا۔ اور عوام الناس کی زبان پر بغداد کا آسان لفظ چڑھ گیا اور پھر یہی مشہور ہو گیا۔ ابوجعفر منصور عباسی جو ہارون الرشید کا دادا تھا اسکو از سرِ نو آباد کیا۔ آب و ہوا یہاں کی بہت معتدل تھی اور پولیٹیکل مصلحتوں کے لحاظ سے بھی یہ نہایت مناسب مقام تھا۔ چند انجینر مقرر کر کے منصور نے اسکی عمارتیں اُصولِ ہندسہ کے لحاظ سے بنوائی تھیں۔ دنیا میں صرف یہی ایک شہر ہے جسکی آبادی بالکل دائرہ کی صورت میں ہے منصور نے خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط میں تعمیر کرایا تھا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکمانہ حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ ہر خاص و عام کو یکساں نسبت ہے منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ مگر یہ نام عام زبانوں پر محیط نہو سکا خلیفہ مہدی نے دجلہ کی مشرقی جانب محل و آبادی اور بڑھائی مامون الرشید کے عہد تک اِس شہر کی آبادی دس لاکھ سے زائد تھی بغداد میں ایک زمانہ میں تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام موجود تھے۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ شہر بغداد میں آٹھ سو ساٹھ طبیبوں کو مطب کرنیکی اجازت تھی۔ انوری نے ایک قصیدے میں بغداد کی خوشگوار آب و ہوا۔ دجلہ کی روانی کشتیوں کی سیر باغوں کی رنگینی کا نہایت دلربا سماں دکھایا ہے۔ چنانچہ دو تین شعر اس کے ذیل میں درج ہیں۔ ۱۲ ہ

خوشا نواحی بغداد جای فضل و ہنر
کہ کس نشاں ندہد در جہاں چناں کشور
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب
براں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

سواد او بمثل چوں سپہر مینا رنگ
ہوای او بصفت چوں نسیم جاں پرور
بشبہ باغ شود بوستاں بوقتِ غروب
بشکل چرخ شود بوستاں بوقت سحر

از مصباح ۔ مترجم

ضمیمہ جات

خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کے زمانہ میں خراج کی سالانہ آمدنی ساٹھ ہزار پانسو قنطار تھی۔ ایک قنطار آٹھ ہزار چار سو دینار کا ہوتا ہے اور بموجب تحقیق گبن صاحب اور دیگر مورخین کے دینار کم از کم پانچ روپے کا ہوتا ہے اگر اس آمدنی کو روپوں میں دریافت کیا جاوے تو سلطنت کے خراج کی سالانہ تعداد اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی تھی[1]۔ ہر صوبہ کا خراج الگ الگ مقرر تھا۔ علاوہ زر نقد کے خراج میں بہت سی دیگر اشیا بھی سالانہ آتی تھیں مثلاً۔ حُلّے۔ شکر۔ گلاب کی بوتلیں۔ زیت سیاہ یمن کے تھان۔ کھجور۔ عود ہندی۔ ریشمی تھان۔ فانید۔ گھوڑے۔ غلام۔ ہلیلہ۔ نقرہ چاندی۔ ریشم۔ شہد۔ فرش۔ چادریں۔ مندیل۔ باز (جانور) رب الرمانین۔ خچر۔ بچھیرے۔ زقم (قسم پھل) سورباہی وغیرہ وغیرہ ہر صوبہ کا انتظام عاملانہ اور جوڈیشل اور پولیس۔ غرضکہ سب قسم کا اختیار اور فوجی اختیار مع کل مصارف کے گورنر یا عامل صوبہ کو ہوا کرتا تھا اور یہ رقم گویا بطور ٹھیکہ کے عاملوں سے لیجاتی تھی۔ اِس طرح سے گویا یہ آمدنی سالانہ صرف خراج کی تھی۔ ٹیکس کی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی۔ اِس کے علاوہ عشر اور جزیہ اور زکوٰۃ کی الگ آمدنی تھی۔ اور اگر وہ سب آمدنی اور ان اشیاء کی قیمت ملا لیجاوے تو قریباً چالیس کروڑ روپے سالانہ کی آمدنی تھی[2]۔

---

[1] مسٹر ہامر نے آمدنی نہیں لکھی مگر میں نے خوب تحقیق کر کے اور مستند کتابوں سے منتخب کر کے آمدنی کا حال اور دوسرے کئی اور ضمیمے لکھدیئے ہیں ۱۲

[2] اگر اس آمدنی کا مقابلہ ہندوستان کی آمدنی سے کیا جاوے جو کہ نہایت زرخیز ملک دنیا میں خیال کیا گیا ہے اور اسکے برابر کوئی ملک زرخیز اور زرریز نہیں مانا جاتا تو معلوم ہوگا کہ سالانہ آمدنی خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی زیادہ تھی۔ ہندوستان کی مالی آمدنی ۲۴ کروڑ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

خلیفہ ہارون الرشید کی فوج کی تعداد

ہارون الرشید کی فوج مقررہ کی تعداد

صوبوں کے گورنروں کو فوجی اختیار ہوا کرتے تھے ضرورتِ ملک کے موافق عامل جسقدر چاہتے فوج نوکر رکھتے تھے۔ اگر کسی صوبہ میں کوئی بغاوت نمودار ہوتی۔ تو اُس وقت اور فوج فوراً نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ مُ اس زمانے میں توپ یا بندوق یا بارود کوئی چیز ایجاد نہیں ہوئی تھی صرف تیر اور تلوار اور نیزہ سے لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اِس لیے زمانۂ حال کیطرح ہمیشہ قواعد سکھلانے یا قواعد میں ہمیشہ مشق کرانیکی ضرورت نہیں تھی۔ اگر کسی صوبہ کا عامل یا گورنر بغاوت پر آمادہ ہوجاتا تو ایسا اکثر ہوتا تھا کہ ہارون الرشید کسی دوسرے صوبہ کے عامل کو اُسکی سرکوبی کے لیے روانہ کرکے بغاوت فرو کرادیا کرتا تھا۔ ایسا موقع بہت کم ہوا کہ جس میں خلیفہ کو اپنی خاص فوج بھیجنے کی ضرورت ہوئی ہو اور جب کبھی خلیفہ ہارون الرشید جہاد پر جاتا تو جہاد کا نام سُنتے ہی تمام ملک آجکل کے والنیٹرز کی طرح لڑنے کے لیے اُمنڈ آتا تھا۔ اور ایسے ہی دیگر ضرورتوں کیوقت جسقدر فوج درکار ہوتی فوراً نوکر رکھ لی جاتی تھی مامون الرشید کے زمانے تک فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور یہ فوج ہمیشہ کے لیے تھی۔ اِس فوج کے سپاہیوں کا نام اور حلیہ دفترِ شاہی میں تحریر تھا اور انکو ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی۔ یہی حال خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں تھا۔ غرضکہ ہارون الرشید کی مقررہ فوج کی تعداد دو لاکھ تھی

نود و ہفت خلفاء اسلام

فہرست خلفاء اسلام

عربی اخبار مصباح الشرق نے بہ تقریب عیدِ ولادتِ سلطان المعظم جمیع خلفاء اسلام کی فہرست معہ اُنکے سنینِ ابتدائی و انتہائی خلافت کے درج کی ہے۔ جو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے کم ہو گو۔ ریل۔ اور نمک اور افیون اور دیگر ٹیکس متعددہ کی آمدنی سب ملا لیجاوے تو انتی کروڑ کے قریب ہندوستان کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ لیکن خرچ بھی اسی قدر یا اس سے زیادہ ہے اور خلیفہ کی جو کل آمدنی اغلباً تو فیر (بچت) کی ہوگی۔ چونکہ صوبوں کا انتظام ٹھیکہ پر تھا اور خلیفہ کے زمانہ میں سوائے خراج اور عشر وغیرہ کے اور کوئی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی ۱۲ مترجم۔

زمانہ سے لیکر آجتک خلیفۃ المسلمین کے لقب سے ملقب چلے آئے ہیں۔ چونکہ ایسے بہادر بزرگ اہلِ حمیت۔ اہلِ شوکت اور اہلِ دانش ناموں کے نام ہی اُنکی صفات کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اُنکے زمانے پھر جاتے ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جسکے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا ذکر کر دیا جاوے تو اُسکو اُن کا اُمور اسلامی میں تدارک عظیم اور جاہل بادیہ نشین لوگوں کا رام کرنا یاد نہ آجائے گا۔ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جائے تو اُنکی بڑی بڑی فتوحات اور مہتمم بالشان کام۔ یا عبدالملک بن مروان کا ذکر کر دیا جاوے تو اُن کا فتنے اور فساد فرو کرنا اور مسلمانوں میں باہم اتفاق کرانا۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رض کے نام سے زہد۔ عدل۔ تقویٰ۔ اور پرہیزگاری۔ یا منصور کے نام سے عزم۔ تدبیرِ ملک اور قوتِ سلطنت یا مامون الرشید کے نام سے مدینۃ السلام (بغداد) اور اُس کے ساکنین۔ اور علوم و فنون میں اُسکی ناموری۔ یا سلطان سلیم خاندانِ عثمانیہ کے خلیفۂ اول کے نام سے قوت سلطنت کی جمعیت اور خلافت کی عزت یا سلطان سلیم قانونی کے نام سے جو کچھ کہ اُسنے احکام کے مدوّن کرنے یا اپنے زمانے میں سلطنتِ اسلامی کو قوت اور عروج دینے سے ناموری حاصل کی تھی۔ یاد نہیں آجائے گا۔؟

چنانچہ ذیل میں تمام خلفاء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں خلافت راشدہ سنہ ۱۱ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے شروع ہو کر حضرت حسن السبط پر سنہ ۴۱ ھ میں تیس ۳۰ برس تین ماہ اور اٹھارہ یوم کے بعد ختم ہوئی اور پانچ خلفاء عظام ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضہ۔ عمر رضہ۔ اور عثمان رضہ کا مرکزِ خلافت مدینہ منورہ اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا کوفہ رہا۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بنو اُمیہ کی خلافت معاویہ ابن ابی سفیان سے شروع ہو کر مروانِ ثانی ابن محمد بن مروان اول پر سنہ ۱۳۲ ھ میں ۹۱ برس چار ماہ اور پندرہ یوم بعد ختم ہوئی۔ اِس خاندان سے چودہ خلیفہ ہوئے جن کا دارالخلافہ دمشق رہا پھر

خاتمہ

مختصر احوال مؤلفِ "الہارون"

وطنِ آبائی خاکسار کا قلعہ رہتک من مضافات شہر دہلی ہے حسب ونسب میں قریشی صدیقی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ پسر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کی اولاد میں سے ہوں۔ ہمارے مورثِ اولین میں دو تین شخصوں کو یہ فخر حاصل ہوا کہ آنحضرت رسولِ مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ برگزیدۂ تمامی انبیا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحبت کا عز و افتخار حاصل ہوا۔ اور درجۂ اصحاب کے زمرہ میں منسلک ہوئے سبحان اللہ وبحمدہ۔ دولتِ دیدار سرور کائنات مفخرِ موجودات رحمتِ عالمیاں صفوت آدمیاں تتمۂ دو زماں سے بڑھکر کیا کوئی چیز زیادہ ہو سکتی ہے؟ ؎

چہ غم دیوارِ امت را کہ دارد چو تو پشتیباں	چہ باک از بحرِ موج آنرا کہ باشد نوح کشتیباں

مذہباً فرقۂ سنت والجماعت میں ایک مذہبِ معین کا پیرو ہوں حنفی ہوں اور ذیل کی رباعی پر مسلک ہے۔

رباعی

بندۂ پروردگارم اُمتِ حضرت نبیؐ	دوستدار چار یارم تابہ اولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل	خاک پائے غوث الاعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سالِ ولادت میرا ۱۲۹۱ سنہ ہجری قدسی مطابق ۱۸۷۴ سنہ ع ہے۔ میرا مولد شہر ٹونک واقع راجپوتانہ ہے۔ ۱۲۶۰ سنہ ہجری میں میرے جد محترم مولوی پیرجی محمد امین الدین صاحب مرحوم نے حضور جناب نواب وزیرالدولہ امیرالملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ

والئ ریاست ٹونک کا سلسلۂ ملازمت و نمک خوارگی اختیار کیا۔ مختلف عہدوں پر
عزّت پائی۔ محکمۂ دارالانشاء ریاست کی افسری پر چھیالیس سال مامور رہے اور حسن خدمات
سے تین پشت تک رؤسار حکمرانانِ ٹونک کو خوشنود رکھا اور جاگیر و مناصب حاصل کیے ۱۸۵۷ء
میں بذیل نمک خواری و رفاقت نواب وزیرالدولہ بہادر مرحوم جنت آشیاں کے گورنمنٹ
عالیہ برطانیہ کی خیرخواہی کا پورا ثبوت دیا جسکی بابت ایک خاص سارٹیفکیٹ (پروانہ) اپنی
خوشنودی مزاج کا نوابصاحب بہادر موصوف الصدر نے ۱۲۷۴ ہجری میں انکو عطا کیا۔ المختصر جد
بزرگوار نے ۱۳۰۵ ہجری قدسی میں ایک مقتدر پنشن ریاست سے حاصل کی۔ اور اپنے
عہدۂ منصبی پر حافظ محمد یوسف اپنے خلف الصدق کو جو خاکسار کے والد ماجد ہیں اور خدائے
تعالیٰ انکو عمر طبعی عطا کرے مقرر کرا دیا۔ ۱۳۱۰ ہجری میں بمقتضائے کُل نفسٍ ذائقۃ الموت
میرے جدِ مکرم نے اپنی ودیعتِ حیات کو قابضِ ارواح کو سپرد کر دیا۔ ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید	زجام دہر مئی کلّ من علیہا فان

حضرت جد مرحوم اپنی کریم النفسی اور متواضعانہ اخلاق سے کمال نیک نام و ہر دلعزیز رہے
انکی وفات سے جملہ اراکین ریاست اور ہز ہائینس حضور پرنور جناب نواب امین الدولہ وزیر
الملک نواب حافظ محمد ابراہیم علیخاں صاحب بہادر صولت جنگ۔ جی۔ سی۔
آئی۔ ای۔ فرمانفرمائے حال ریاستِ ٹونک کو سخت ملال ہوا اور حضور نوابصاحب
بہادر نے بنا بر ادائے رسمِ تعزیت جد مرحوم اپنے شاہانہ اخلاق سے ہمارے غریب خانہ پر
رونق افروز ہو کے ہم نمک خواروں کا اعزاز بڑھایا اور اظہارِ غم و رنج فرما کر جو کچھ معاش و جاگیر
جد مرحوم کے نام مقرر تھی از راہِ شفقت رئیسانہ وہ کل جائداد میرے والدِ مکرم حافظ محمد یوسف
کو عطا کی۔ خداوند تعالیٰ ایسے رئیس قدردان کو ہمیشہ اپنے ظلِ حمایت میں رکھے۔ آمین

حافظ محمد یوسف میرے والد مکرم بارہ سال کی عمر سے بسلکِ ملازمت نواب صاحب بہادر فرمانروائے حال کے دربار میں اپنے والد کے ساتھ احکام نویسی کی خدمت پر جایا کرتے۔ بعد چند سال کے اپنی کارگزاری سے بعہدۂ منشی خاص (پرائیوٹ سکرٹری) حضور نواب صاحب بہادر مقرر ہوئے۔ اور پھر بعد چندے بجائے اپنے والد صاحب مغفور کے بعہدۂ جلیلۂ میر منشی یعنی افسری محکمۂ دارالانشار ریاست سے سربلند ہوئے ابتدائے جوانی سے دربارِ ریاست سے تعلق تھا بدیں وجہ جملہ مہماتِ ریاست سے انکو وقفیت تامہ حاصل تھی بالخصوص نوابصاحب کی مزاجدانی اور رمز شناسی میں ملکۂ کامل رکھتے تھے۔ ہزہائینس کے منشارِ مضمون پر ابتدارِ فقرۂ کلام سے حاوی ہوکر پورا پورا منشار نواب صاحب بہادر کا اپنی ذہانت خداداد سے لکھدیتے نواب صاحب بہادر انکی قابلیت اور کارگزاری سے کمال درجہ خوش تھے۔ علاوہ بیش قرار مشاہرہ وجاگیر کے دوگانوں سیر حاصل بطور استمرار براہ قدردانی میرے والد مکرم کو مرحمت فرمائے اور بوفورِ عزت افزائی ملقب بہ خطاب "فضیلت ونجابت مرتبت صداقت ودیانت منزلت دبیر بدائع اختصاص حافظ محمد یوسف میر منشی خاص دبیر الملک" فرمایا

حضور نواب صاحب بہادر کو شاہانِ گذشتہ کی تاریخ سے کمال شوق ہے۔ بعد از فراغِ کارِ ریاست بارہ بجے شب تک اس میں مشغولی فرماتے تھے۔ میرے والدِ مکرم اپنی طلاقتِ لسانی سے کتب تواریخ حضور نواب صاحب بہادر کے سنانے کے لیے ایسے جلد اور صاف پڑھتے کہ ہمعصر اہلکاروں میں کوئی متنفس انکی برابری نہیں کرسکتا تھا حضور نوابصاحب بہادر تاریخ کو صرف بطور افسانہ سماعت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ انقلاباتِ عالم پر کامل غور کرکے اور اس سے مصالحِ ملکی ومعدلتِ رعایا اور تہذیب اخلاق کے

نفیس جواہر و کارآمد نتایج اخذ فرما کر گنجینۂ طبیعت میں فراہم کرتے ہیں۔

اس مبارک نفس رئیس کے عہد دولت میں دشوار سے دشوار مہمات اور فتنوں نے خروج کیا۔ مگر بمدد کارساز حقیقی ہر ایک دشواری آسانی سے طے ہوگئی۔ اسی واسطے عام رعایائے ٹونک اس رئیس کو سکندر اقبال خیال کیا کرتی ہے۔

قدرت نے حضور نواب صاحب بہادر کے مزاج میں جس طرح جوہر عدالت و حکمرانی اور ملکۂ قوت انتظامیہ و جہانبانی عطا فرمایا ہے۔ آپکی نیک نیتی و رعایائے ٹونک کی خوش نصیبی کیوجہ سے پرائم منسٹر یعنی وزیر اعظم نہایت درجہ کا بیدار مغز نیک نیت ریاست کو میسر ہوا یعنی افتخار الامرا فخر الملک صاحبزادہ محمد عبید اللہ خانصاحب بہادر فیروز جنگ۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جو نواب وزیر الدولہ بہادر مرحوم جنت آرام گاہ کے فرزند رشید اور حضور نوابصاحب بہادر فرمانفرمائے حال کے عم مکرم ہیں۔ زیب افزائے وسادۂ وزارت ہیں۔ انکی ذاتی قابلیت اور فطرتی دانشمندی سے انتظام ریاست نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی پر ہے۔ انکی حسن کارگزاری سے گورنمنٹ عالیہ ہند رضامند اور حضور نوابصاحب بہادر خوشنود اور جملہ رعایائے ریاست نہایت مطمئن۔ ایک موقع پر سالانہ رپورٹ ریاست پر گورنمنٹ عالیہ ہند نے اس وزیر اعظم کی نسبت کامل رضامندی کا اظہار فرماکر۔ عمدگی اور شائستگی انتظام ریاست ٹونک کو دوسری ریاستہائے ہندوستان کیلئے نظیر قرار دیا۔ اس سے زیادہ فخر کی بات ہمعصروں میں کیا ہوسکتی ہے؟

یہ ارسطو فطرت وزیر بوجہ اپنے علو خاندانی اور جوہر فیض و فتوت کے اور قدردانی علوم و اشاعت فنون کے واقعی وحید العصر ہیں۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول انکی صفات حسنہ اور اخلاق رضیہ کے حسب حال ہے۔

آسایشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست		با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

میرے والدِ مکرم نے میری تعلیم میں نواب صاحب بہادر کے منشاء کے مطابق پوری کوشش کی۔ ۱۸۹۱ء میں حضور نواب صاحب بہادر نے مجھکو اپنے پرائیوٹ سکرٹری کے عہدے پر مقرر کرکے عزت بخشی اور دفتر انگریزی کی افسری پر تعینات فرمایا۔ میری خدمت سے حضور نوابصاحب بہادر بہت خوش رہے۔ ایک بار نہایت خوش ہوکر علاوہ عہدۂ پرائیوٹ سکرٹری کے عہدۂ نائب میر منشی ریاست بھی عطا فرمایا۔ اور پے در پے خوشنودیٔ مزاج کی اسناد مجھکو عطا کیں کہ وہ میرے لیئے باعثِ عزت و افتخار ہیں۔

قضاء آسمانی سے حکم ازلی کے مطابق ۱۸۹۳ء میں میرے والد نے ملازمتِ ریاست سے علحدگی اختیار کی اور شہر رہتک اپنے وطن میں آکر خانہ نشین ہوئے مجھکو بھی بہ تقاضائے رفاقتِ پدری ناگزیر اُنکی تقلید کرنی پڑی۔ ملازمتِ ٹونک سے آزادی حاصل کرکے اُنکی خدمت میں حاضر ہوا۔ گو میرے والد کو اور مجھکو دوسری ریاستوں میں ملازمت کے موقع حاصل ہوئے لیکن طبیعت نے کسی نہج گوارا نہ کیا کہ ایک آقا کی نمک خواری کرکے اب کسی دوسرے کی ذلہ ربائی کیجائے۔ ؎

ہست آئینِ دو بینی زہوس		قبلۂ عشق یکے باشد و بس

گو سلسلۂ ظاہری مفقود ہے مگر بہ لحاظ توسلِ سابقہ روحانی تعلق ناممکن الفطع ہے لہذا بتقاضائے نمکخواری شب و روز دعائے دولت خواہی رئیس و ریاست وردِ زباں ہے۔ ؎

خدادارد روش در جہاں جاوداں		باقبال و دولت بود کامراں

بحالتِ سکونتِ وطن اس سے بہتر کوئی کام مجکو معلوم نہ ہوا کہ مختلف علوم کی کتابوں کے ترجمے اور تصانیف سے اہل ملک کو بھی اپنی ناچیز کوشش سے فائدہ پہنچاؤں اسی سبب سے گزشتہ سال ”محاربۂ فرانس وپرشیا“ پبلک کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اب یہ کتاب الہارون پیش کیجاتی ہے۔ اصحابِ ملک اور حضرات ناظرین کے اخلاق وکرم پر بھروسہ کرکے امید رکھتا ہوں کہ اپنی بزرگی اور قدردانی سے اِس ناچیز محنت کو نظرِ قبولیت سے دیکھیں گے۔ فقط

خاکسار۔ محمد مصباح الدین احمد عفی عنہ

فہرست کتب

جن سے اِس کتاب کے نوٹوں میں مدد لیگئی ہے

نمبر شمار	نامِ کتاب	نام زبان	نامِ مصنف	کیفیت
۱	شرح فقہ اکبر		ملا علی قاری	
۲	تاریخ الخلفاء	عربی	شیخ جلال الدین سیوطی۔	
۳	روضۃ الاحباب	فارسی	سید جمال الدین عطا محدث	
۴	معارج النبوت	ایضًا	ملا معین کاشفی	
۵	مدارج النبوت	ایضًا	مولنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی	
۶	تفریح الاذکیار فی احوال الانبیار	اُردو	مولوی ابوالحسن حسن	
۷	قرۃ العیون ترجمہ سرالمحزون	اُردو	نواب محمد علیخاں صاحب بہادر مرحوم والئ ریاست ٹونک نے یہ ترجمہ کرایا تھا۔	مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔
۸	اعجاز التنزیل	اُردو	خلیفہ سید محمد حسن مرحوم سابق وزیر اعظم پٹیالہ	
۹	المامون	اُردو	مولوی شبلی نعمانی	

نمبرشمار	نامِ کتاب	نامِ زبان	نامِ مصنّف	کیفیت
۱۰	البرامکہ	اُردو	مولوی عبدالرزاق	کتاب البرامکہ ہمارے محترم دوست مولوی عبدالرزاق صاحب پیشکار میونسپل بورڈ کانپور کی تصنیف ہے یہ کتاب انھوں نے نہایت محنت ور لیاقت اور تحقیق سے لکھی ہے خاصکر حجاج - المقنع - ابونواس ابراہیم الموصلی بختیشوع - جبرئیل - رے - دمشق - امام موسیٰ کاظم وغیرہ کے نوٹ اسی کتاب سے لکھے گئے ہیں - گو انکے حالات اور بہت سی کتابوں میں بھی بتفصیل مرقوم ہیں مگر خوبی عبارت کیوجہ سے ہمنے اکثر نوٹ اسی کتاب سے لکھے ہیں - یہ کتاب بھی قابل دید ہے - ۱۲
۱۱	ہسٹری آف ورلڈ	انگریزی	مسٹر اڈگر سینڈرسن	
۱۲	ہسٹری آف ورلڈ	ایضاً	مسٹر سونٹن	
۱۳	رومن امپائر	ایضاً	مسٹر گبن	
۱۴	ہسٹری آف گریس	ایضاً	ڈاکٹر اسمار اسمتھ	
۱۵	ہسٹری آف انڈیا	ایضاً	مسٹر آرلتھ برج	
۱۶	انسائیکلوپیڈیا	ایضاً	مسٹر چیمبرز	
۱۷	ایضاً	ایضاً	مسٹر بالک	
۱۸	ایضاً	ایضاً	مسٹر لوو	

تمت